خلفائے راشدین

تصنیف لطیف

خادم سلطان الفقر
حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن
مدظلہ الاقدس

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلفائے راشدین

تصنیفِ لطیف

خادم سلطان الفقر

حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن

مدظلہ الاقدس

Marfat.com

© All Copy Rights reserved with
SULTAN-UL-FAQR PUBLICATIONS (Regd.)
Lahore-Pakistan

نام کتاب خلفائے راشدین

تصنیفِ لطیف خادم سلطان الفقر
حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس

ناشر سلطان الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور

پرنٹر آر۔ٹی پرنٹرز لاہور

بارِاوّل جنوری 2013ء

تعداد 1000

قیمت 500 روپے

ISBN: 978-969-9795-10-7

سلطان الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور

سلطان الفقر ہاؤس

A/4-ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 54790

Ph: 042-35436600, 0322-4722766

www.tehreek-dawat-e-faqr.com www.sultan-ul-faqr.com

E-mail: sultanulfaqr@tehreekdawatefaqr.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بصد عجز و نیاز و بکمالِ محبت و عقیدت

کتاب خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو

محبوبینِ ربّ العالمین و رحمت اللعالمین

سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

سیّدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

سیّدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ

سیّدنا حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ

کی بارگاہِ عالیہ اور مجلسِ عالیہ میں پیش کرتا ہوں اور آپ رضی اللہ عنہم سے التجا ہے کہ اس عاجز پر نگاہ اور توجہ فرمائیں اور اپنی صفاتِ عالیہ سے متصف فرما کر اس عاجز کو اپنے غلاموں میں شامل فرمائیں۔

Marfat.com

فہرس

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	حدیثِ دِل	5
2	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے راشدین کا شجرہ نسب	10
3	خلیفہ راشد اوّل خلیفۃ الرسول، رفیقِ رسول، امامِ صدیقین سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	12
4	خلیفہ راشد دوم امامِ عدل، مرادِ رسول، امیر المومنین سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ	58
5	خلیفہ راشد سوم ذُوالنورین سیّدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ	104
6	خلیفہ راشد چہارم امیر المتقین، امیر العارفین، امیر المومنین بابِ فقر حضرت علی کرم اللہ وجہہ	147
7	خلیفہ راشد پنجم امیر المومنین سیّدنا حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ	248

Marfat.com

حدیثِ دل

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ o تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِكَ الْخَیْرِ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ ہزاروں ہزار، بے شمار، لامحدود درود وسلام ہو اشرف المخلوقات سیّد السادات ابوالقاسم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ بابرکات پر اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر۔

انبیاء علیہم السلام کے بعد محبوبانِ نبوت ﷺ اس کائنات کے افضل اور مقدس ترین نفوس اور اہلِ جنت کے سردار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا مقام صرف اتنا ہی نہیں کہ انہوں نے آقا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات میں اشاعت وتبلیغ اسلام کے لیے بے انتہا قربانیاں دیں، خلوص ووفا اور عشق ومحبت کی داستانیں رقم کیں، آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد مسلمانوں کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی ذمہ داری نبھاتے ہوئے اسلام کو تمام دنیا میں پھیلایا اور مسلمانوں کی عظمت کو عروج تک پہنچایا، دنیا کی سب سے بڑی اسلامی، فلاحی اور جمہوری ریاست کی نہ صرف اس وقت بنیاد رکھی جب دنیا فلاحی اور جمہوری ریاست کے نام سے بھی ناآشنا تھی بلکہ اُسے بامِ عروج تک پہنچایا اور عدل کا ایسا نظام قائم کیا کہ جس کی نظیر موجودہ ترقی یافتہ ممالک بھی پیش نہیں کر سکتے بلکہ یہ باکمال ہستیاں جنہوں نے نورِ نبوت کا فیض بلاواسطہ حاصل کر کے روحانی وباطنی حیاتِ کاملہ حاصل کی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کی چار اعلیٰ ترین صفات کی مظہر ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک ایک کامل مکمل ادارہ ہے اور چاروں خلفائے راشدین اس ادارہ کی شاخوں کی مانند ہیں۔

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ
ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبی، کچھ فرق نہیں اِن چاروں میں

Marfat.com

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ چاروں خلفائے راشدین کی باطنی اور ظاہری شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

- جان لے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ شریعت ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ طریقت ہیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ حقیقت ہیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم معرفت ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سِرّ ہیں۔ (عین الفقر)
- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہوا ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پانی ہیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ آگ ہیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خاک ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اربعہ عناصر کے اس مجموعے کی جان ہیں۔ (باب نہم عین الفقر)
- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ صدق ہیں' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ عدل ہیں' حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ حیا ہیں، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم جود وکرم ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فقر ہیں۔ (عین الفقر)

چاروں خلفائے راشدین کے روحانی وجود کی تاثیر رہتی دنیا تک قائم اور ہر زمانے میں اللہ کی طلب رکھنے والوں کی باطنی پاکیزگی اور روحانی تربیت کا باعث ہے۔ ہم ان کامل ہستیوں کے دینِ اسلام میں کردار کو صرف ان کی ظاہری حیات تک محدود کر دیں تو یہ اس کمال کی نفی ہو گی جو ان ہستیوں نے صحبتِ نبوت ﷺ سے حاصل کیا اور جس کی بنا پر یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں عظیم ترین درجات کے حامل ہیں۔ جو کمال ان چاروں محبوبانِ خاص نے آقا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل کیا' وہ کمال آنے والے طالبانِ مولیٰ کو ان ہی خلفاء کے توسط سے طالبانِ مولیٰ کی اپنی استعداد کے مطابق منتقل ہوتا ہے اور ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ یہ ہی ان پاکیزہ ہستیوں کے کمال کا کمال ہے کہ وہ کبھی نہ ختم ہونے والا ہے۔ اس حقیقت سے اس کمال کو عطا کرنے والے کی کامل مرتبت اور اس کو حاصل کرنے والوں کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔

ان چاروں عاشقانِ نبوت ﷺ کی ذات میں وہ بنیادی اوصاف جن کی بنیاد پر ان

Marfat.com

چاروں کو مقامِ محبوبیت عطا ہوا' یعنی عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ' استقامت' وفا' خلوص' قربانی وغیرہ کی بنا پر ان میں سے کسی کو کسی پر فوقیت دینا مشکل ہے کیونکہ ان اوصاف کی ایک خاص حد تک موجودگی کے بعد ہی کوئی طالب مقامِ محبوبیت تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ ان چاروں کا منتخب خلفاء ہونا اور ان کی شان میں احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ثابت کرتی ہیں کہ ان اوصاف میں ان کے مقامات میں کچھ نمایاں فرق نہیں ہے۔ البتہ کچھ ایسے خاص اوصاف بھی ہیں جن میں بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کو صدق میں' حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کو عدل اور محاسبہ نفس میں' حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کو علم وفقر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہٗ کو شرم وحیا اور غنا میں۔ یہ وہ اوصاف ہیں جن کی استعداد ان حضرات میں ازل سے ہی دوسروں سے قدرے زیادہ تھی جس کی بنا پر انہوں نے ان اوصاف میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نورانی قربت کے فیض سے کمال حاصل کیا اور انہیں آنے والے زمانوں کے طالبانِ مولیٰ تک پہنچانے کا واسطہ اور وسیلہ بنے۔ جیسا کہ حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں:

❁ جب کوئی طالبِ مولیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں داخل ہوتا ہے تو اس پر چار نظروں کی تاثیر وارد ہوتی ہے' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کی نظر سے اس کے وجود میں صدق پیدا ہوتا ہے اور جھوٹ اور نفاق اس کے وجود سے نکل جاتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ کی نظر سے عدل اور محاسبہ نفس کی قوت پیدا ہوتی ہے اور اس کے وجود سے خطرات وہوائے نفسانی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ کی نظر سے ادب وحیا پیدا ہوتی ہے اور اس کے وجود سے بے ادبی وبے حیائی ختم ہو جاتی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کی نظر سے علمِ ہدایت وفقر پیدا ہوتا ہے اور اس کے وجود سے جہالت اور حبِّ دنیا کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد طالب لائقِ تلقین بنتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسے دستِ بیعت فرما کر مرشدی کے لاتخف ولاتحزن مراتب عطا فرماتے ہیں۔'' (شمس العارفین)

❁ طالبِ مولیٰ کے معنی کیا ہیں؟ دل کا طواف کرنے والا اہلِ ہدایت جس کے دل میں صدق ہو' جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ صاحبِ صدق' جیسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہٗ صاحبِ عدل' جیسے

Marfat.com

حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ صاحبِ حیا' جیسے حضرت علی المرتضیٰ صاحبِ غزا (جہاد کرنے والے) اور صاحبِ رضا' جیسے سرتاج انبیاء واصفیا خاتم النبیین رسول رب العالمین صاحبِ شریعت والسرّ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔'' (عین الفقر)

❁ چار صفات چار صحابہ رضی اللہ عنہم کو حاصل ہیں۔ صدق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کو، محاسبہ نفس اور عدل حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہٗ کو، سخاوت وحیا حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہٗ کو اور علم وفقر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو۔ (اسرارِ قادری)

❁ صدیقؓ صدق وعدل عمرؓ و پُرحیا عثمانؓ بود گوئے فقرش از پیغمبرؐ شاہِ مرداں می بود

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ صاحبِ صدق ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ صاحبِ عدل ہوئے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ صاحبِ حیا ہوئے، اور شاہِ مرداں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فقر کی بازی جیتی۔ (عین الفقر)

چنانچہ ان چاروں اصحاب رضی اللہ عنہم کی مہربانی اور نگاہوں کی تاثیر کے بغیر کوئی طالبِ مولیٰ نہ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری حاصل کر سکتا ہے اور نہ فیضِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بلاواسطہ حصول کے لائق بن سکتا ہے۔ جب ایک طالبِ مولیٰ ان مہربان ہستیوں کی نگاہ کے فیض سے ان اوصاف سے متصف ہو جاتا ہے تب ہی آقا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام اسے نعمتِ فقر سے نوازتے ہیں۔ یہ ہستیاں ہی اللہ کے پسندیدہ اوصاف کا منبع' مصدر اور سرچشمہ ہیں۔ آقا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن کے اِن خاص اوصاف میں کمال کے باعث ان چار یاروں کو ان اوصاف کا مالک ومختار بنا دیا۔ یہ ان کا احسان اور فیض ہے کہ ایک طالبِ مولیٰ کو علم بھی نہیں ہونے پاتا اور یہ مہربان ہستیاں اپنے لطف وکرم اور اپنی باطنی وروحانی تاثیر سے مسلسل اس کے وجود سے شر کی صفات کو ختم کر کے اس میں خیر کی پاکیزہ قوتیں اور اوصاف پیدا کر دیتی ہیں۔ ایک طالبِ مولیٰ کے وجود میں اگر صدق ہے تو صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کی باطنی مہربانی سے' اگر عدل ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کی نگاہوں کی تاثیر سے' اگر علم وفقر ہے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے کرم سے' اگر ادب و

Marfat.com

حیاوسخاوت ہے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے باطنی فیض کی بدولت ۔البتہ یہ تمام فیوض طالبِ مولیٰ تک صرف سروری قادری مرشد کامل اکمل کی نگاہ کے توسط سے پہنچتے ہیں ۔وہی واسطہ ہے طالبِ مولیٰ اوران پاکیزہ ہستیوں کے درمیان۔

ان نفوسِ قدسیہ نے اپنی ظاہری حیات میں بھی ایسے اعلیٰ کارنامے کیے جن سے اسلام سربلند ہوااوراپنے وصال کے بعد بھی اپنی باطنی حیات سے دین اسلام کی اصل روح کو ہر زمانے میں قائم رکھے ہوئے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ' حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک ہی باغ کے چار اعلیٰ ترین پھول ہیں ایک ہی گلشن کی کلیاں ہیں اور ایک ہی ماہتاب کی کرنیں ہیں۔ان کا اللہ ایک، رسول ایک، محبوب ایک، معشوق ایک، مشرب ایک، طریقہ ایک تھا۔یہ فرق اور تفرقے اہلِ ظاہر نے ڈال رکھے ہیں ورنہ فقر اور باطن کی جس انتہا پر وہ تھے وہاں تو اُن چیزوں کا گزر تک نہیں ہوتا جن کو یہ اُن کی طرف منسوب کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ سب کو دینِ حق اور صراطِ مستقیم کو سمجھنے کا شعور عطا فرمائے۔جہاں تک اہلِ فقر کا تعلق ہے تو وہ جانتے ہیں کہ ان چار خلفاء کی نگاہوں کی تاثیر اور توجہ کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

خلفائے راشدین پر کثیر کتب میں حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو خلفائے راشدین میں شامل نہیں کیا گیا حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد پنجم ہیں اگر آپ رضی اللہ عنہ کا عرصہ خلافت پانچ ماہ دس دِن نکال دیا جائے تو حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ''میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی'' کے مطابق خلافتِ راشدہ کا عرصہ تیس سال مکمل نہیں ہوتا اس لیے آپ رضی اللہ عنہ برحق خلیفہ راشد ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو خلفائے راشدین کی حقیقت اور معرفت نصیب فرمائے۔(آمین)

عاجز و خاکسار

سلطان محمد نجیب الرحمٰن سروری قادری

Marfat.com

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
اور
خلفائے راشدین کا
شجرہ نسب

بعض علماءِ انساب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قریش کا شجرہ نسب حضرت آدم علیہ السلام تک اور بعض نے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک بیان فرمایا ہے لیکن محقق اور مُسلّم شجرہ نسب عدنان تک متفق علیہ ہے۔ ''عدنان'' سے اوپر علماء انساب میں اختلاف ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اپنا شجرہ نسب بیان فرماتے تو عدنان پر ختم فرما دیتے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اپنا شجرہ نسب عدنان تک بیان فرماتے اور فرماتے کہ اس سے اوپر کا ہمیں علم نہیں لیکن اس پر سب اہلِ انساب، اہلِ تحقیق اور اصحابِ تاریخ متفق ہیں کہ عدنان کے جدِ اعلیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ ہم بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، خلفائے راشدین اور قریش کا شجرہ نسب عدنان ہی سے درج کر رہے ہیں:

Marfat.com

- عدنان
- معد
- نزار
- مُضر
- الیاس
- مدرکہ
- خزیمہ
- کنانہ
- نضر
- مالک
- فہر (قریش)
- غالب
- لوئی
- کعب
  - مُرّہ
    - کلاب
      - قصی
      - عبدمناف
        - ہاشم
          - عبدالمطلب
            - عبداللہ
              - حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ
            - ابوطالب
              - حضرت علی کرم اللہ وجہہ (خلیفہ چہارم)
              - حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ (خلیفہ پنجم)
        - عبدشمس
          - اُمیہ
          - ابوالعاص
          - عفان
          - حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (خلیفہ سوم)
    - تیم
      - سعد
      - کعب
      - عمرو
      - عامر
      - عثمان ابوقحافہ
      - حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (خلیفہ اوّل)
  - عدی
    - رزاح
    - قرط
    - عبداللہ
    - رباح
    - عبدالعزیٰ
    - نفیل
    - خطاب
    - حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (خلیفہ دوم)

خلیفہ راشد اوّل

خلیفۃ الرّسول، رفیقِ رسول، امامِ صدیقین
سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اپنے درجات اور مراتب میں اس قدر بلند ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہٗ کو عارفین کے سردار، اہلِ تقویٰ میں سب سے اعلیٰ، اصحابِ تجرید وتفرید کے امام، رفیقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، امامِ صدیقین اور افضل البشر بعد الانبیاء کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ کوئی عارف حضرت سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہٗ کے مقام ومرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ سالکین کے لئے آپ رضی اللہ عنہٗ مشعلِ راہ ہیں۔ سالک یا طالب کے لئے ضروری ہے کہ پورے خلوص اور صدق سے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہٗ کی پیروی کرے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''میں نبی ہوں'' تو وہ کسی معجزے کا مطالبہ کیے بغیر ایمان لے آئے اور جب یہ فرمایا کہ مجھے معراج کی سعادت حاصل ہوئی ہے تو انہوں نے تصدیق کی۔ آپ رضی اللہ عنہٗ امامِ صدیقین اس طرح ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انعام یافتہ گروہوں کو چار حصوں میں تقسیم فرمایا تو دوسرے گروہ کا نام آپ رضی اللہ عنہٗ کے لقب صدیق پر صدیقین رکھا اور اس گروہ کو دوسرے نمبر پر رکھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل کیا یعنی انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ (النساء 69)

یہاں صدیقین سے مراد عارفین ہیں۔ صدیق کا مرتبہ کئی صحابہ کو حاصل تھا لیکن امامِ صدیقین اور

صدیقِ اکبر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علی وآلہٖ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:۔

مَافَضَلَ اَبَابَکْرٍ بِکَثْرَۃِ الصَّلٰوۃِ وَلَابِکَثْرَۃِ التِّلَاوَۃِ وَالصَّوْمِ وَلٰکِنْ شَیْئٌ وَ قَرَفِیْ قَلْبِہٖ ہ

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی فضیلت نماز' تلاوت اور روزوں کی کثرت کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کے دل میں قرار پانے والی ایک اعلیٰ چیز کی وجہ سے ہے جو کہ میری محبت ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ تقویٰ اور ایمانِ کامل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عشق ہے اور یہی صدق ہے۔

اس حدیثِ مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ امامِ عاشقین بھی ہیں اور یہ بات آپ کے ہر عمل سے ثابت ہوتی ہے۔

ایک اور ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

مَاصَبَّ اللّٰہُ شَیْئًا فِیْ صَدْرِیْ اِلَّا قَدْ صَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ ہ

ترجمہ: جو چیز اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالی تو میں نے اس کو ابوبکر کے دل میں ڈال دیا ہے۔

❁ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب سلطان الوھم میں فرماتے ہیں:

سالک یا طالبِ مولیٰ کو حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح ہونا چاہیے کہ صدقِ دل اور اخلاصِ دل سے اپنا تمام مال' اپنی جان اور آل اولاد اپنے مرشد کامل پر قربان کرنے سے دریغ نہ کرے۔ جب اس طرح کے طالبِ صادق کا اور مرشد کامل اکمل کا آپس میں اتصال اور اتحاد ہوتا ہے تو ان کا کام روز بروز ترقی کی منازل طے کرتا چلا جاتا ہے اور ان کا معاملہ بلند سے بلندتر ہو جاتا ہے۔ لَوْوَزَنَ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرٍ مَعَ اِیْمَانِ النَّاسِ لَرَجَعَ ہ ترجمہ: اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کا مقابلہ دوسرے لوگوں کے ایمان کے ساتھ کیا جاتا تو آپ رضی اللہ عنہ کا ایمان سب پر غالب آجاتا۔ کیا آپ جانتے ہیں ایسا کیوں ہوتا؟ اور صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور دوسرے لوگوں میں کون سی چیز حجاب تھی؟ وہ صدق ہے۔ کیونکہ باعتبار صدق جو فیض حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حاصل کیا وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ حاصل نہ کر سکے۔ انہوں نے وہ فیض کیوں نہ

Marfat.com

حاصل کیا؟ اس لئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تصرف تو سب پر اس طرح برابر تھا جس طرح سورج کی روشنی ہر چیز پر برابر پڑتی ہے مگر فیض کا حصول بقدر استعداد ہوتا ہے۔

پرتوِ خورشید عشقت برہم تابد ولیکن سنگ بیک نوع نیست تا گوہر شوند

ترجمہ: سورج کی روشنی تو ہر ایک پتھر پر برابر پڑتی ہے لیکن تمام پتھر ایک جیسے نہیں ہوتے کہ لعل یا قیمتی موتی بن جائیں۔

پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

پس اسی طرح ہر انسان کی صلاحیتیں یکساں نہیں ہوتیں بلکہ ہر ایک میں اپنی اپنی استعداد ہوتی ہے۔ اسی استعداد کے مطابق ہر ایک نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات بابرکات سے فیض حاصل کیا۔ پس اسی طرح پیر (مرشد کامل اکمل) اور مرید (سالک یا طالب) دونوں کا ایک دوسرے سے تعلق ہوتا ہے اگر ایک طرف بھی کمزوری یا کوتاہی ہو تو اللہ تعالیٰ کی معرفت کا کام انتہا کو نہیں پہنچتا یعنی پیر کامل ہو لیکن مرید صادق نہ ہو یا مرید صادق ہو پیر کامل نہ ہو تو بھی معاملہ نہیں بنتا اور کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔

✿ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"پیر کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح اور مرید کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح ہونا چاہیے۔"

(عین الفقر)

یعنی طالب (سالک، مرید) کو صدق میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح ہونا چاہیے۔

فضائل سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِلَّا تَنۡصُرُوۡهُ فَقَدۡ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذۡ اَخۡرَجَهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ثَانِىَ اثۡنَيۡنِ اِذۡ هُمَا فِى الۡغَارِ اِذۡ يَقُوۡلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنۡزَلَ اللّٰهُ سَكِيۡنَتَهٗ (سورۃ توبہ۔40)

ترجمہ: ''اگر تم میرے حبیب کی امداد نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی امداد کی جب کافروں نے انہیں نکالا اس حال میں کہ وہ دو میں سے دوسرے تھے جب کہ وہ دونوں غار میں تھے اور وہ اپنے صاحب کو کہہ رہے تھے کہ غمگین نہ ہو، بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے، پس اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص سکون نازل فرمایا۔''

مفسرین فرماتے ہیں ''صاحب'' ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور ان پر ہی سکون نازل کیا گیا تھا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو پرسکون رہے تھے''۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام زمین والوں پر عتاب فرمایا اور ارشاد فرمایا: '' اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ (اگر تم میرے حبیب کی مدد نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی امداد کی)

ارشادِ ربانی ہے:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۙ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۚ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۙ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۚ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ؏ (سورہ الیل 17 تا 21)

ترجمہ: ''اور آگ سے بچے گا وہ بہت متقی جو اپنا مال خرچ کرتا ہے اور کسی کا اس پر احسان نہیں ہے جس کا بدلہ دیا جائے مگر ربِ اعلیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اور عنقریب وہ راضی ہو جائے گا۔''

تفاسیر میں ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ ان سے روایت ہے ''میں نے غار میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا اگر ان کافروں میں سے کوئی اپنے قدموں کے نیچے دیکھے تو ہمیں دیکھ لے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ! تمہارا ان دو کے بارے میں کیا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا ثالث ہے۔'' (بخاری و مسلم)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمان مبارکہ ہیں:

- میں نے کسی کو اسلام کی دعوت نہیں دی مگر اس میں اس کی طرف سے ایک گونہ تردد اور فکر پائی لیکن ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے جب میں نے اسلام کا ذکر کیا تو انہوں نے بلا توقف و تردد اس کو

قبول کرلیا۔کیاتم میرے دوست کا ستانا میری خاطر چھوڑ دو گے۔ میں نے کہا کہ اے لوگو میں تم سب کے پاس اللہ کی طرف سے رسول ہوکر آیا ہوں تم نے کہا جھوٹ' ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے کہا سچ ہے۔ (بخاری)

- سوائے نبی کے آفتاب کسی ایسے شخص پر طلوع یا غروب نہیں ہوا جو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے زیادہ بزرگ ہو۔
- سوائے نبیوں کے ابوبکر رضی اللہ عنہ سب آدمیوں سے بہتر ہیں۔
- اللہ تعالیٰ آسمان پر اس بات کو ناپسند فرماتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ خطا کریں۔
- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نمایاں ہوئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی نسبت فرمایا کہ یہ دونوں انبیاء اور مرسلین کے سوا سارے اگلے پچھلے ادھیڑ عمر والے جنتیوں کے سردار ہیں لیکن ان کو خبر نہ کرنا۔اس حدیث کو ابنِ عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی روایت فرمایا ہے۔
- حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے راوی حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ حدیث حضرات ابنِ عباس رضی اللہ عنہ' ابنِ عمر رضی اللہ عنہ' ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بھی روایت کی ہے کہ حضور اکرم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میری اُمت میں میری اُمت پر سب سے زیادہ مہربان ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہیں''۔
- رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی نبی ایسا نہیں ہے جس کے دو وزیر اہل آسمان میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہوں میرے دو وزیر آسمان والوں میں سے جبرائیلؑ اور میکائیلؑ ہیں اور دو اہلِ زمین سے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اور عمر (رضی اللہ عنہ) ہیں۔
- بلند مرتبہ (جنتیوں) کو نیچے درجے والے اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم کنارۂ آسمان پر روشن ستاروں کو دیکھتے ہو۔ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ ان ہی میں ہیں۔
- حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام' مہاجرین اور انصار کے مجمع میں تشریف لائے تھے

Marfat.com

جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ہوتے تھے اہلِ جلسہ میں سے کوئی صاحب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب نگاہ نہیں اٹھاتے تھے سوائے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے۔ یہ دونوں صاحب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب دیکھتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف اور یہ دونوں صاحب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب دیکھ کر مسکراتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف دیکھ کر تبسم فرماتے تھے۔

❁ ایک روز سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دولت خانہ سے مسجد میں اس شان سے تشریف لائے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں بائیں تھے اور آپ ان کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور فرمایا ہم اسی طرح قیامت کے دن اٹھیں گے (دیکھیں اسی کا انتظام کہ دونوں صحابی رضی اللہ عنہم روضۂ اقدس میں پہلوئے مبارک میں دفن ہیں)۔

❁ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ (قیامت کے دن) سب سے اول میرے اوپر سے زمین کشادہ ہوگی پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پھر عمر رضی اللہ عنہ سے۔

❁ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ دونوں میرے سمع اور بصر ہیں (یعنی میرے کان اور آنکھیں ہیں)۔

❁ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے) فرمایا کہ تم میرے رفیقِ حوض (کوثر) اور میرے رفیقِ غار ہو۔

❁ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جن شخصوں کا میرے اوپر صحبت اور مال میں سب سے زیادہ احسان ہے ان میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہیں اور اگر میں کسی کو اپنا خلیل (ولی دوست) بناتا تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو بناتا۔

یہ حدیث تیرہ صحابیوں نے روایت کی ہے اور امام سیوطی نے اس کو متواتر حدیثوں میں داخل کیا ہے:۔

❁ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ ہم نے نہ دے دیا ہو مگر ابوبکر (رضی اللہ عنہ)۔ کہ ان کا جو احسان ہمارے ذمہ ہے اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے

Marfat.com

دن دے گا اور کبھی کسی کے مال نے وہ نفع مجھ کو نہیں دیا جو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے مال نے دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس ارشادِ مبارک کو سُن کر روئے اور کہا! ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا میرا مال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مال نہیں ہے۔

❁ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ایک روز) حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی شان میں کچھ کہا ہے؟ تو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہا ہے۔ فرمایا مجھ کو پڑھ کر سناؤ۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ یوں گویا ہوئے ''وہ غار میں دو میں دوسرے تھے جب وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لے کر پہاڑ پر چڑھے تو دشمن نے اِن کے گرد چکر لگائے اور تمام صحابہ کو معلوم ہے کہ وہ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی شخص کو اس کے برابر شمار نہیں کرتے''۔ یہ سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قدر تبسم فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اے حسان! تم نے سچ کہا وہ بالکل ایسے ہی ہیں جیسے تم نے کہا۔''

❁ حضرت ابی اروی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ آئے ان کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے تم دونوں کے ذریعہ سے میری تائید کی۔''

❁ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ابوبکر (رضی اللہ عنہ) غار میں میرے رفیق تھے اور غار میں میرے مونس تھے۔ مسجد میں جس قدر کھڑکیاں ہیں سب بند کر دو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی کھڑکی کے سوا۔''

جب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعمیر ہوئی تو اس کے گرد مکانات تعمیر ہوئے تھے صحابہ کرامؓ کے مکانوں کی کھڑکیاں مسجد کی جانب تھیں رحلت کے قریب ارشاد ہوا کہ سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے۔ (اس حدیث کا جز وثانی مسلم وترمذی نے بھی روایت کیا ہے)

❁ ارشاد مبارک ہے ''الٰہی ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو قیامت کے دن جنت میں میرے ہی درجہ میں جگہ دینا۔''

❁ ارشاد مبارک ہے: ابوبکر (رضی اللہ عنہ) تم کو اللہ نے دوزخ سے آزاد کر دیا۔

❁ ارشاد مبارک ہے: ابوبکر (رضی اللہ عنہ) بارگاہِ الٰہی سے تم کو سب سے بڑی خوشنودی عطا ہوئی۔ دریافت کیا سب سے بڑی خوشنودی کیا ہے؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے لئے تجلّی عام فرمائے گا اور تمہارے لئے تجلّی خاص۔

❁ اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ اور مومنین کو اس سے سخت انکار ہے کہ تمہارے متعلق اختلاف ہو۔ اگر کوئی مجھ کو نہ پائے تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس آئے۔

ایک صحابیہ بی بی نے مدینہ میں آکر مسئلہ دریافت کیا جب رخصت ہونے لگیں تو عرض کی کہ یارسول اللہ اگر آئندہ میں آؤں اور آپ نہ ملیں تو مسئلہ کس سے دریافت کروں۔ ان کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد بالا صادر فرمایا:۔

❁ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو حکم دو کہ نماز پڑھائیں۔

جب مرضِ وفات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لے جا کر امامت نہ فرما سکے تو ارشادِ بالا صادر ہوا۔

❁ ہاں اور میں امید کرتا ہوں کہ تم ان میں سے ہوگے۔

ایک بار حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت کے دروازوں اور ان میں سے داخل ہونے والوں کا ذکر فرما رہے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی ایسا بھی ہوگا جو سب دروازوں سے داخل ہو اس کے جواب میں مذکورہ بالا حدیث جواب ہوئی۔

❁ امام بخاری و مسلم راوی ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انسانوں سے زیادہ کون محبوب ہے؟ فرمایا عائشہ (رضی اللہ عنہا)! میں نے عرض کیا مردوں میں سے؟ فرمایا ان کے والد، میں نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ)! بے شک اللہ تعالیٰ آسمان کے اوپر اس بات کو پسند نہیں

Marfat.com

فرماتا کہ ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) زمین پر خطا کریں۔

❁ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرضِ وفات میں فرمایا: ''میرے پاس اپنے باپ اور بھائی کو بلاؤ تا کہ میں کتاب لکھ دوں کیونکہ مجھے خوف ہے کوئی آرزو کرنے والا آرزو کرے اور کہنے والا کہے کہ میں زیادہ حقدار ہوں اللہ تعالیٰ اور ایمان والے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے ماسوا کا انکار کرتے ہیں۔'' (مسلم شریف)

❁ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیل تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض شدت اختیار کر گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ابوبکر (رضی اللہ عنہ) رقیق القلب ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ کھڑے ہوں گئے تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو کہو لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ انہوں نے دوبارہ وہی گزارش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو کہو لوگوں کو نماز پڑھائیں تم تو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کی عورتوں جیسی ہو۔ چنانچہ کسی شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پیغام پہنچایا تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات میں لوگوں کو نماز پڑھائی۔'' (بخاری و مسلم شریف)

❁ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میرے پاس ابھی حضرت جبرائیل امینؑ تشریف لائے تو میں نے کہا کہ جبرائیل مجھے عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کے فضائل بیان کرو، انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنا عرصہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کروں جتنا عرصہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم میں قیام فرمایا یعنی ساڑھے نو سو سال تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل ختم نہیں ہونگے اور عمر رضی اللہ عنہ، ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہیں۔''

❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) میری اُمت سے جنت میں پہلے جانے والے تم ہوگے۔

Marfat.com

❁ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار تھے، ہم میں سے بہتر تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم سب سے زیادہ محبوب تھے۔ (ترمذی شریف)

❁ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جس نے بھی ہماری خدمت کی ہم نے اسے بدلہ دے دیا سوائے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے۔ کیونکہ انہوں نے ہماری ایسی خدمت کی ہے جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن عطا فرمائے گا اور مجھے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے مال جتنا کسی کے مال نے فائدہ نہیں دیا۔''

❁ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث فرمایا تم نے مجھے جھٹلایا اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے میری تصدیق کی اور جان و مال کے ساتھ میری خدمت کی'' (بخاری شریف)

❁ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے وہ شخص بتاؤ جو سب سے زیادہ بہادر ہے۔ حاضرین نے عرض کیا آپ سب سے زیادہ بہادر ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے ہمیشہ برابر کے جوڑ کا مقابلہ کیا ہے مجھے بتاؤ کہ سب سے زیادہ دلیر کون ہے؟ حاضرین نے کہا ہم نہیں جانتے آپ رضی اللہ عنہ بتلائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، بدر کے دن ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے عریش (چھپر) تیار کیا تو ہم نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کون ہوگا تاکہ مشرک اس طرف کا رخ نہ کرسکیں؟ بخدا! ہم میں سے کوئی آگے نہیں بڑھا سوائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے، وہ تلوار سونت کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کر رہے تھے جو کافر اس طرف آگے بڑھتا اس پر حملہ آور ہوتے اس لئے آپ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ دلیر ہیں۔'' یہ روایت علامہ سیوطی نے بیان کی ہے۔

❁ علامہ سیوطی کے رسالہ اور علامہ ابنِ حجر مکی کی تصنیف ''اسنی المطالب'' میں ہے کہ امام بزاز اور ابونعیم فضائلِ صحابہ میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

Marfat.com

لوگو! مجھے بتاؤ کہ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ انہوں نے کہا ہم نہیں جانتے آپ رضی اللہ عنہ بتائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا قریش نے آپ کو پکڑا ہوا تھا ایک شخص آپ پر غالب آنے کی کوشش کر رہا تھا دوسرا آپ کو گرانا چاہتا تھا اور وہ کہہ رہے تھے تم ہی وہ ہو جس نے کئی معبودوں کو ایک بنا دیا ہے۔ بخدا ہم میں سے کوئی قریب نہیں گیا سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کہ وہ ایک کو مارتے ہوئے دوسرے کو دھکیلتے ہوئے آگے بڑھے اور فرمایا: تمہارے لئے ہلاکت ہو تم اس ذاتِ کریم کو اس لئے شہید کرنا چاہتے ہو کہ وہ فرماتے ہیں میرا ربّ اللہ تعالیٰ ہے''۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو چادر اوڑھی ہوئی تھی اٹھائی اور رو دیئے اور اتنا روئے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی داڑھی مبارک تر ہو گئی، پھر فرمایا ''میں تم سے پوچھتا ہوں کہ آلِ فرعون کا مومن بہتر تھا یا ابوبکر رضی اللہ عنہ؟'' لوگ چپ رہے تو فرمایا ''جواب کیوں نہیں دیتے؟ بخدا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک ساعت آلِ فرعون کے مومن سے بہتر ہے اس نے اپنا ایمان چھپایا تھا اور انہوں نے اپنے ایمان کا اعلان کیا۔''

❁ امام بزاز حضرت اسید بن صفوان سے روایت کرتے ہیں ''جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ کا جسدِ مبارک کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا۔ مدینہ طیبہ آہ وبکا سے گونج اٹھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روزِ وصال جیسی لوگوں پر دہشت چھا گئی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تیزی سے چلتے ہوئے انا للّٰہ و انا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے تشریف لائے کہ آج خلافتِ نبوت (کا ایک دور) ختم ہو گئی حتیٰ کہ اس مکان کے دروازے پر کھڑے ہو گئے جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور فرمایا:

''اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ آپ (رضی اللہ عنہ) پر رحم فرمائے۔ آپ اسلام لانے میں سب سے پہلے، ایمان لانے میں سب سے زیادہ مخلص، یقین میں سب سے زیادہ مضبوط، سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والے، سب سے زیادہ مشقت اٹھانے والے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سب سے زیادہ حفاظت کرنے والے، راہِ اسلام پر سب سے تیز، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سب

Marfat.com

سے زیادہ امین، صحبت میں سب سے بہتر، مناقب میں سب سے افضل، نیکیوں میں سب سے سبقت والے، درجے میں سب سے بلند، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب، سیرت، اخلاق اور عمر میں آپ کے سب سے زیادہ مشابہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سب سے زیادہ معتمد، مرتبے کے اعتبار سے سب سے اشرف اور سب سے زیادہ مکرم تھے اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہ کو اسلام، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔"

❁ ابو جحیفہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حفاظتی عملہ میں شامل تھے، انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ایک قول نقل کیا ہے "امت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے محترم شخصیت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کا درجہ ہے۔" عبد خیر نے یہی الفاظ کوفہ کی مسجد میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے سنے اور کہا کہ جس وقت وہ یہ کہتے تھے کہ وہ چاہیں تو اس سلسلے کے تیسرے آدمی کا بھی نام لے سکتے ہیں تو ان کی مراد عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ سے ہوگی۔

❁ نیرید بن وہب کا بیان ہے کہ سوید بن غفلتہ ایک دن امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ملنے گئے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا سوید نے عرض کی:

"امیر المومنین میں بعض لوگوں سے ملا ہوں جو ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے درجے سے گرانے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کی عظیم خدمات کا انکار کرتے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ غضب ناک ہو گئے اور اپنی مٹھیاں بھینچتے ہوئے منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا:

"اس ذات کی قسم جو دانے کو اگاتا ہے اور مخلوق کو پالتا ہے ان دونوں (ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ) سے وہی محبت کرے گا جو مومن اور صاحبِ فضیلت ہوگا۔ ان سے بغض وعناد رکھنا شقاوت اور گمراہی ہے۔ محبتِ شیخین باعث قربِ الٰہی اور ان سے عناد، ضلالت کا سبب ہے آخر لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان بھائیوں، وزیروں، دوستوں اور سردارانِ قریش کا یوں (بہ بدی) ذکر کرتے ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے نام برائی سے لینے والوں سے میں بری ہوتا

Marfat.com

ہوں اور ایسے بدگو کو اس کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔''

❁ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور میرے سوا کوئی نہیں تھا کہ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے تشریف لائے انہیں۔ دیکھتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''علی (رضی اللہ عنہ) دیکھنا انبیاء اور مرسلین کے سوا جتنے بھی معمر اہلِ جنت ہیں خواہ وہ قدیم عہد سے متعلق ہوں یا جدید عہد سے یہ ان سب کے سردار ہوں گے۔ علیؓ اس بات کو اپنے تک رکھنا ان دونوں سے مت کہنا'' حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ میں نے ان دونوں کی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ بشارت انہیں نہیں سنائی اور نہ یہ بات کسی اور سے کہی۔ (اس حدیث کو شعبی اور ثعلب نے بھی روایت کیا ہے)۔

❁ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم جنگِ نہروان سے فارغ ہو چکے یعنی فتح حاصل کر چکے تو ایک دن فرمایا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد اس اُمت کے سب سے بڑے لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ ہیں ان دونوں کے بعد ہمارے معاملات اور مسائل ایسی شکل اختیار کر گئے کہ ان کا فیصلہ اب اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔''

❁ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے محمد رضی اللہ عنہ اور محمد رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ قریش کے ایک فرد نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے عرض کیا ''امیر المومنین آپ رضی اللہ عنہ کبھی کبھی اپنے خطبات میں فرمایا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم میں وہی صفات پیدا کر دے جس سے تو نے خلفائے راشدین کو نوازا تھا تو کون ہیں یہ خلفائے راشدین۔ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے فرمایا! بیٹے میری مراد اپنے گرامی قدر حبیبوں اور تمہارے چچاؤں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ سے ہوتی ہے' رشد و ہدایت کے امام اسلام کے مشائخ' قریش کے بزرگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد امت کے مقتدا اور پیشوا' وہ جن کی اتباع راہِ رشد پر لے جاتی ہے اور لغزشوں اور خطاؤں سے محفوظ رکھتی ہے۔''

❁ اسماعیل بن عبدالرحمٰن نے عبد خیر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو

فرماتے سنا ہے "اللہ تعالیٰ نے جملہ حاکموں اور اولیاء امور کے لئے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کو حجت اور معیارِ مطلق بنایا ہے۔"

ولادت باسعادت

آپ کا نام عبدالکعبہ تھا، قبولِ اسلام کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ نام رکھا۔ ابوبکر کنیت۔ سب سے زیادہ شہرت کنیت نے حاصل کی۔ نسبتاً قریشی ہیں اور قبیلہ تیم سے تعلق ہے۔ چھٹی پشت میں شجرہ نسب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جاملتا ہے۔ سلسلہ نسب یوں ہے:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مُرہ بن کعب بن لوی بن غالب۔

چھٹی پشت میں مُرہ بن کعب پر پہنچ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جاملتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد کا نام عثمان کنیت ابوقحافہ تھی فتح مکہ کے وقت نوے برس کی عمر میں اسلام لائے اور 14ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں وفات پائی۔ والدہ کا نام سلمٰی اور کنیت اُم الخیر تھی اوّلین دور میں اسلام سے مشرف ہوئیں۔

آپ عام الفیل کے ڈھائی برس بعد 573ء میں پیدا ہوئے (یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے ڈھائی سال بعد) ایامِ جاہلیت میں قریش کے رؤسا میں سے تھے۔ ذریعہ معاش تجارت اور خوشحال و دولت مند تھے۔

قبولِ اسلام

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آباؤاجداد کا موروثی پیشہ تجارت تھا اور یہ لوگ اپنی تجارت کے سلسلے میں شام اور یمن بھی جایا کرتے تھے۔ روایات میں ملتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور نبی

Marfat.com

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شروع ہی سے محبت وعقیدت رکھتے تھے۔ جس وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مکہ سے باہر تھے‘ لیکن اس اعلان پر وہ جلد ہی مکہ مکرمہ پہنچے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس طرح کی عقیدت اور ایمان وایقان کا اہلِ قریش نے برملا طور پر تمسخر بھی اڑایا۔ ان تمسخر اڑانے والوں میں ابوجہل‘ عتبہ اور شیبہ سرِ فہرست تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جویانِ حق میں سے تھے۔ حلیم اور سلیم الطبع بھی تھے اس کے ساتھ ساتھ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت سے پہلے کی زندگی کے بھی گواہ اور شاہد تھے۔ اس لئے انہوں نے بلا حیل وحجت نہ صرف برملا دعوتِ اسلام کو قبول کر لیا تھا بلکہ اپنی متمول اور معتبر حیثیت کو بھی خدمت اسلام کے لئے بروئے کار لانا شروع کر دیا تھا۔

”تاریخ الخلفاء“ کے مصنف علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے جب بھی کسی شخص کو اسلام کی دعوت دی تو ہر ایک نے کسی نہ کسی حد تک آغاز میں پس وپیش اور حیل وحجت سے کام لیا ہے۔ لیکن ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اس حوالے سے ممتاز اور یکتا ہیں کہ انہوں نے قبولِ اسلام میں کسی بھی طرح کی حیل وحجت سے کام نہیں لیا۔

تبلیغِ اسلام

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دینِ اسلام کو قبول کیا اس وقت ان کی عمر سینتیس یا اڑتیس سال تھی۔ اسلام قبول کرنے سے پیشتر بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آپس میں محبت بھرے تعلقات قائم تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاقِ حسنہ‘ سچائی‘ صداقت اور پارسائی سے بجا طور پر متاثر اور واقف تھے‘ اس لئے انہوں نے اسلام قبول کرنے میں حیل وحجت سے کام نہیں لیا تھا بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خود

مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد دوسرے لوگوں کو بھی اسلام کی حقانیت کی جانب مائل کرنے لگے تھے۔انہوں نے جلد ہی اپنے دوستوں اور عزیز و اقارب کو بھی اسلام قبول کر لینے کی ترغیب دینا شروع کردی تھی۔لہٰذا اسی وقت سے انہوں نے اشاعتِ اسلام اور تبلیغ دین کی خاطر اپنی دولت کو بھی بے دریغ خرچ کرنا شروع کردیا۔پھر بعد کے برسوں میں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلم غلاموں کے بھاری معاوضے ادا کر کے انہیں آزاد کرواتے رہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کی ترغیب سے بنوامیہ، بنواسد، بنوزہرہ اور بنوتیم کے کئی عمائدین دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ان عمائدین میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ شامل ہیں ان ہی میں کئی بزرگان عشرہ مبشرہ میں، یعنی دس بزرگ ترین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہ جنہیں جنت کی خوشخبری دی گئی، شامل ہیں۔ بہرصورت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ان کوششوں اور دعوتی سرگرمیوں نے اسلام کی قوت میں بجاطور پر اضافہ کیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی دولت سے کئی ناتواں اور کمزور نومسلم غلاموں کا معاوضہ ادا کر کے آزاد کروایا جن میں اہم حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں۔ گویا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی دولت کو ایک جانب تو غلاموں کا معاوضہ ادا کرنے کیلئے، دوسری طرف تبلیغ اسلام کی سرگرمیوں میں اور تیسری طرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے لیے بڑی دریا دلی سے بے دریغ استعمال کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ان کوششوں سے مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا اور مسلمانوں کی مالی پریشانیاں بھی ختم ہوتی رہیں۔

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس وقت اپنی باقاعدہ اور عام دعوتِ اسلام کا سلسلہ شروع فرمایا تو کفار نے بھی اپنی مخالفتیں شدید کردیں لیکن اس کے باوجود حضرت ابوبکر

Marfat.com

صدیق رضی اللہ عنہ ہمیشہ یہی درخواست کیا کرتے تھے کہ اظہارِ دین اور اشاعتِ اسلام کا کام سرعام کیا جائے اگرچہ کفار کی اکثریت تھی اور مسلمانوں کی تعداد صرف انتالیس تھی۔

اسی دور میں ایک روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس خواہش اور آرزو کو پورا کرنے کیلئے سرعام تبلیغِ دین کا قصد فرمایا۔ اس مقصد کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مسجد الحرام میں تشریف لے گئے وہاں پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دعوت دی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ کسی نے حرم شریف میں آ کر لوگوں کو اس طور کھلم کھلا اسلام کی دعوت دی ہو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس دعوت پر کفار اور مشرکین ان پر ٹوٹ پڑے، بلکہ ان ظالم لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو گرا لیا اور انہیں مارنے لگے۔ عتبہ بن ربیعہ نے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے چہرے پر بھی ضربات لگائیں۔ یہ حال دیکھ کر ان کے قبیلے والے آگے بڑھے اور انہیں چھڑا کر گھر لے آئے اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محفوظ مقام پر لے گئے۔ شام کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہوش آیا تو انہوں نے پہلا سوال ہی یہی کیا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال ہے" اس پر پہلے تو ان کی والدہ نے کہا کہ مجھے کچھ نہیں معلوم۔ پھر اُمِ جمیل فاطمہ بنتِ خطاب رضی اللہ عنہا کے ذریعے سے معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحیح اور تندرست ہیں۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا "آخر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کہاں" اس پر بتایا گیا کہ آپ دار ارقم میں ہیں یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا "جب تک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل نہ لوں گا اس وقت تک کچھ نہ کھاؤں گا اور کچھ نہ پیوں گا"۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اصرار پر انہیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ان کی والدہ لے کر گئیں۔ نبی رحمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ حال دیکھا تو انہیں چوم لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

اس وقت تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی والدہ مسلمان نہیں ہوئی تھیں، لیکن اس لمحے تو وہ خود

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لے کر حضور نبی اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ان کے لئے دعا کی التجا کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا فرمائی تو وہ مسلمان ہوگئیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سب سے قریبی اور جاں نثار ساتھیوں میں سے تھے۔ انہوں نے پیغمبر اسلام کے شانہ بشانہ کئی جنگوں میں بھرپور اور بڑھ چڑھ کر عملی حصہ بھی لیا۔ اسی حوالے سے وہ عساکر محمدی کے ایک آزمودہ کار جرنیل کا درجہ بھی رکھتے ہیں۔ اسلام سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وارفتگی اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ عشق کی یہ کیفیت تھی کہ ایک بار ان کے بیٹے عبدالرحمٰن (بن ابوبکر رضی اللہ عنہ) نے بتایا کہ جب وہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے اور غزوہ بدر میں کفار کی جانب سے مسلمانوں کے مقابلے میں لڑ رہے تھے تو ایک موقع ایسا بھی آیا کہ جب ان کے والد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عین ان کی تلوار کی زد میں تھے لیکن انہوں (عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ) نے درگزر سے کام لیا۔ یہ سنتے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بے ساختہ انداز میں فرمایا ”بخدا اگر عبدالرحمٰن ان کی زد میں ہوتا تو وہ ضرور اس کا کام تمام کر دیتے۔“

9ھ میں غزوہ تبوک کے موقع پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسلمانوں سے کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا اپنا مال لائیں تاکہ مسلمانوں اور مدینہ کے تحفظ اور دفاع کے انتظامات کئے جاسکیں۔ اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مدینہ کے لوگوں میں زیادہ متمول اور زیادہ جاں نثار دکھائی دیتے تھے۔ لہٰذا اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ وہ اس بار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سبقت لے جائیں گے اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑی جلدی میں اپنے گھر گئے اور بہت سا مال و متاع لے کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ اس قدر قربانی اور جاں نثاری دیکھ کر نبی رحمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بے حد خوش ہوکر استفسار فرمایا ”اے عمر رضی اللہ عنہ! کیا اپنے گھر والوں کے لئے بھی کچھ چھوڑ کر آئے ہو یا نہیں“۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ”ہاں آدھا حصہ میں اپنے گھر والوں کے لئے چھوڑ آیا ہوں۔“ اور پھر جب یہی سوال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

سے کیا گیا تو انہوں نے بڑی انکساری کے ساتھ بتایا ''میں اپنے اہلِ خانہ کے لئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت چھوڑ کر آیا ہوں۔'' ان الفاظ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایثار اور قربانی کے حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا ''عمر ابوبکر پر کبھی بھی سبقت حاصل نہیں کر سکتا۔''

معراجِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق

جب معراجِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واقعہ پیش آیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندے (اور رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو معراج میں مسجد اقصیٰ لے گیا' پھر سدرۃ المنتہیٰ اور جہاں خدا نے چاہا۔ رسول اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظاہری جسم کے ساتھ پہلے بیت المقدس تک پھر دیدارِ الٰہی کا یہ سفر کائنات کی تاریخ کا انوکھا واقعہ تھا۔ معراجِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کائنات میں اپنی نشانیاں دکھائیں اور یہ نشانیاں کیا تھیں' ان کی تفصیل وتعین اور بیان کے لئے ہمارا فہم' ہمارا علم' ہمارا قیاس اور ہمارے محسوسات اور ہماری عقل وتصورات اور الفاظ وکلمات یکسر ناکافی اور نہایت ادنیٰ ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار سے مشرف فرمایا اور دونوں عاشق اور معشوق، محبّ اور محبوب کے درمیان قابَ قوسین (دو کمانوں کے ملنے جتنا) یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جس خلوص اور عشق ومحبت کے ساتھ معراجِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسریٰ کی تصدیق کی' اس کی مثال کہیں اور نہیں ملتی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں معراج کے حوالے سے سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جب میں نے کہا کہ میں پیغمبر ہوں' تو وہ کسی معجزے کا مطالبہ کئے بغیر ایمان لے آئے اور جب کہا کہ مجھے معراج کی سعادت حاصل ہوئی ہے تو انہوں نے تصدیق کی اور کہا ''اگر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرماتے کہ تمام اہلِ خانہ سمیت مجھے معراج حاصل ہوئی ہے تو یقیناً میں قبول کرتا کیونکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت کو جانتا ہوں'' اسی تصدیق پر آپ رضی اللہ عنہ کو صدیق کا لقب عطا ہوا۔ سبحان اللہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت کو

Marfat.com

جاننے والا ہی اس واقعہ کی تصدیق کرسکتا تھا۔

لقب

حضورِ اکرم صلی اللہ علی وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو ''صدیق'' کا لقب عطا فرمایا۔ حضرت یحییٰ بن سعد رضی اللہ عنہ سے امام طبرانی اور امام حاکم نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اللہ کی قسم اُٹھا کر کہتے سنا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لقب ''صدیق'' آسمان سے اُتارا گیا۔ ابنِ اثیر نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کے حسن و جمال کی وجہ سے ''عتیق'' بھی کہا جاتا ہے۔

ہجرتِ مدینہ

معراجِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مسلمانوں اور ایمان لانے والوں کے لئے لاتعداد خاص انعامات اور رحمتیں ہیں لیکن کفار نے اس معراجِ انسانیت کو بھی اپنی مرضی سے کئی مضحکہ خیز معانی دیئے۔ ان لوگوں نے اس معراجِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی کوئی راہنمائی یا بصیرت حاصل نہ کی بلکہ وہ تو اب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغ و وعظ اور اسلامی تعلیمات سے اس قدر بیزار ہو چکے تھے کہ انہوں نے اس شمع رسالت کو بجھا دینے کے مذموم منصوبے بھی بنا لئے تھے۔ لیکن اس کے برعکس قدرتِ کاملہ کو تو کچھ اور ہی منظور تھا' اسی دوران مکہ سے قریباً دوسو اسی میل دور مدینہ یا یثرب میں اسلام کا پیغام پہنچ چکا تھا۔ لہٰذا کئی وفود نے بڑی خاموشی کے ساتھ یثرب سے مکہ آ کر اسلام قبول کرلیا تھا۔ اس طرح اب مکہ مکرمہ کی بجائے وادی یثرب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشاق پیدا ہو چکے تھے۔ ان لوگوں کی تو اب یہ خواہش تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لے آئیں۔ یثرب کا علاقہ اس دور میں بھی سرسبز اور شاداب تھا' یہاں پر کھجوروں کے باغات اور ہری بھری فصلیں بھی پیدا ہوتی تھیں۔ یہاں کی آب و ہوا اور موسم بھی مکہ کے شدید اور تیز موسم کے مقابلے

Marfat.com

میں خوشگوار تھا۔ یثرب کے لوگ بھی طبعاً اور مزاجاً زیادہ ملنسار، حلیم اور دوست نواز تھے۔ وہاں کے لوگ ایک حد تک امن پسند بھی تھے۔ ہجرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیشتر ہی مدینہ سے آئے ہوئے وفود نے اسلام قبول کرلیا اور بیعت عقبیٰ اولیٰ اور بیعت عقبیٰ ثانی میں انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نہ صرف نبوت کو تسلیم کرلیا تھا بلکہ عہدِ وفا بھی باندھا تھا۔ اسی لئے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ یثرب کی طرف ہجرت کرجائیں۔ پھر مختصر عرصہ میں ہی مسلمان یثرب کی طرف ہجرت کرگئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ہجرت کی کارروائی اور مسلمانوں کے بڑی حد تک مکہ مکرمہ سے ہجرت کرجانے کے بعد دشمنانِ اسلام کو یہ خدشہ دکھائی دینے لگا کہ مسلمان یثرب میں معاشرتی اور معاشی طور پر بہتر ترقی کرسکیں گے اور اپنے نئے مذہب کو بھی آسانی سے پھیلا سکیں گے۔ لہٰذا قریشِ مکہ نے ایک مجلس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قتل کا منصوبہ بنایا جس کے لیے قریشِ مکہ اور تمام ممتاز قبائل میں سے ایک ایک نوجوان کا انتخاب کیا گیا۔ پھر ایک رات انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کو گھیرے میں لے لیا۔ منصوبہ یہ تھا کہ جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کی ادائیگی کے لئے صبح گھر سے نکلیں گے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرڈالیں گے۔ اسی دوران حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مکہ مکرمہ چھوڑ کر ہجرت کرجانے کا حکم مل گیا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مکہ میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی نہ تھا۔ پھر ہجرت کی رات سے ایک دن پہلے دوپہر کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا "اے ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ نے مجھے یہاں سے ہجرت کرجانے کا حکم دیا ہے اور اس ہجرت میں تم میرے رفیق ہوگے۔"

رفیقِ غارِ ثور

اس خوشخبری اور اِذن کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جلد ہی تھوڑا سا ضروری سامان تیار کرلیا

تھا اور ساتھ ہی دو اونٹنیاں بھی سفر کے لئے مہیا کر لی تھیں۔ خاص ہدایت کے تحت یہ اونٹنیاں غارِ ثور کے پاس پہنچانے کا انتظام بھی کر لیا گیا تھا۔

غارِ ثور مکہ مکرمہ کے جنوب کی جانب چھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس غار تک پہنچنے کا راستہ دشوار گزار اور پتھریلا تھا۔ بہرصورت ہجرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں غارِ ثور ہی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلے پڑاؤ کا مقام تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اشارہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غارِ ثور میں چند روز کے قیام کی خاطر وہاں کھانا پہنچانے، دودھ پہنچانے اور دشمنوں کے تعاقب کی خبروں اور ان کے ارادوں کو جاننے کے بھی بخوبی انتظامات کر لئے تھے اور ان امور کی بجا آوری کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت اسما رضی اللہ عنہا، بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ اور اپنے ایک آزاد کردہ معتمد غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو متعین کر رکھا تھا۔

پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امانت داری کے اعتبار سے تمام اہل قریش میں ''امین'' کے لقب سے مشہور تھے۔ وہ لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شدید مخالف اور دشمن ہونے کے باوجود بھی اپنی امانتیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے پاس رکھواتے تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفرِ ہجرت پر روانہ ہونے سے پیشتر لوگوں کی تمام امانتوں کے بارے میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سب کچھ سمجھا دیا تھا اور یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ امانتیں لوگوں کو واپس کر کے وہ بھی یثرب آ جائیں۔

جس رات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے نکل کر غارِ ثور اور پھر یثرب کی جانب جانے لگے، اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم اور تدبیر خیر کے تحت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر میں اپنے بستر پر سلا دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بھی فرمایا ''آپ بے تکلف میرے بستر پر لیٹ جائیں۔ بفضلِ تعالیٰ آپ (رضی اللہ عنہ) کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔''

راویوں اور مورخین کے بیانات اور تذکروں سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کو اس وقت بارہ محاصرین نے گھیر رکھا تھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صبح کے وقت نمازِ فجر کے لئے گھر سے نکلیں گے تو اس وقت ان کا کام تمام کر دیا جائے گا (نعوذ باللہ)۔ لیکن منصوبہ

Marfat.com

ایزدی کے تحت حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر سے محاصرین کے علم میں آئے بغیر اور ان لوگوں کی توجہ سے ماوراہی نکل گئے۔ بہرصورت محاصرین حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس روانگی سے بے خبر رہے تھے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر سے ساتھ لیا اور پھر حسبِ پروگرام غارِ ثور کی جانب روانہ ہوگئے۔ مکہ مکرمہ سے غارِ ثور قریباً چھ میل کے فاصلے پر ہے اور اس تک پہنچنے کا راستہ بھی دشوار گزار ہے اس لئے بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چند ایک مقامات پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر بھی سفر کیا تھا۔ یہی نہیں بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پوری طرح سے چوکس اور ایک محافظ کی طرح اردگرد اور آگے پیچھے بھی پوری توجہ دیتے رہے تھے۔

جب حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غارِ ثور کے دہانے کے قریب پہنچے تو اس وقت بھی اپنی وفاداری اور جاں نثاری کا ثبوت دیتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے غار کے اندر داخل ہو کر غار کی زمین کو پتھروں اور کنکروں سے صاف کیا' تمام سوراخوں کو اپنے کپڑے پھاڑ کر بند کیا تو پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار کے اندر تشریف لے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غارِ ثور کے اندر تین دن اور تین راتیں گذاریں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس غار کے اندر خاصے اضطراب اور حزن وملال کی کیفیت میں رہے کہ کہیں کفار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تلاش نہ کرلیں لیکن اللہ تبارک تعالیٰ نے انہیں ہر طرح کے حزن وملال سے محفوظ و مامون کررکھا تھا۔

کفار اور محاصرین صبح کے وقت یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سوئے ہوئے تھے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو وہاں سے بحفاظت کہیں جا چکے تھے۔ اس پریشانی میں دشمنانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے ہر طرف اپنے آدمی اور سوار بھجوادیئے تاکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکڑ سکیں اور اپنے مذموم ارادے پورے کرسکیں۔ اس لئے اب ان لوگوں

نے رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک لانے والے کے لئے ایک سو اونٹ انعام مقرر کر دیا تھا اس لالچ اور طمع کی خاطر بے شمار لوگ حضور پاک ﷺ کو پکڑ کر لانے کے لئے ہر طرف نکل کھڑے ہوئے تھے۔

لیکن رسولِ مقبول ﷺ کی حفاظت کرنے والا ان دشمنانِ دین کے درمیان میں بھی آپ ﷺ کی حفاظت کر رہا تھا۔ ڈھونڈنے اور تعاقب کرنے والے لوگ کئی بار نشانات ڈھونڈتے ڈھونڈتے غارِ ثور تک پہنچے لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکڑی نے غار کے دہانے پر جالا بن رکھا تھا' اس لئے دشمنوں کو یہ گمان بھی نہ گذرا کہ اللہ کا رسول ﷺ اور ان کا یارِ غار اس غار کے اندر ہیں۔اسی دوران میں ایک بار تو ایسا بھی موقع آیا کہ غار کے اندر دشمنوں کی صدائیں بھی کانوں میں آنے لگی تھیں۔اس صورتِ حال میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بڑے مضطرب ہوئے کیونکہ اگر کوئی بھی دشمن ذرا اونچا ہو کر غار کے اندر جھانکتا تو دونوں غار والے انہیں دکھائی دینے لگتے۔اس بے چینی اور اضطراب کے لمحوں میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تسلی دی اور فرمایا ''ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! غمگین نہ ہو'اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ''شبِ غار کے بعد سے مجھ پر نہ کبھی دین کے معاملہ میں کچھ خوف ہوا اور نہ کبھی پریشانی ہوئی۔''

رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تین رات اور تین دن غارِ ثور میں مقیم رہے۔اس دوران میں ملائکہ کے لشکر غار کی حفاظت کرتے رہے۔عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ ہر رات غارِ ثور میں کھانا لے کر آتے رہے۔اسی طرح بکریوں کے دودھ کا بھی انتظام ہوتا رہا۔پھر تیسری رات گزارنے کے بعد رسول اللہ ﷺ اور یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دو اونٹنیوں پر سوار ہو کر غارِ ثور کو خیر باد کہہ کر یثرب کی طرف روانہ ہو گئے۔

اسی سفرِ ہجرت کے دوران میں ان دونوں غمگسار اور جاں نثار ساتھیوں نے بمقام غدیر مختصر سا قیام کیا۔وہاں پر حضرت نبی اکرم ﷺ نے اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک بکری کے حوالے سے ایک

معجزہ دکھایا۔ اسی سفر کے دوران حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دو واقف کار یعنی عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ بھی ملے۔ بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے تو اپنے قبیلے کے ستر آدمیوں کے ساتھ دینِ اسلام کو بخوشی قبول کر لیا۔

ایک جانب تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی منازل طے کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ یثرب کی طرف بڑھ رہے تھے' اس وقت تک بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ اور ان کے ستر آدمی مسلمان ہو کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قافلہ میں شامل ہو چکے تھے بلکہ اب بڑے قافلے میں بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سب سے آگے آگے پھریرا اٹھائے ہوئے تھے۔ لیکن دوسری جانب مکہ مکرمہ میں کفار نے اپنے عزائم کے ناکام ہونے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خاندان والوں اور دیگر اہل خانہ کو کئی طرح سے مشکلات میں مبتلا کرنا شروع کر دیا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ابوقحافہ مکہ مکرمہ میں ایک طرح سے بے یارومددگار ہو گئے تھے' اس کے علاوہ وہ مالی طور پر بھی تہی داماں ہو گئے تھے کیونکہ اس خاندان میں جو نقد رقم تھی وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی چہیتی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو تو سفاک اور سنگدل ابوجہل نے بہت زدوکوب کیا اور ان کے منہ پر تھپڑ مارا جس سے کان کی بالی گر گئی۔ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خاندان نے یہ مصیبتیں اور اذیتیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت اور اللہ کی رضا سمجھ کر قبول کر لیں۔

قبا میں قیام

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ سے یثرب کی طرف قدرے کمتر مدت میں ختم ہونے والے ساحل کے قریب کے راستے پر چلتے ہوئے یثرب کے قرب و جوار میں پہنچ گئے۔ یثرب کے لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد کے پہلے ہی سے منتظر تھے' ان میں مہاجرین اور انصار دونوں شامل تھے۔ یثرب کے مسلمان ہر روز صبح کے وقت مقامِ حرہ پر حضور نبی

Marfat.com

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کے لئے آتے۔ پھر ایک دن کسی یہودی نے یثرب کے مسلمانوں کو اطلاع دی "اے مسلمانو! تمہارا محبوب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آ پہنچا، جس کا تم روز انتظار کرتے ہو۔"

یثرب کے مسلمانوں میں اس نوید پر ایک روحانی مسرت موجزن ہوگئی اور وہ سادہ ہتھیاروں سے لیس ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ ادھر اسی اثناء میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبا کے مقام پر انصار کے ایک خاندان بنو عمران ابنِ عوف کو اپنی میزبانی کا شرف بخشا۔ یہاں پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں کھڑے تھے، اس لئے جا بجا اپنی چادر سے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سایہ بھی کرتے رہتے تھے۔ اسی مقامِ قبا پر کئی مہاجرین پہلے ہی آکر آباد ہو چکے تھے۔ لہٰذا یہاں پر کئی لوگوں نے جوق در جوق زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے پہنچنا شروع کر دیا تھا۔ اس مقام پر مکہ مکرمہ سے پیدل سفر کر کے اور لوگوں کی امانتیں لوگوں کو ادا کر کے، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔

اب قافلہ میں بنی نجار کے قبیلہ کے لوگ بڑی تعداد میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کے لئے آ گئے، ان میں سے کئی لوگ مسلح بھی تھے۔ اس لئے اب حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے آگے اپنی ناقہ پر سوار تھے، ان کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سواری تھی اور پھر پیچھے بنی نجار کے افراد تھے۔ کہا جاتا ہے کہ حضور پاک کی یثرب میں آمد پر بنی نجار کے لوگوں نے سب سے زیادہ خوشی کا اظہار کیا تھا۔ اس مبارک موقع پر تو بنی نجار کی بچیاں روایتی دف بجا کر خوشی کے کئی گیت بھی گا رہی تھیں جن میں مشہور نعت طلع البدر علینا شامل ہے۔

ان خوشیوں اور شادمانی کے حسین لمحوں میں ہر شخص کی یہی دلی خواہش تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی کے مہمان بنیں۔ لوگوں کے اشتیاق اور والہانہ محبت کو دیکھ کر حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرما دیا تھا کہ اللہ کے حکم سے میری ناقہ جس گھر کے سامنے خود بخود رک جائے گی، میں اسی گھر کا مہمان ہوں گا۔

اللہ تعالیٰ کے حکم سے ناقہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے رکی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

Marfat.com

اُن کو اپنی مہمان نوازی کا شرف بخشا۔

اللہ کے رسول نے جس روز یثرب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں قدم مبارک رکھا' اس دن سوموار کا روز اور ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ تھی۔ اسی سال سے سن ہجری کا آغاز ہوتا ہے۔

مدینۃ النبی

مسلمانوں کو یثرب میں لوگوں نے نہایت ہمدردی' محبت' خلوص' پیار اور گرم جوشی کے ساتھ قبول کیا تھا۔ ان لوگوں نے چند ہی دنوں میں جوق در جوق اسلام قبول کر لیا اور مہاجرین کی مدد کرنا اپنا فریضہ اولین سمجھ لیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یثرب کے ان مسلمانوں کو انصار کا نام دیا۔ اس طرح انصار نے مہاجرین کی ہر طرح کی مدد کر کے یہ ثابت کر دکھایا تھا کہ مسلمان درحقیقت آپس میں حقیقی بھائیوں کی طرح ہیں۔ مہاجرین اور انصار کی قربانیوں اور ایثار کی ایسی ایسی مثالیں قائم ہوئیں کہ ان کی کسی اور معاشرے میں نظیر ملنا ناممکن ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یثرب کے محلّہ سخ میں حبیب بن سیاف خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ہاں سکونت اختیار کر لی تھی اور وہی یارِ غار کے مہمان دار بنے تھے۔

یثرب آمد کے بعد اللہ کے نبی نے یثرب کو مدینہ منورہ کا نام بخشا اور چند ہی دنوں میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی تعمیر مکمل کر لی گئی۔

امامِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تقاریر اور بیانات سن کر خود فرمایا تھا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تقریر بڑی عمدہ ہوتی ہے۔ بلاشبہ وہ بہت بڑے عالم تھے۔ شیخ ابواسحاق فرماتے ہیں ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں سب سے بڑے عالم تھے۔'' بیشتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی

Marfat.com

متعدد مسائل میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع فرمایا کرتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تعلق چونکہ پیغمبر اسلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہایت قریبی اور محرم راز کا تھا اس لئے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیشتر ارشادات اور احادیث کے گواہ تھے۔ اس لئے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی سے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سند حاصل کیا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ قرآن دان بھی تھے۔ اسی لئے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا امام قرار دیا۔

مدینہ منورہ

مدینہ منورہ میں قیام کے دوران حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے محبوب صحابی رہے اور آپ رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل رہا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قریباً ساری حیات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے قریبی مونس اور غم گسار رہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے' مشوروں اور تجاویز کو بہت اہمیت دیا کرتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے "رحمتِ الٰہیہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ حصہ ملا کہ جب کوئی معاملہ پیش آتا تو آپ رضی اللہ عنہ اس پر غور فرماتے یہاں تک کہ علمِ غیب کی شعاعیں آپ رضی اللہ عنہ کے قلب پر پڑتیں اور سب کچھ منکشف ہو جاتا۔"

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کی رشتہ داری بھی قائم ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ کی پیاری بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔

مدینہ منورہ میں قیام کے دوران آپ غزوہ بدر' غزوہ احد' غزوہ خندق' بیعت رضوان' صلح حدیبیہ غرض ہر لمحہ زندگی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب اور پیش پیش رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار آپ رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب یعنی امیر الحج بنا کر بھی بھیجا۔

Marfat.com

فتح مکہ

جب 20 رمضان المبارک 8ھ کو اسلامی لشکر مکہ مکرمہ میں داخل ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔اس کے بعد غزوہ حنین (8ھ) میں جب تیروں کی بارش میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گھبرا گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے والے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کے سوا تمام لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان سے تھے۔ فتح مکہ کے بعد جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فراغت پا کر مدینہ تشریف لے گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ہمراہ مدینہ شریف چلے گئے یعنی جہاں محبوب وہاں محبّ۔ 10ھ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ حج ادا کیا جو حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔

بیماری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

صفر 11ھ کے آخری دن سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخار میں مبتلا ہو گئے۔اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حدت رہنے لگی۔ چند دن بیمار رہنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں آ کر مقیم ہو گئے۔اپنی بیماری کے باوجود بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں آ کر خود نماز پڑھاتے رہے اور بیماری کی حالت میں بخار کی حدت کو کم کرنے کی خاطر کئی بار غسل بھی فرماتے رہے۔

وصالِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ایک بندہ کے سامنے دنیا و مافیہا کو پیش کیا گیا ہے مگر اس نے آخرت ہی کو اختیار کیا۔''

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ چونکہ محرمِ راز تھے وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس رمز یہ بات کو سمجھ گئے اور اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا ''ہمارے ماں باپ ہماری جانیں، ہمارے زر و مال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نثار ہوں۔''

جوں جوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آتا گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ نقاہت محسوس کرنے لگے لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدستور خود نماز پڑھاتے رہے۔ لیکن پھر جمعرات کو مغرب کی نماز پڑھانے کے بعد عشاء کی نماز پڑھانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ وہ امامت کرائیں۔ اس طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارک میں بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سترہ نمازوں کی امامت فرمائی۔

وصالِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

اتوار کو ایک نماز اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں اور ایک نماز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر بیٹھ کر ادا کی۔ پھر سوموار کو بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں نمازِ ظہر ادا کی۔ لیکن اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کسی دوسری نماز کا وقت نہ آسکا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 12 ربیع الاوّل 11 ہجری سوموار کو چاشت کے وقت اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون o

اہلِ بیت اور امہات المومنین کے بعد وصالِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک پہنچی تو وہ سراسیمہ ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یقین ہی نہ آتا تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما گئے ہیں۔ پھر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی خبر پہنچی تو وہ فوراً حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر پہنچے۔ انہوں نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ اطہر کو دیکھا۔ منہ سے منہ لگایا۔ پیشانی کو چوما۔ آنسو بہائے اور اس کے بعد زبان سے کہا ''میرے ماں باپ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نثار۔ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دو موتیں وارد نہ کرے

Marfat.com

گا۔ یہی ایک موت تھی جو آپ پر لکھی ہوئی تھی''۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غم سے نڈھال مسجد میں آئے اور لوگوں کو جمع کرنے کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے اعلان کا خطبہ پڑھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حمد وصلوٰۃ کے بعد کہا:۔

''جو کوئی شخص تم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کرتا تھا' تو' وہ تو رحلت فرما گئے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو بے شک اللہ تعالیٰ زندہ ہے' اسے موت نہیں۔ اللہ نے خود فرمایا ہے: ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ایک رسول ہیں، ان سے پہلے بھی رسول ہو چکے ہیں۔ کیا اگر وہ فوت ہو گئے یا شہید ہو گئے تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔'' ہاں! جو کوئی ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا اور اللہ تعالیٰ تو شکرگزاروں کو اچھا بدلہ دینے والا ہے۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس مختصر سے خطبے کے بعد اب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا یقین ہو گیا تھا۔ اس پر مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت اور کیفیت دیدنی تھی۔ دراصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو خطبہ دیا تھا وہ قرآن کی سورہ آلِ عمران کی ایک آیت تھی۔ یہ آیت سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا ''میرے تو پاؤں ٹوٹ گئے ہیں اور مجھ میں کھڑے ہونے کی تاب ہی نہیں رہی۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ واقعی رسول اللہ اس دنیا سے وصال فرما چکے ہیں۔''

اس کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و تکفین کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لحد مبارک میں اتارنے کے حوالے سے متعدد قرابت داروں اور قبائل اور انصار و مہاجرین نے اس سعادت کو حاصل کرنے کی کوششیں کی۔ اپنے اپنے مراسم اور قرابت داری کے حوالے سے بھی بات ہونے لگی تھی۔ بہرصورت اس وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے قریبی معتمد اور یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کن انداز میں فرمایا ''اس بارے میں کسی کا کوئی حق نہیں۔''

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک کو غسل دینے کے بعد جب قبر کے متعلق مشورہ ہوا تو اس موقع پر

بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی نے فرمایا ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ نبی وہیں دفن ہوتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے اس کی روح قبض کی ہو۔'' لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لحد کا وہیں پر انتظام کیا گیا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تھی۔ گویا رحلت کے وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر کی جگہ پر ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لحد مبارک تیار کر دی گئی تھی۔ البتہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نمازِ جنازہ مردوں کی مختلف جماعتوں نے الگ الگ پڑھی۔ اس کے بعد منگل کی شب حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین مکمل ہو گئی تھی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت

رسول اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک طرح سے تنہا اور بے یار و مددگار ہو گئے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ سعادت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کو نصیب ہوئی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں کئی نمازیں ادا کر کے ان کی امامت مسلمانوں کے لئے پسند فرمائی تھی۔

وفات سے پہلے منگل کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غشی طاری ہو رہی تھی تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نماز پڑھائیں''۔ جو شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے نماز پڑھانے کا حکم لے کر پہنچا' اسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نظر نہ آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ نماز پڑھا دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بنا پر تیار ہو گئے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہوگا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہہ دیا تھا کہ آپ نماز پڑھائیں۔ ان کی آواز بلند تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر کی آواز سن لی تو فرمایا ''نہیں نہیں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نماز پڑھائیں۔''

بہرصورت بعض روایات کے حوالے سے یہ اختلاف موجود ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کا آغاز کب اور کس نماز سے ہوا؟ یعنی آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں سترہ نمازیں پڑھائیں یا اکیس؟ بہرصورت یہ امر مسلمہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کو پسند فرمالیا تھا۔

محرمِ راز

اللہ کے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی رحلت سے پانچ یوم قبل جب یہ فرمایا تھا ''اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا کہ وہ دنیا کی نعمتیں لے لے یا اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے' اسے قبول کرلے۔ اس بندے نے وہی قبول کیا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔'' تو یہ کلمات سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آنسو نکل آئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمیں چھوڑ کر جانے والے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس کیفیت کو دیکھ کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا ''ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اپنے آپ پر رحم کرو (یعنی راز کی حفاظت کرو)۔'' اس کے بعد حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عام مسلمانوں سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:

''میں تمام لوگوں سے بڑھ کر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے مال اور رفاقت کا ممنون ہوں اگر اُمت میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو بناتا' لیکن اسلامی اخوت ومحبت کا رشتہ کافی ہے۔''

خلیفۃ الرّسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی جاں نثاریوں' قربانیوں کے باعث اللہ کے رسول کے دستِ راست اور معتمد ساتھی تھے۔ اس حوالے سے دوسرا کوئی بھی صحابی رضی اللہ عنہ ان کے رتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔ اس کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی اسلام کے سب سے بڑے محسن اور نبوت کے اسرار کے محرم تھے۔ اس لئے وہ نیابتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سب سے زیادہ اہل و مستحق تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات ہی میں خاص خاص مواقع پر انہیں اس کا شرف حاصل ہوتا رہا تھا، اور یہ بھی اپنی جگہ پر

Marfat.com

حقیقت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی ہی میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت کا شرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عطا کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین سے یہ بھی فرما دیا تھا کہ وہ انصار کے ساتھ نیک سلوک کریں۔

افضل البشر

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم پر جو فضیلت اور بزرگی حاصل ہے اس سلسلے میں تو خود ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل البشر ہیں۔ بہر صورت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلافتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے زیادہ اہل تھے۔ اسی طرح ایک بار حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا تھا ''اگر میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اپنا دوست بناتا تو وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوتے اور وہ میرے اسلامی بھائی ہیں''۔ ایک اور موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں تک بھی فرمایا تھا ''میری اُمت پر واجب ہے کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے محبت و الفت کرے اور ان کے احسانات کی شکر گزار رہے۔'' ایک حوالے میں یہاں تک بھی ملتا ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' میں جب معراج پر گیا تو آسمانوں کی سیر کے دوران مجھے ہر آسمان پر اپنا نام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لکھا ہوا دکھائی دیا''...... ایک اور بیان میں موجود ہے کہ ایک بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ دنیا میں تین سو ساٹھ اچھے خصائل ہیں۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے حوالے سے دریافت فرمایا ''یا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ان خصائل میں سے کوئی مجھ میں بھی ہے''۔ تو اس کے جواب میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا ''ابوبکر (رضی اللہ عنہ) یہ تمام اچھے خصائل تجھ میں ہی تو موجود ہیں''۔ ان اوصاف اور خوبیوں کے ساتھ ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مکہ کی پُر خطر زندگی میں قدم قدم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیا تھا، تبلیغِ اسلام اور غزوات میں بھی برابر حصہ لیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدنی زندگی میں بھی اپنے نبی کے ساتھ ساتھ ہی رہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دوسرے

اسلام قبول کرنے میں آپ رضی اللہ عنہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد دوسرے تھے، غارِ ثور میں آپ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دوسرے تھے، غزوہ بدر میں عریش (چھپر) میں بھی آپ رضی اللہ عنہ دوسرے تھے۔ روضہ مبارک میں بھی آپ رضی اللہ عنہ دوسرے ہیں اور قیامت کے دن جب زمین پھٹے گی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بھی آپ رضی اللہ عنہ دوسرے ہوں گے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت اور تجہیز و تکفین کے بعد انصار اور قریش کے مختلف قبائل نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کی سعادت حاصل کرنے کے لئے دبے لفظوں میں اظہار کرنا شروع کر دیا تھا۔ اسی حوالے سے منافقین کی ایک جماعت نے بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی میں حصہ دار بننے کا ارادہ ظاہر کر دیا تھا۔ اگر اس وقت جانشینی کے ان نازک امور پر سنجیدگی اور متانت سے توجہ نہ دی جاتی تو فسادِ امت کا خدشہ تھا۔ لیکن دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اس صورتِ احوال سے بخوبی آگاہ ہو چکے تھے۔ اس وقت تک تو قریش کی بھی موروثی برتریاں اور وابستگیاں جاگ اٹھی تھیں۔ اس طرح جانشین رسول کا معاملہ کسی حد تک نزاعی بن رہا تھا لہٰذا اس نزاع بھرے اور نازک موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہایت حکمت اور نرم روی کے ساتھ لوگوں کو بتایا کہ انصار کے فضائل و مناقب اور خدمات اور مہاجرین کی قربانیاں بہر طور قابل قدر ہیں، لیکن یہ بھی امر اپنی جگہ مسلّم ہے کہ عرب، قریش کے علاوہ کسی دوسرے خاندان کی سیادت اور قیادت کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ مہاجرین اپنے تقدم فی الاسلام کے لحاظ سے اور خاندانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنے مقام کے لحاظ سے اہم ہیں اس لئے مسلمان دو صحابہ کرام حضرت ابوعبیدہ بن

Marfat.com

الجراح رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میں سے کسی ایک کی بیعت کرلیں۔ لیکن اس موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا" آپ رضی اللہ عنہ ہم سب میں صاحبِ تقویٰ، ہم سب میں بہتر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے مقرب ہیں' اس لئے ہم آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر بیعت کرتے ہیں۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جانب سے اس بیعت پر کسی بھی مسلمان کو ذرا بھر تامل نہ ہوا۔ اس کے ساتھ ہی لوگ جوق در جوق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ گویا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جس بیعت کا آغاز کیا تھا دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور عام لوگوں نے ان کی پیروی کرتے ہوئے ایک طرح سے جمہوری طور پر بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین مقرر کر دیا تھا۔ لوگوں کا یہ جمہوری فیصلہ علی وجہ البصیرت ہوا تھا۔ اس میں کسی طرح کی جذباتیت کا ہرگز عمل دخل نہیں تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبہ

جس وقت مسلمانوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی' اس وقت ان کی عمر قریباً اکسٹھ سال تھی۔ اس طرح گویا 13-ربیع الاول 11 ہجری سے وہ مسلمانوں کے پہلے خلیفہ مقرر ہو گئے تھے۔ مدینہ کے اکثر مہاجرین اور انصار نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے انہیں خلیفہ تسلیم کرلیا تھا۔

ایک دن بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں جا کر مزید کئی لوگوں سے بیعت حاصل کی اور پھر وہ خلافتِ راشدہ کی مسند پر "خلیفۃ الرسول" کے لقب سے متمکن ہوئے۔ اس کے فوراً بعد انہوں نے جو تقریر کی وہ تاریخ عالم میں اپنی مثال آپ ہے۔ انہوں نے حمد وثناء کے بعد فرمایا:

"اے لوگو! میں تمہارے کاموں پر ولی بنایا گیا ہوں' مگر میں تم سے کسی طرح بہتر نہیں ہوں۔ جب مجھ سے کوئی عمدہ کام ہو تو اس میں میری مدد کرو اور جب کوئی برائی ظاہر ہو تو مجھے سیدھا کرو۔ راست

Marfat.com

بازی امانت ہے۔تم میں جوضعیف ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے' جب تک میں اس کا حق نہ دلوا دوں اورتم میں جوقوی ہے وہ میرے نزدیک ضعیف ہے' جب تک میں ان سے حق نہ لے لوں۔جو لوگ جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیں گے اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل کرے گا۔جس قوم میں بدکاری پھیلے گی اللہ تعالیٰ اس پر بلا نازل کرے گا۔میں جس کام میں اللہ ورسول کی اطاعت کروں تم بھی میری اطاعت کرو' جب میں ان کی نافرمانی کروں تو پھرتم پر میری کوئی اطاعت نہیں۔اٹھو' نماز پڑھو۔خدا تعالیٰ تم پر رحم کرے۔''

اپنے پہلے خطبہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے مستقبل کے لائحہ عمل کے لئے اساسی امور اور حدود وقیود کی جانب واضح اشارہ کردیا تھا۔اس خلافتِ اسلامیہ کو خلافتِ راشدہ کا نام اس لئے دیا جاتا ہے کہ ان کا دور اور عہد اپنے امور اور حکومت وسیادت میں سب سے زیادہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے عہد کے مشابہ تھا اور خلافت کی مسند پر متمکن ہونے والے صحابہ بلاشبہ مشابہت پیدا کرنے کی اہلیت اور قابلیت رکھتے تھے۔

فیصلہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی بستر علالت پر تھے کہ اس وقت رومیوں کے خلاف سات سو افراد پر مشتمل ایک لشکر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روانگی کے لئے تیار کیا گیا تھا لیکن حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد مسلمانوں کی صورتحال اس قدر نازک ہوچکی تھی کہ کسی قافلے کو مدینے سے باہر بھیجنا مسلمانوں کے لئے ممکن نہیں تھا۔اس پس منظر میں لوگوں نے مشورہ دیا کہ اس لشکر کی روانگی ملتوی کردی جائے لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی اس رائے سے اتفاق کرنے کی بجائے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھجوائے ہوئے لشکر کو واپس بلانا مناسب نہ سمجھا اور فرمایا ''میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی بجاآوری کو نہیں روک سکتا۔'' کہا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس لشکر کو روانہ کرنے کیلئے دیر تک اس لشکر کے ساتھ پیدل چلتے رہے۔اس طرح

Marfat.com

مسلمانوں کا یہ لشکر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں منزل مقصود پر پہنچا۔
بہر صورت چالیس دن کے بعد یہ مہم کامیابی کے ساتھ جب واپس پہنچی تو مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ رومی قبائل کو عبرتناک سبق سکھایا گیا۔ اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس بروقت اقدام سے مسلمانوں کو مزید قوت واستقامت نصیب ہوئی۔

فتنہ ارتداد

وصالِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فوراً بعد ہی عرب میں چند ایک کاذب اور جعلی نبوت کے دعویدار بھی پیدا ہوگئے تھے۔ ان میں اسود، مسلیمہ اور سجاح نے اپنے اپنے طور پر نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ سجاح ایک یمنی عورت تھی' اس نے بھی نبوت کا باطل دعویٰ کر دیا تھا۔ مسلمانوں کے لئے جعلی نبیوں کا یہ فتنہ بڑا مذموم اور مہلک تھا' اس لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس فتنہ کو ختم کرنے پر پوری قوت کے ساتھ توجہ دی۔ اس مقصد کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسلمان مجاہدین کو مختلف اطراف و اکناف میں لشکر دے کر روانہ کیا۔ ان تمام کاذب نبیوں میں سے مسلیمہ کذاب سب سے زیادہ طاقتور تھا۔ لہٰذا اس کی سرکوبی کے لئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ ایک خونی معرکہ کیا اور مسلیمہ کو کیفرِ کردار تک پہنچایا۔ اس معرکے کے حوالے سے مورخ طبری نے لکھا ہے کہ ''اس معرکہ حق و باطل میں مسلمانوں نے جس جوش اور جذبے سے کام لیا وہ اپنی مثال آپ تھا۔''

منکرینِ زکوٰۃ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آغاز ہوتے ہی انہیں چاروں اطراف سے مشکلات اور مسائل نے گھیر لیا تھا۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلافت کے اختیارات سنبھال چکے تو کئی مالدار مسلمانوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے ہاتھ روک لیا تھا۔ مسلمانوں کا یہ مسئلہ اس قدر زیادہ

Marfat.com

اہمیت حاصل کر گیا تھا کہ اس کی گھمبیرتا اور سنگینی کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے معتمد کو بھی یہ کہنا پڑا ''اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! ان لوگوں کے ساتھ نرمی کا سلوک کیا جانا چاہیے' انہیں اور انداز میں لیجیے۔''

اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک طرح کی وضاحت کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''اے عمر رضی اللہ عنہ تم تو اسلام میں بہت سخت ہو' لیکن اب تم اس قدر کمزور کیوں ہو گئے ہو! اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو چکا ہے اور منشاء ایزدی تکمیل پا چکی ہے۔ اب تم اسے تبدیل نہیں کر سکتے اور ہاں مجھے محض ایک رسی کے برابر بھی زکوٰۃ کے حصول کے لئے جنگ کرنا پڑی تو بخدا اس کے لئے تیار ہوں۔'' اور یہ حقیقت ہے کہ خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب تک زندہ رہے اپنے اس وعدے پر کاربند رہے۔

قیصر و کسریٰ

ان حالات و واقعات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اندرونی اور قریبی مسائل پر ثانوی توجہ دیتے ہوئے اسلام کو لاحق دیگر خارجی خطرات پر زیادہ سنجیدگی سے توجہ دینا شروع کر دی تھی۔ یہ وہ دور تھا کہ جب قیصر اور کسریٰ جو اس عہد کے طاقتور حکمران (Super Power) تھے انہوں نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے منصوبے بنا لیے تھے۔ اسی طرح وہ ایرانی کہ جنہوں نے صدیوں تک عربوں پر باتسلط حکمرانی کی تھی' وہ ہرگز یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ بادیہ نشین عرب اس قدر مضبوط اور عسکری حوالے سے مستحکم ہو جائیں کہ ان حکمرانوں کے لئے مستقل خطرہ بنے رہیں۔ اس مقصد کے لئے عراق کے صوبوں پر کسریٰ کے زیر سایہ ہرمز کی حکومت قائم تھی' اس ہرمز نے عرب مسلمانوں کے خلاف خونیں جنگیں بھی شروع کر دیں تھیں لیکن دشمنوں کی ان شدید کارروائیوں کے باوجود مشیتِ ایزدی کو کچھ اور ہی منظور تھا' چنانچہ مسلمانوں نے جلد ہی ایران پر کاری ضربیں لگانا شروع کر دیں، اس کے ساتھ ساتھ مسلمان مجاہدین نے اپنی قوتِ ایمانی کے ساتھ کسریٰ کے عراق پر قبضہ کر لیا تھا۔ پھر مثنیٰ نے تو ایران کے خلاف بھی باقاعدہ فوج کشی شروع

Marfat.com

کردی تھی۔لہٰذا اس نے کئی اہم کامیابیاں بھی حاصل کرلیں۔اس کے کچھ ہی عرصہ بعد خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی مثنیٰ کے ساتھ آ کر مل گئے تھے۔ پھر جو جنگ ہوئی تو اس میں ہرمز خود بھی مارا گیا اور ایرانیوں کو بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔مسلمانوں اور ہرمز کی فوجوں میں اس قدر شدید لڑائی ہوئی کہ اس جنگ کے بعد ساڑھے سات من ٹوٹی ہوئی زنجیریں مسلمانوں نے اکٹھی کر لی تھیں۔تاریخ میں اس جنگ کو زنجیروں کی جنگ کا نام بھی دیا جاتا ہے۔

فتح عراق کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عراق میں نظم ونسق کے لئے عسکری اور انتظامی شعبوں میں مسلمان سربراہوں کا تقرر کیا۔اس طرح سعید بن نعمان رضی اللہ عنہ کو عسکری اور فوجی سربراہ مقرر کیا گیا' جب کہ سوید بن مقران رضی اللہ عنہ کو وہاں کا انتظامی سربراہ بنایا گیا۔اس طرح واضح طور پر کہا جا سکتا ہے کہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں عراق کا بیشتر حصہ اسلامی خلافت میں شامل کیا جا چکا تھا۔اس کے ساتھ وہ ایرانی حکمران کہ جنہوں نے مسلمانوں کو کمزور سمجھ رکھا تھا' نہ صرف ان کی غلط فہمیاں دور ہوئی تھیں بلکہ انہیں مسلمانوں کے ساتھ معرکہ آرائیوں کے کئی تلخ تجربات ہو چکے تھے۔ پھر عراق میں فیصلہ کن جنگیں خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوئیں۔

عسکری تنظیم

بازنطینی شہنشاہ ہرکولیس اس وقت شام اور فلسطین کے بیشتر علاقوں پر بڑی قوت وشہامت کے ساتھ حکومت کر رہا تھا اور وہ بھی اسلام اور مسلمانوں کا دائمی دشمن تھا۔اپنے اس مقصد کے لئے وہ اکثر مسلمانوں کے دشمنوں کے ساتھ ساز باز کرنے میں مصروف رہتا تھا اور اسلامی دنیا کو گزند پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں چھوڑتا تھا۔اس کی شیطانی اور مخاصمانہ سرپرستی نے عربوں کے گردونواح کے کئی قبائل کو مسلمانوں کے لئے مستقل خطرہ بنا رکھا تھا۔

9ہجری میں خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رومیوں کے خلاف ایک مہم میں حصہ لیا

Marfat.com

تھا۔اس کے ساتھ ساتھ مسلمان سپہ سالار اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اس مستقل خطرے سے نمٹنے کے لئے مقرر کر رکھا تھا۔لہٰذا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی رومیوں کی ان عداوتوں اور برے عزائم کو محسوس کرتے ہوئے اسلامی فوج میں سے عمدہ اور آزمودہ کار لشکروں کا تعین کیا۔اس مہم کے لئے خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے اسلامی لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا اور یہ چاروں حصے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ' حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ' یزید بن سفیان رضی اللہ عنہ اور عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کی زیرِ کمان دے دیئے تھے۔اس فوجی تنظیم کے بعد انہوں نے ان لشکروں کو شام کے مختلف محاذوں کی جانب روانہ کر دیا تھا۔

دنیا کی سب سے بڑی اسلامی، فلاحی اور جمہوری ریاست کا قیام

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دنیا کی سب سے بڑی اسلامی، فلاحی اور جمہوری ریاست کی بنیاد رکھی جس کو بعد کے خلفاء نے بامِ عروج تک پہنچا دیا۔ یہ اس جمہوری اور فلاحی مملکت ہی میں ممکن تھا کہ کوئی ادنیٰ سا باشندہ بھی خلیفہ وقت کے ساتھ بلا روک ٹوک بات چیت کر کے اپنا کوئی بھی مسئلہ بیان کر سکے' یا خلیفہ وقت کا احتساب بھی کر سکے۔ بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تو اپنے خطابِ اولین ہی میں اس جمہوری آزادی کا برملا اظہار کر دیا تھا کہ ''جب تک میں خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو' لیکن جب خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت فرض نہیں۔'' اور یہ بھی کہ ''تمہارا ضعیف ترین فرد بھی میرے نزدیک قوی ہے'' اور مزید یہ کہ ''اگر میں اچھا کام کروں تو میری اعانت کرو اور اگر میں برائی کی طرف جاؤں تو مجھے سیدھا کرو۔'' اس فلاحی اور جمہوری نظام کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی انتہا پر پہنچا دیا۔

اصل میں یہی فلاحی اور جمہوری معاشرے کی قدریں ہیں کہ جس میں مقتدرِ اعلیٰ بھی عام شہری کے سامنے جواب دہ ہوتا ہے اور اس کو عوام الناس کے سامنے اپنی حیثیت اور پوزیشن کی وضاحت کرنا ہوتی ہے۔کیا آج چودہ سو سال بعد بھی کسی جمہوری ملک میں ان اقدار سے بڑھ کر کوئی اقدار ہو سکتی ہیں اور کوئی جمہوری سربراہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی قائم کردہ اقدار کی عملی مثال پیش

Marfat.com

کر سکتا ہے؟

عسکری ضابطۂ اخلاق

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے عہد کے مسلمانوں میں اپنی ذہانت اور فطانت اور علم وحکمت کے لحاظ سے سب سے ممتاز تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمان جرنیل خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا کرتے تھے ''اگر تم چاہو بھی تو تم اپنی عظمت کے اقرار سے نہیں بھاگ سکتے۔ لیکن اگر تم موت کے متمنی رہو گے تو زندگی تم پر نچھاور ہوتی رہے گی۔'' اسی حوالے سے ابن اثیر بتاتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عساکر اسلامی کے لئے ضابطۂ اخلاق بنانے اور اس پر قائم رہنے کے احکامات جاری کر رکھے تھے تاکہ وہ عسکری ضابطۂ اخلاق جنگ کے مختلف شعبوں اور مراحل میں باعثِ رہنمائی بن سکے۔ لہٰذا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلامی افواج کو یہ ہدایات دے رکھی تھیں کہ:

''فوج میں اقتصادی بے راہ روی نہ کی جائے۔ جھوٹ نہ بولا جائے۔ دوسرے ساتھیوں کو دھوکہ نہ دیا جائے۔ اپنے امیر کی حکم عدولی نہ کی جائے۔ انسانی لاشوں کی بے حرمتی نہ کی جائے چاہے وہ تمہارے شدید دشمن ہی کی کیوں نہ ہوں۔ بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کیا جائے۔ پھل دار درختوں کو کاٹا نہ جائے، دیگر درختوں کو جلا کر خاکستر نہ کیا جائے۔ چوپایوں اور دیگر جانوروں کو خوراک کی ضرورت پوری کرنے کے سوا ذبح نہ کیا جائے۔ عیسائی پادریوں اور راہبوں کو نہ قتل کیا جائے اور نہ ان کی بے عزتی کی جائے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کی رحمتوں اور نعمتوں کو ہرگز نہ بھلایا جائے۔''

مسلمان افواج کے لئے جنگ یا امن کی حالت میں اس عسکری ضابطہ اخلاق کی پابندی کرنا لازمی تھا اور پھر یہی ضابطہ اخلاق طویل مہم جوئی اور محاصرے کے دوران بھی ضروری قرار دیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ مہمات اور محاصروں کے دوران میں بھی انسانوں اور حیوانات کے بنیادی حقوق کی پاسداری لازمی شرط رکھی گئی تھی۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اگر کوئی مسلمان سپاہی اور مجاہد اس عسکری ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی کرتا تو اس کے خلاف شدید قانونی کارروائی عمل میں لائی جاتی تھی۔

Marfat.com

ایثار و قربانی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مبارک ذات میں سادگی' ایمانداری' حلیمی اور نرم روی بڑی نمایاں تھی۔ ان اوصاف نے آپ کی پوری شخصیت کو مجسمۂ حسنِ سلوک بنا رکھا تھا۔ اس کے علاوہ فیاضی اور قربانی میں تو آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے بڑھ کر حصہ لیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے دور کے سب سے بڑے مالدار اور خوشحال تاجر تھے' جس وقت انہوں نے اسلام قبول کیا اس وقت ان کے پاس چالیس ہزار سے زیادہ درہم موجود تھے' لیکن جب ان کا انتقال ہوا تو اس وقت ان کے ترکے اور ورثے میں ایک کوڑی بھی نہیں تھی۔

بیت المال کا حصہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب بیمار ہوئے اور انہوں نے یہ جان لیا کہ اب وصالِ الٰہی قریب ہے تو انہوں نے بستر علالت ہی پر بیت المال کے انچارج سے دریافت فرمایا کہ وہ حق الخذمت کے طور پر اب تک کتنی رقم حاصل کر چکے ہیں؟ بتایا گیا کہ چھ ہزار درہم، اپنے پورے ڈھائی سالہ عہدِ خلافت میں انہوں نے یہ رقم حاصل کی۔ اس پر انہوں نے حکم دیا کہ ان کا ذاتی قطعہ اراضی فروخت کر کے یہ رقم بیت المال کو واپس کر دی جائے۔ لہٰذا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خواہش پر وہ قطعہ اراضی فروخت کر کے رقم بیت المال میں جمع کرا دی گئی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذاتی استعمال کے لئے جو اثاثہ تھا وہ ایک عدد گھوڑا اور ایک کپڑے کا ٹکڑا تھا جس کی قیمت صرف سوا روپے کے برابر تھی۔ وفات کے بعد یہ دونوں چیزیں بھی بیت المال میں واپس بھجوا دی گئی تھیں' لیکن ان معمولی اشیاء کا اور ان کی واپسی کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو انہوں نے فرط عقیدت و احترام میں روتے ہوئے کہا ''اے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ!

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد آنے والوں کو امتحان میں ڈال دیا ہے۔''

امامِ تصوف

اللہ پاک نے قرآنِ پاک میں چار انعام یافتہ گروہوں کا ذکر فرمایا ہے یعنی انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ انبیاء کرام کے بعد دوسرے نمبر پر صدیقین کا گروہ ہے۔ صدیقین سے مراد عارفین ہیں اور اس گروہ کا نام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لقب ''صدیق'' پر رکھا گیا ہے۔ سب سے اوّل تصفیۂ قلب وتزکیۂ نفس کے لئے ذکر کا طریقہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تلقین کیا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ توحید میں بزرگ تر کلام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ مقولہ ہے:

''پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی مخلوق کے لئے سوائے عجز کے کوئی رستہ نہیں بنایا۔''

کشف المحجوب میں ہے کہ طریقہ تصوف کے امام (امام صدیقین) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حُبِ رسول میں کامل یعنی محبتِ دنیا سے پاک وصاف ہونے کا شاہد غزوہ تبوک کا واقعہ ہے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ اہل وعیال کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو تو کہا ''اللہ اور اس کا رسول''۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن تمام اوصاف کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں ہونے کا ذکر کیا ہے جو اساسِ تصوف ہیں مثلاً توکل، احتیاط، رضا، خشیتِ الٰہی، صدق، اخلاص، وغیرہ وغیرہ۔ خوفِ الٰہی کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک روز درخت پر ایک چڑیا دیکھی تو حسرت سے کہا:

- ''اے چڑیا تو کتنی خوش نصیب ہے پھل کھاتی ہے زندگی درخت کے سایہ میں بسر کرتی ہے حساب کتاب کا کچھ کھٹکا نہیں کاش ابوبکر رضی اللہ عنہ تجھ سا ہوتا۔''

آپ رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا کہ:

- کاش میں درخت ہوتا اور کاٹا جاتا، کھایا جاتا۔

Marfat.com

- کاش میں گھاس ہوتا کہ چارپائے کھاتے۔
- کاش میں مومن کے بدن کا بال ہوتا۔
- مومن کو ہر چیز کا اجر دیا جائے گا، کانٹے کے لگنے اور تسمہ کے ٹوٹنے تک کا بھی۔
- نماز میں خشیتِ الٰہی کا یہ عالم ہوتا ایک چوبِ خشک کی طرح کھڑے ہوتے۔

تصوف کے جو سلاسل سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جاری ہوئے آج جمع ہو کر سلسلہ نقشبندیہ کی صورت میں ظاہر ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں جن سے یہ سلسلہ آگے چلا اور اب تک دنیا میں جاری وساری ہے۔ لیکن تمام سلاسل کے سالکین پر جب تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نگاہِ صدق اور توجہ نہ پڑے طالب فقر میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا اس لیے کہہ سکتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کے ''صدق'' کا فیض تمام سلاسل میں جاری وساری ہے۔ آغاز میں ''حدیثِ دِل'' میں اس کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

وفات

سات جمادی الثانی 13 ھ کو ہوا سرد تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غسل کیا سردی کے اثر سے بخار ہو گیا۔ علالت روز بروز بڑھتی گئی۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا طبیب طلب کر لیا جائے' جواب دیا ''دیکھ چکا۔'' پوچھا کیا؟ فرمایا اس کا قول ہے:

''میں جو ارادہ کر لیتا ہوں کر ڈالتا ہوں''

مدعا سمجھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم خاموش ہو گئے۔ پندرہ روز تک نماز کے لئے مسجد تشریف نہ لا سکے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے امامت فرمائی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ پر عالمِ نزاع طاری ہوا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فرمایا:

- میں وصیت کرتا ہوں کہ جس وقت انتقال کر جاؤں تو میری دو استعمال شدہ چادریں دھو ڈالنا اور انہی سے مجھے کفن دینا کیونکہ اگر مجھے پُرتکلف کپڑوں کا کفن دیا تو میرا رتبہ کچھ بڑھ نہ جائے

Marfat.com

گا اور اگر ردی کپڑوں میں مجھے کفنایا گیا تو میرا رتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ کم نہ ہو جائے گا۔

❁ مجھے میری زوجہ اسماء بنت عمیس غسل دیں۔ میرا لڑکا عبدالرحمٰن پانی ڈالے اور غسل میں خاص احتیاط سے کام لیا جائے۔

آپ 22 جمادی الثانی 13ھ مابین مغرب وعشاء تریسٹھ سال کی عمر میں خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ مدت خلافت دو سال چار ماہ تھی۔

روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں تدفین

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ جب مجھے کفنا چکیں اور نمازہ جنازہ پڑھا چکیں تو میری میت کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ مبارک کے دروازہ کے پاس لے جا کر رکھ دینا اور اجازت طلب کرنا اور کہنا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! یہ ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) ہیں انہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس دفن کر دیں؟'' اگر اجازت دیں تو مجھے وہاں دفن کر دینا اگر اجازت نہ دیں تو مجھے جنت البقیع میں لے جانا۔ پس آپ رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو روضہ مبارک کے دروازہ پر لے جایا گیا اور کہا گیا کہ یہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس دفن کی خواہش رکھتے ہیں اور انہوں نے ہمیں وصیت کی کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمیں اجازت دے دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پہلو میں دفن کر دیں اگر اجازت نہ دیں تو واپس چلے جائیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ روایت فرماتے ہیں ''میں نے دروازہ دیکھا کہ وہ کُھل گیا اور میں نے ایک کہنے والے کو کہتے سنا کہ حبیب کو حبیب سے ملا دو بیشک حبیب، حبیب کے ساتھ ملنے کا مشتاق ہے۔'' (الخصائص الکبریٰ)

آپ رضی اللہ عنہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پہلو میں محوِ خواب ہیں۔

Marfat.com

خلیفہ راشد دوم

امامِ عدل، مرادِ رسول، امیر المومنین سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

دوسرے خلیفہ راشد، اہلِ ہدایت کے راہبر، یگانہ زماں، جہان کے بادشاہ عادل، نصیبِ وافر سے بہرہ مند، نفسِ کافر پر سب سے زیادہ سخت گیر، اصحاب رضی اللہ عنہم کے سپہ سالار، امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ طالبِ مولیٰ کو عدل اور محاسبہ نفس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہونا چاہیے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اکثر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ وہ ''رشید الامر'' ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر معاملہ میں درست کار اور صحیح الرائے تھے کسی کام میں بھٹکنے والے نہیں تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے رتبے اور درجے میں اس قدر بلند و بالا اور ارفع ہیں کہ تاریخ عالم میں اور کہیں دوسری نظیر نہیں ملتی۔ تصوف کے مورثِ اعلیٰ سلطان الفقر (دوم) حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری محفل پاکیزہ اور خوشگوار ہو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی باتیں کیا کرو۔

Marfat.com

ولادت

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ خالص عرب تھے اور عربوں کی تمام تر خوبیوں، اوصاف اور رسوم ورواج کے بھی پروردہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ قریش میں سے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب یوں بیان کیا گیا ہے:۔

عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن زراع بن عدی بن کعب بن لوی بن فہر بن مالک......

آپ رضی اللہ عنہ قبیلہ عدی سے ہیں۔ قبیلہ عدی میں دو بھائی عدی اور مرة تھے۔ مرة دراصل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد میں سے ہیں اس نسبت سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جاملتا ہے۔

آپ کا نام عمر رضی اللہ عنہ کنیت ابوحفص ہے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو فاروق کا لقب عطا فرمایا اور آپ تاریخ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہوئے آپ کی ولادت باسعادت 583ء کی ایک شب کو مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ خود اس بارے میں فرماتے ہیں کہ میں فجارِ اعظم ثانی یعنی عربوں کی دوسری بڑی جنگ کے آغاز سے چار سال پہلے پیدا ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ سرخ وسفید رنگت کے، طویل القامت، آنکھیں بڑی بڑی اور سر کے بال بہت کم تھے۔ ناک مبارک سیدھا، گال بھرے بھرے، چال تیز تھی۔ بقول حضرت سلمہ بن الاکواع رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ اپنے بائیں ہاتھ سے دائیں ہاتھ کا کام لیتے تھے انگریزی اصطلاح میں آپ رضی اللہ عنہ لیفٹ ہینڈڈ (Left Handed) تھے۔ عبید بن عمیر کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دراز قد کی وجہ سے لوگوں میں ممتاز اور نمایاں نظر آتے تھے۔

مرادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مرادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے کیونکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے آپ کو مانگا تھا۔شروع میں مسلمانوں کی تعداد بہت ہی قلیل تھی کفار ومشرکین مسلمانوں کوطرح طرح کے ظلم وستم کا نشانہ بناتے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز دعا فرمائی۔

❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی ''اے اللہ! تو عمر بن ہشام (ابوجہل) یا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دونوں میں سے اپنے ایک پسندیدہ بندے کے ذریعے اسلام کو غلبہ اور عزت عطا فرما۔'' راوی کہتے ہیں کہ ان دونوں میں سے اللہ تعالیٰ کو محبوب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے جن کے بارے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا قبول ہوئی اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ (اس حدیث کو امام ترمذی، احمد اور ابن حبان نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

پس اللہ کے ہاں یہ دعا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول ہوئی۔ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ تیغ بکف اپنے گھر سے نکلے تو بنی زہرہ کے ایک فرد نے راستہ میں پوچھا کدھر کا ارادہ ہے؟ حضرت عمر بولے ''میرا ارادہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کرنے کا ہے۔ تو اس شخص نے کہا تو پھر بنی ہاشم اور بنی زہرہ تمہیں چھوڑیں گے نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی دینِ آباء سے نکل چکے ہو اس پر اس شخص نے کہا ایک بات کہوں تو حیرانی ہوگی کہ تمہاری بہن ام جمیل فاطمہ بنتِ خطاب (رضی اللہ عنہا) اور بہنوئی سعید بن زید (رضی اللہ عنہ) بھی نئے دین میں داخل ہو چکے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ غضب ناک ہوکر ان کے پاس پہنچے۔ گھر میں داخل ہوتے ہی کہا ''یہ کیا سرگوشیاں ہو رہی ہیں۔'' دراصل اس وقت گھر میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ سورۃ طٰہٰ کی تلاوت کر رہے تھے۔ بہن اور بہنوئی نے سورۃ کے اوراق اور حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو چھپا دیا اور کہا کہ ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ''للکارا شاید تم لوگ گمراہ ہو چکے ہو۔'' اس پر بہنوئی سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر جس پر تم ہو وہی دین گمراہی کا دین ہو تو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصے میں آپے سے باہر ہو گئے اور بہنوئی پر جھپٹ پڑے۔ اُم جمیل فاطمہ بنتِ خطاب رضی اللہ عنہا

Marfat.com

نے اپنے شوہر کو چھڑانا چاہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں طمانچے اس شدت سے رسید کیے کہ چہرہ لہولہان ہو گیا۔ آخر وہ بھی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں زخمی حالت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر بولیں ''عمر (رضی اللہ عنہ) میں اللہ کو معبودِ حقیقی اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس کا نبی برحق مانتی ہوں''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حالات سے مایوس ہو کر بہن سے وہ اوراق طلب کیے جن کی تلاوت کی جا رہی تھی تو بہن نے اوراق دینے سے انکار کر دیا۔ اس لیے کہ اس کے پڑھنے کے کچھ آداب تھے یعنی پڑھنے والا طیب وطاہر ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرط تجسس سے ان آداب کو قبول کیا اور غسل و وضو کے بعد کتابِ معرفت دیکھنی شروع کر دی ابھی ''اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ'' تک ہی پہنچ پائے تھے کہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی زبردست خواہش پیدا ہوئی اور پکار اٹھے ''مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس لے چلو۔'' یہ سنتے ہی حضرت خباب رضی اللہ عنہ جو چھپے ہوئے تھے فوراً باہر نکل آئے اور کہا عمر (رضی اللہ عنہ) مجھے یقین تھا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعا قبول ہو جائے گی۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دارِ ارقم کی طرف چل پڑے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت وہاں قیام فرما تھے۔ وہاں پہنچ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا ''یا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بے شک اہلِ آسمان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر خوشیاں منائی ہیں اور مبارکبادیں دیں ہیں۔'' (اس حدیث کو امام ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے۔)

❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو مشرکین نے کہا کہ آج کے دن ہماری قوم دو حصوں میں بٹ گئی ہے (یعنی آدھی رہ گئی ہے)۔ (اس حدیث کو امام حاکم، احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے نیز امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔)

❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سینے پر تین دفعہ اپنا دستِ اقدس مارا اور (ہر مرتبہ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

نے ساتھ فرمایا ''اے اللہ! عمر کے سینے میں جو غل (سابقہ عداوتِ اسلام کا اثر) ہے اسے نکال دے اور اس کی جگہ ایمان ڈال دے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلمات تین مرتبہ دہرائے۔ (اس حدیث کو امام حاکم اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح مستقیم الاسناد ہے۔)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام (ہمارے لیے) ایک فتح تھی اور انکی خلافت ایک رحمت تھی۔ خدا کی قسم! ہم بیت اللہ میں نماز پڑھنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے، یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے۔ پس جب وہ اسلام لائے تو انہوں نے مشرکینِ مکہ کا سامنا کیا یہاں تک کہ ہم نے (برملا) اسلام کی دعوت دی اور خانہ کعبہ میں نماز بھی پڑھی۔ (اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔)

اعلانیہ دعوتِ حق

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے وقت تقریباً چالیس مرد و زن اسلام قبول کر چکے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشرف بہ اسلام ہونے پر دارِ ارقم میں نشاط کی ایک کیفیت طاری ہوگئی اور مسلمانوں نے اس پرمسرت موقع پر اس جوش سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ صدائے بازگشت کعبہ میں سنی گئی۔ مردِ حق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سوال کیا ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟'' جواب اثبات میں ملا تو عرض کیا ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ایسا ہے تو اعلانِ حق کیوں نہ کریں۔'' اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دارِ ارقم سے باہر آ گئے۔

محمد سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لاچکنے کے بعد اسلام کی دعوت عام ہوگئی اب ہم لوگ کعبہ میں حلقہ وار بیٹھنے لگے۔ طواف بھی کرنے لگے۔ جس کسی نے ہمیں کچھ برا بھلا کہا اسے سختی سے جواب دینے لگے۔

Marfat.com

رفاقتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دعوتِ حق قبول کرنے کے بعد اپنی ساری زندگی اسلام کے لیے وقف کر دی اور آپ رضی اللہ عنہ نے قبولِ اسلام سے لے کر وصالِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک زندگی کا ہر لمحہ رفاقتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک غلام کی طرح بسر کیا۔ قبولِ اسلام کے بعد کوئی اہم موقع ایسا نہیں ہے جس میں آپ رضی اللہ عنہ موجود نہ ہوں ۔ ہجرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ خندق، صلح حدیبیہ، غزوہ خیبر، فتح مکہ، غزوہ حنین حتیٰ کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر لمحہ صفِ اوّل میں نظر آتے ہیں اور پھر آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو مشیروں میں سے ایک تھے۔ محمد حسنین ہیکل لکھتے ہیں ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ سے مشورہ فرماتے تھے جن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سب سے مقدم تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں سے فرمایا کرتے تھے'' خدا کی قسم! اگر تم دونوں کسی مسئلے پر متفق ہو جاتے ہو تو میں تمہارے مشورے سے کبھی نہیں ہٹتا۔'' گویا آپ رضی اللہ عنہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رنگے ہوئے تھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کرتے وقت ہی یہ تہیہ کر لیا تھا کہ دین کے مقابلے میں دنیا کو مکمل طور پر چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل روایت ہی کافی ہے:

خلف بن حوشب سے روایت ہے کہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں نے دین و دنیا کے معاملہ میں بہت غور کیا اور میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اگر میں دنیا کی طرف جھک جاؤں گا تو دین جائے گا اور دین کی طرف پورے طور پر راغب ہو جاؤں گا تو میری دنیا برباد ہو جائے گی۔ بہت غور و خوض کے بعد میں نے طے کیا کہ میں وہ قبول کر لوں جسے بقا ہے اور اس چیز کو مٹ جانے دوں جو یوں بھی مٹ ہی جائے گی''۔

آپ رضی اللہ عنہ کا یہ قول آپ رضی اللہ عنہ کے فعل سے اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ ابنِ سعد اور عبدالعزیز

Marfat.com

بن ابی جمیلہ فرماتے ہیں ''ایک بار امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جمعہ میں کچھ دیر ہوگئی۔ چنانچہ منبر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جلوہ فگن ہوتے ہی انہوں نے قوم سے اپنے دیر سے آنے کی معذرت چاہی اور فرمایا کہ دراصل ان کے پاس ایک ہی قمیض تھی اور اسے درست کیا جارہا تھا تاکہ کہنیاں کھلی نہ رہ جائیں'' یہی روایت قتادہ نے بھی بیان کی مگر اس میں تاخیر کا سبب قمیض کی درستی نہ تھی اس کا دھویا جانا تھا۔ امت کے قائد گرامی کے پاس صرف ایک جوڑا کپڑا تھا اور وہ اسی کو دھو دھو کر پہنتے تھے۔

وصالِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کیفیت

جب وصالِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو چونکہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عشق تھا اس لیے آپ رضی اللہ عنہ یہ ماننے کے لیے تیار ہی نہیں تھے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما گئے ہیں۔ ان کی یہی بے اختیاری اور عشق انہیں مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لے آیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا ''منافق افواہ اڑا رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوگیا ہے، نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو موسیٰ علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ کے حضور تشریف لے گئے ہیں جس طرح موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل سے چالیس روز تک غائب رہنے کے بعد دوبارہ تشریف لائے تو ان کی غیوبت کے دوران میں اسی طرح بنی اسرائیل نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوگئی! اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی واپس آئیں گے۔''
یہاں تک بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جذبات اور شیفتگی کے عالم میں یہ بھی اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص یہ کہے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ مولانا شبلی نعمانی اس سلسلہ میں الفاروق میں فرماتے ہیں ''قرآن اس روایت کی تصدیق نہیں کرتے۔ ہمارے نزدیک چونکہ مدینے میں کثرت سے منافقین کا گروہ موجود تھا جو فتنہ پردازی کے لیے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا منتظر تھا اس لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مصلحتاً اس خبر کے پھیلنے کو روکا۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فہم پر تبصرہ کرتے ہوئے مصری مورخ اور مصنف محمد حسنین ہیکل لکھتے ہیں
''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یقین کر لینا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موت ممکن نہیں ان معنوں میں قابلِ تسلیم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی صفات کی وجہ سے اس وقت بھی زندہ تھے اور ہیں، جب تک یہ عالم قائم ہے آپ پر موت وارد نہ ہو سکے گی یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بڑے شد و مد کے ساتھ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا انکار کر رہے تھے۔''
محمد حسنین ہیکل کی بات اس طرح سے بھی سچ ثابت ہوتی ہے کہ عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ اور حیات ہیں جیسا کہ حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- جو حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منکر ہے وہ کس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اُمتی ہو سکتا ہے؟ وہ جو بھی ہے جھوٹا ہے، بے دین و منافق ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے ''جھوٹا آدمی میرا اُمتی نہیں ہے۔'' (کلید التوحید کلاں)
- جسے حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعتبار نہیں وہ ہر دو جہان میں ذلیل و خوار ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ شخص مردہ سمجھتا ہے جس کا دِل مردہ ہو اور اس کا سرمایۂ ایمان و یقین شیطان نے لوٹ لیا ہو۔ (کلید التوحید کلاں)

چونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فنا تھے اس لیے آپ رضی اللہ عنہ کو وہ ذات نظر آ رہی تھی جسے دائمی بقا ہے۔ اور جو لوگ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت پر یقین کر رہے تھے۔ دراصل غصہ اُن لوگوں پر تھا۔ آپ چونکہ فاروق (حق اور باطل میں تمیز کرنے والا) ہیں اس لیے اُن لوگوں پر آپ رضی اللہ عنہ کا غصہ بجا بھی تھا۔

لقب فاروق

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لقب ''فاروق'' (یعنی حق و باطل میں فرق کرنے والا) ہے۔ ایک بار

Marfat.com

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فاروق کے لقب کی وجہ تسمیہ پوچھی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث دہرائی جس کا آخری حصہ یہ ہے:

- ''پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہم کو دو صفوں میں' جو چکی کے پاٹوں کی مانند تھیں' باہر نکالا اسی عالم میں ہم مسجد میں داخل ہوئے، غرض مجھے ''فاروق'' (حق و باطل میں فرق کرنے والا) کہنے کی یہ تقریب تھی۔''

- ایوب بن موسیٰ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ قول نقل کیا ہے: ''عمر (رضی اللہ عنہ) کے قلب و نظر حق کی آماجگاہ ہیں اور وہ ''فاروق'' ہیں۔''

- محمد بن سعد نے ابو عمر بن ذکوان کا بیان نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جب پوچھا کہ عمر (رضی اللہ عنہ) کو فاروق کہہ کر سب سے پہلے کس نے پکارا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام مبارک لیا اور فرمایا کہ سب سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہی انہیں ''فاروق'' کہہ کر پکارا۔

- نزال بن سبزۃ الہلالی کا بیان ہے کہ ایک دِن کا ذکر ہے کہ ہم حضرت علی ابنِ ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر تھے ہم نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ذکر آپ رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں چھیڑ دیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''عمر (رضی اللہ عنہ) وہ جلیل المرتبت ہستی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ''فاروق'' کا خطاب عطا کیا ہے اور آپ کی ذات حق و باطل میں حدِ فاصل بن گئی ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتے سنا ہے ''اے اللہ اسلام کو عمر (رضی اللہ عنہ) کی ذات سے غلبہ عطا فرما۔''

خلافتِ صدیقی میں بنیادی کردار

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پردہ فرمانے کے بعد قدرے انتشار اور تقسیم کی صورتِ حال بنتی نظر آئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا ''کیا تم الگ الگ امیر بنانا چاہتے ہو حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام بنا چکے ہیں۔'' آپ کی ترغیب سے تمام لوگوں نے

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک پر بیعت کر لی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد جمادی الثانی 13 ہجری کو آپ مسند آراء خلافت ہوئے اور مخلوقِ خدا میں انصاف وعدل، حق پرستی اور پاک بازی کا جذبہ پیدا فرمایا، اسلامی سلطنت کو باقاعدہ جدید نظام سے منظم کیا لیکن خود اپنے نفس کے محاسب بن بیٹھے۔

خلافتِ فاروقی

جمادی الثانی 13ھ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے۔ اِس بیماری کے دوران آپ خاصے ناتواں اور کمزور ہو گئے تھے ایک وقت ایسا بھی آ گیا کہ سہارے کے بغیر اٹھنا، بیٹھنا بھی ممکن نہیں رہا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی علالت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم دیا اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی علالت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے رہے یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رحلت فرما گئے۔ پھر خلافت کے حوالے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں ''پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (آخری وقت) عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں اشارہ فرمایا اس معاملہ میں انہوں نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ پس مسلمانوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بیعت کی اور میں نے بھی مسلمانوں کے ساتھ عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔''

تاریخ ''طبقات'' میں ابنِ سعد نے لکھا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں ''جب میرے بابا پر بیماری بوجھ بن گئی تو ان کے پاس فلاں فلاں اشخاص آئے اور انہوں نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نائب جب آپ رضی اللہ عنہ کل اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے تو ان سے کیا کہیں گے حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ نے ہم پر عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین بنایا ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے بٹھا دو۔ پھر ان سے کہا! کیا تم مجھے آخری وقت میں اللہ کی معرفت سکھانے آئے ہو۔ میں اللہ سے کہوں گا کہ میں نے اللہ کی تمام مخلوق میں سے ان پر سب سے بہتر آدمی کو خلیفہ بنایا ہے۔''

Marfat.com

اسی حوالے سے ایک اور روایت میں درج ذیل الفاظ کا اضافہ بھی ملتا ہے'' کیونکہ میں اللہ تعالیٰ اور عمر رضی اللہ عنہ کو تم سب سے زیادہ پہچانتا ہوں میں اللہ تعالیٰ سے کہوں گا کہ میں نے تیرے بندوں میں سے سب سے بہتر آدمی کو چنا ہے۔''

چند ایک صحابہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ بھی باور کرانے کی کوشش کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت سخت ہیں اور تشدد کرنے میں تامل سے کام نہیں لیتے لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا''جب ان پر خلافت کا بار پڑے گا تو خود بخود ہی نرم پڑ جائیں گے۔'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو بلا کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں وصیت لکھوا دی تھی۔ بیشتر صحابہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نامزدگی کے بارے میں علم تھا اس لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بننا لوگوں کے لیے کسی شک وشبہ اور اچنبھے کی بات نہیں تھی۔

پہلا خطاب

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خود بھی کسی طرح سے منصبِ خلافت پر متمکن ہونے کے لیے عجلت اور جلد بازی سے کام نہیں لیا تھا۔ 22 جمادی الثانی 13 ھ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دوسرے دِن بطور خلیفہ مسلمانوں کے سامنے آئے اور خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالتے ہی خطاب فرماتے ہوئے کہا'' اے لوگو! ہم تم سے آزمائے گئے ہیں اور تم ہم سے۔ میں اپنے ساتھی کے بعد تمہارا خلیفہ بنایا گیا ہوں۔ جو ہمارے سامنے ہیں ہم خود ان میں رہیں گے اور ان سے معاملات کریں گے۔ جو ہم سے دور ہیں ان پر ہم طاقتور اور امین (ایک روایت میں مومنین) لوگوں کو والی بنائیں گے۔ جو اپنے فرائض کو خوب پہچانے گا، ہم اسے خوب تقرب بخشیں گے اور جو برا ثابت ہوگا اسے عذاب وسزا دیں گے۔ اللہ ہمیں معاف کرے اور تمہیں بھی۔''

Marfat.com

چونکہ آپ رضی اللہ عنہ کی نامزدگی کے وقت کچھ اصحاب نے آپ رضی اللہ عنہ کی طبیعت کی سختی اور درشتی کا ذکر کیا تھا چنانچہ اس پسِ منظر میں اپنے پہلے خطاب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ دعا مانگی ''اے اللہ میں سخت ہوں مجھے نرم کردے میں ضعیف ہوں مجھے قوت عطا فرما میں بخیل ہوں مجھے سخاوت کرنے کی توفیق دے۔''

امیرالمومنین کا لقب

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب خلافت سنبھالی تو صحابہ کی مشاورت سے ''خلیفۃ الرسول'' کا لقب اختیار کیا اور منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جہاں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ کر خطبہ دیا کرتے تھے اس سے ایک درجہ نیچے بیٹھ کر آپ رضی اللہ عنہ خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی تو آپ رضی اللہ عنہ نے ''خلیفۃ الرسول'' کا لقب اختیار کرنے سے انکار کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا ''خلیفۃ الرسول'' کے لقب کا حق دار اس دنیا میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے اور عمرؓ تو بالکل ہی نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مشاورت سے امیرالمومنین کا لقب اختیار کیا اور جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھ کر خطبہ دیا کرتے تھے اُس سے ایک درجہ نیچے بیٹھ کر آپ رضی اللہ عنہ خطبہ دیا کرتے تھے۔ یوں امیرالمومنین کا لقب اختیار کرنے والے آپ رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ راشد ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
جدید معاشرتی، معاشی اور فلاحی مملکت کے بانی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں پہلا جدید معاشرتی، معاشی اور فلاحی مملکت کا نظام قائم ہوا۔ اور

Marfat.com

یہ فلاحی اسلامی مملکت اس وقت قائم ہوئی جب دنیا فلاحی مملکت کے فلسفہ اور نظریہ تک سے لاعلم اور نابلد تھی۔ موجودہ دور کی یورپ کی فلاحی مملکتیں بھی اُس دور کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ آپ ﷺ نے مندرجہ ذیل جدید شعبوں اور محکموں کی بنیاد رکھی اس لیے ان کو''اولیاتِ عمر ﷺ'' بھی کہا جاتا ہے۔

- با قاعدہ مجلسِ شوریٰ قائم کی جس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سمیت جیّد صحابہ کرامؓ شامل تھے۔
- بیت المال (محکمہ خزانہ) قائم کیا اور اس کے عمال مقرر فرمائے۔
- احتساب کا محکمہ قائم کیا۔
- امیر المومنین کا لقب اختیار کیا اس سے قبل حضرت ابوبکر صدیق کا لقب خلیفۃ الرسول تھا۔
- با قاعدہ پیشہ ور فوج (Professional Army) کا محکمہ قائم کیا، اس کا ہیڈ کوارٹر بنایا اور مختلف صوبوں میں فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔
- جاسوسی اور سراغ رسانی (Intelligence) کا محکمہ قائم کیا۔
- فوج کے لیے سامانِ حرب وضرب کا پیداواری شعبہ قائم کیا۔
- عدالتی نظام کی بنیاد رکھی۔ ہر علاقہ میں عدالتیں بنوائیں اور قاضی مقرر کیے قاضی القضاۃ (Chief Justice) کے عہدہ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مقرر کیا۔
- مسلمانوں کا علیحدہ سال''سنِ ہجری'' حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مشاورت سے جاری کیا۔
- محکمہ جیل کی بنیاد رکھی۔
- مردم شماری کروائی۔
- پولیس کا محکمہ قائم کیا۔
- مختلف شعبوں کے کاموں کو باہم مربوط کرنے کے لیے رضا کار مقرر کیے اور اُن کی تنخواہیں مقرر فرمائیں۔

Marfat.com

- اسلامی مملکت کو انتظامی لحاظ سے مختلف صوبوں میں تقسیم کیا۔
- نئے نئے شہر آباد کیے۔
- محکمہ آبپاشی قائم کیا اور اس کے لیے نہریں کھدوائیں۔
- لگان، عشر، زکوٰۃ اور جزیہ جمع کرنے کے لیے محکمہ مالیات (Finance) کی بنیاد رکھی۔
- محکمہ تجارت قائم کیا اور تاجروں کے لیے تجارت کے اصول وضوابط وضع کیے۔
- راتوں کو گشت کر کے رعایا کے حالات معلوم کرنے کا طریقہ وضع کیا۔
- ہر شعبہ میں سرکاری احکامات تحریر کرنے کے لیے پرچہ نویس مقرر فرمائے۔
- نظامِ تعلیم کی بنیاد رکھی اور معلموں اور مدرسوں کے مشاہرے مقرر فرمائے۔
- راہ پڑے ملنے والے، لاوارث اور یتیم بچوں کی ذمہ داری حکومت کی مقرر کی اور اس مقصد کے لیے وظیفے مقرر کیے۔
- نہ صرف مفلوک الحال، غریب مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں یہودیوں اور عیسائیوں کے روزینے مقرر فرمائے۔
- وقف (Trust) کا طریقہ ایجاد کیا۔
- مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ تک مسافروں کے آرام کے لیے سرائیں اور مکانات بنوائے۔
- ہر شہر میں مسافروں کے قیام کے لیے مہمان خانے تعمیر کرائے۔
- مساجد میں درس وتدریس اور وعظ کا طریقہ قائم کیا اور مساجد میں رات کو روشنی کا انتظام فرمایا۔
- نمازِ تراویح باجماعت جاری فرمائی۔
- شراب کی حد کے لیے اَسّی کوڑے مقرر فرمائے۔
- تجارت کے گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر کی (سواری کے گھوڑوں پر زکوٰۃ نہیں ہے)۔
- نمازِ جنازہ میں چار تکبیروں پر تمام لوگوں کا اجماع کرایا۔

Marfat.com

وسعتِ مملکتِ اسلامیہ

مورخین کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں سلطنتِ اسلامی کو جو وسعت حاصل ہوئی اس کی مثال نہیں ملتی۔ ایک ہزار سے زائد شہر اور 3600 علاقے آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں فتح ہوئے اور 25 لاکھ مربع میل کا علاقہ آپ رضی اللہ عنہ کی حکمرانی میں شامل تھا۔ آج جو مسلمان ممالک مختلف ناموں سے آزاد اور قائم ہیں یہ علاقے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ہی فتح ہوئے مثلاً عراق ، بصرہ ، حیوہ ، ایران ، مدائین ، مصر ، شام ، آذر بائیجان ، آرمینیہ ، خوزستان ، کرمان ، سیستان ، خراسان ، اسکندریہ ، مکران (سندھ) ، عدن ، لیبیا ، اردن ، لبنان ، طرابلس ، عمان ، قطر ، متحدہ امارات ، یمن ، جنوب مشرقی ترکی ، تاجکستان ، ازبکستان ، ترکمانستان ، کویت ، بحرین ، سوڈان کے علاقے فتح ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس وقت کی دو سپر پاور ایران اور روم (قیصر و کسریٰ) کو نہ صرف فتح کیا بلکہ مسلمانوں کے اخلاق اور مساوات کے سنہری اصولوں کی وجہ سے وہاں کے لوگوں کی کثیر تعداد مسلمان ہوگئی۔

ان تمام فتوحات میں سے بیت المقدس کی فتح اسلامی تاریخ میں منفرد و سنہری باب کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یروشلم پہنچے تو شہر کے قریب لوگوں نے دیکھا کہ غلام اونٹ پر سوار ہے جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اونٹ کی رسی پکڑے ہوئے پیدل چل رہے تھے اور ان کے لباس پر کئی پیوند لگے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر یروشلم کے پادریوں نے بیت المقدس کی چابیاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیں۔ اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں ایک سفیر روم سے آیا اس نے اہلِ مدینہ سے دریافت کیا کہ تمہارے شہنشاہ کا محل کہاں ہے؟ جواب دیا گیا کہ ہمارے یہاں نہ تو شہنشاہ ہے نہ محل البتہ امیر المومنین ہیں۔ اس وقت وہ سامنے گارا اٹھا کر مزدوری کر رہے ہیں جو ان کا ذریعہ معاش ہے۔ اور اس مسجد کی دیوار کے سائے میں آرام فرماتے ہیں۔ وہ رومی سفیر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قریب گیا اور کہنے لگا ''یہ وہ انسان ہے جس

Marfat.com

کی ہیبت سے دنیا کے بڑے بڑے کج کلاہ بادشاہوں کی نیندیں اڑ جاتی ہیں۔ اے عمرؓ تم نے انصاف کیا اس لئے تمہیں گرم ریت پر نیند آ جاتی ہے، ہمارے شہنشاہ نے ظلم کیا اسے ریشم کے بستروں پر بھی نیند نہیں آتی۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فتوحات و کامرانیاں قابلِ تبریک اور پر اثر ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تبلیغِ اسلام میں سب سے اہم کردار ان کا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جس تیزی کے ساتھ اس دنیا میں اسلام پھیلایا اس کی مثال نہیں ملتی بلکہ دنیا کے جن خطوں اور ممالک میں آج اسلام دکھائی دیتا ہے وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ہی پھیلا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جو ممالک اور علاقے فتح ہوئے ان میں سے بیشتر علاقوں میں آج بھی مسلمان آباد اور قابض ہیں۔ اس قدر وسیع و عریض خطوں اور علاقوں میں فروغِ اسلام کا سہرا اصل میں تو بانی اسلام حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر ہے لیکن اسلام کی اس حد تک ترویج و ترقی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمات سے اغماض نہیں برتا جا سکتا۔ یہ ان کی بے نظیر قیادت اور امتِ مسلمہ کی سربراہی کا نتیجہ ہے کہ کئی عظیم اور صدیوں سے مستحکم اور قائم سلطنتیں مسلمانوں کے زیرِ نگیں آ گئیں۔ مصر کا مشہور عیسائی مصنف جرجی زیدان حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمتوں، فضائل اور ان کی کامیابیوں اور کامرانیوں کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

❁ ''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ زریں میں انہوں نے بے شمار ممالک پر فتوحات حاصل کیں جابرانہ سلطنتوں کو انہوں نے تہس نہس کر دیا۔ ساسانی اور رومی شہنشاہوں کے بے بہا خزانے ان کے مجاہدین کے قدموں میں ڈھیر ہوتے چلے گئے۔ ان سب سے بڑھ کر وہ خود پرہیز گاری، پارسائی اور اعتدال پسندی کی زندگی کے خوگر تھے زمانے کی جدید ضرورتوں اور بدلتے ہوئے حالات اور تقاضوں کے حوالے سے وہ جدت پسند تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف میدانوں میں ان کی نافذ کردہ اصلاحات کو کوئی حکمران بے توجہ نہیں چھوڑ سکا۔ وہ عوام کے اجتماعات کو اپنے پھٹے پرانے اور پیوند زدہ لباس میں خطاب سے نوازتے رہے۔ وہ جو کچھ کہتے وہی صحیح کر دکھاتے تھے۔

Marfat.com

ان کے قول وفعل کی ہم آہنگی لوگوں کو ان کا گرویدہ بناتی چلی گئی۔ اپنی انتظامیہ اور فوج میں انہوں نے بہترین نظم وضبط پیدا کیا۔ وہ گورنروں اور جرنیلوں پر کڑی نظر رکھتے اور ان کا ہمہ وقت محاسبہ جاری رکھتے تھے۔ اس عظیم حکمران کے محاسبے سے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسا جرنیل بھی نہ بچ سکا وہ تمام لوگوں کے لیے سچے، ہمدرد، انصاف پسند اور رحم دل بھی تھے۔ حتیٰ کہ ان کے ان فضائل سے غیر مسلم بھی فیض یاب ہوتے تھے۔''

ایک یورپی مورخ لکھتا ہے:۔

''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کردار وعمل کی عظمت ہے کہ انہیں وسیع وعریض سلطنت اور بے بہا قوت وحشمت کی بجائے انسانی صفات کے حوالے سے بہت شہرت ملی۔ اس اعتبار سے وہ ایک عظیم راہنما (لیڈر) ہی نہیں بلکہ اسلام کے اعلیٰ اوصاف کے مثالی پیکر بھی تھے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اور احکاماتِ حکمرانی

حضرت ایوب بن موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک روز فرمایا ''عمر رضی اللہ عنہ کے قلب ونظر حق کی آماجگاہ ہیں اور وہ فاروق ہیں یعنی ان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے حق وباطل میں حدِ فاصل کھینچی ہے۔''

یہ حقیقت اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ 'اسیرانِ بدر' پردے کے احکام' اور واقعہ ایلا کے بعد کے احکام' مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنانے کا حکم' شراب کی حرمت کے احکام اور دیگر کئی احکامات حضرت عمر فاروقؓ کی منشاء اور رائے کے مطابق نازل ہوئے۔ (تفصیل آگے احادیث میں ہے)

عدلِ فاروقی رضی اللہ عنہ اور احتسابِ فاروقی رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں احتساب کا بے مثال نظام قائم تھا اس نظام کی مثال آج کی جدید

Marfat.com

دنیا بھی پیش نہیں کرسکتی۔ بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کو خود کئی دفعہ احتساب میں سے گزرنا پڑا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ضبطِ نفس اور عدل وانصاف پر اس قدر زور دیا کہ عمال اور گورنر عدل وانصاف کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ سے خوف زدہ رہتے تھے۔ رعایا حکام کی شکایت کرتے ہوئے کسی قسم کا کوئی خوف محسوس نہ کرتی۔ جب کسی گورنر کی شکایت دربارِ فاروقیؓ میں پہنچتی تو فوراً اس والی کو طلب فرماتے اور واقعہ کی تحقیقات فرماتے اگر وہ مجرم ثابت ہوتا اسے سخت سزا دیتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے رعایا کی خدمت اور ان کی راحت رسانی کے لئے اپنے گورنروں کو سخت ہدایات دی ہوئی تھیں کہ ”اپنے مکان کا دروازہ بند نہ کریں تاکہ جس وقت بھی تمہارے پاس دکھی انسان اپنی حاجت لے کر آئے تو تمہارے سامنے بغیر روک ٹوک آسکے۔ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہو کیونکہ اس میں رعونت اور نخوت پائی جاتی ہے۔ باریک کپڑا نہ پہنے' چھنا ہوا آٹا استعمال نہ کرے“۔ جب کسی حاکم کو صوبے کا والی مقرر فرماتے تو اس کی مملوکہ اشیاء اور مال واسباب کی فہرست تیار کرا کر دفتر خلافت میں محفوظ رکھتے۔ اگر حاکم کی حالت میں کوئی نمایاں ترقی ہوتی تو اس کا مواخذہ کیا جاتا۔ آپ رضی اللہ عنہ ایامِ حج میں لوگوں کو جمع کر کے عام اعلان فرماتے کہ میرے کسی عامل سے کوئی شکایت ہو تو وہ بیان کرے۔ ایامِ حج میں ایک دفعہ تمام عمال حاضر تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا! میرے عمال سے آپ کو کوئی شکایت ہو تو بیان کرو۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ یا امیر المومنین آپ کے عامل عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مجھے بے قصور درے مارے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اٹھو اور تم بھی سرعام اپنے حاکم سے بدلہ لو۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین یہ بات حکام کو ذلیل کر دے گی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے نزدیک ہر انسان کی عزت برابر ہے۔ میں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی ذات سے بدلہ دلواتے دیکھا ہے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اٹھے اور اس شخص کو ایک درے کے بدلے میں ایک اشرفی دے کر راضی کر دیا۔

آپ دن کو لوگوں سے ملاقاتیں اور رات کو گشت کرتے تاکہ لوگوں کے احوال معلوم ہوں بروایت مجاہد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اکثر کہا کرتے تھے ”اگر دریائے فرات کے کنارے بھوک سے

Marfat.com

ایک کتا مر جائے تو میں ڈرتا ہوں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں کہیں مجھ سے سوال نہ کرے''۔

❁ انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات آپ اس سلسلے میں گشت فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی کے پاس سے گزر ہوا جو اپنے خیمے کے باہر بیٹھا ہوا تھا خیمے کے اندر سے کراہنے کی آواز سنائی دی تو آپ ٹھہر گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اعرابی سے پوچھا یہ کون ہے تو اس نے کہا یہ میری بیوی ہے اور یہ دردِ زہ میں مبتلا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ یہ سن کر اپنی زوجہ محترمہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے کہا! کہ ایک بہت بڑی نیکی کا کام ہے اگر تم اس میں شریک ہونا چاہتی ہو تو ضروری سامان لو کہ ایک راہ گیر مسافر کی بیوی کو دردِ زہ کی تکلیف ہے۔ وہ بخوشی تیار ہو گئیں تو آپ رضی اللہ عنہ اس آدمی کے پاس تشریف لائے پوچھا کہ تم اس عورت کو اجازت دیتے ہو کہ یہ تمہاری بیوی کے پاس جا کر اسے اطمینان دلائے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ اعرابی کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے رہے ذرا دیر کے بعد خیمے سے آواز آئی یا امیر المومنین! اپنے ساتھی کو لڑکے کی بشارت دے دیجیے۔ اعرابی نے امیر المومنین کا نام سنا تو گھبرا گیا اور پیچھے ہٹ گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے بھائی اپنی جگہ پر بیٹھے رہو اس کے بعد آپ نے فرمایا کل ہمارے پاس آنا۔ وہ صبح کو آ کر ملا تو آپ رضی اللہ عنہ نے بچے کا وظیفہ مقرر کر دیا اور کافی مال و اسباب دے کر رخصت فرمایا۔

❁ اسی طرح زید بن اسلم روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کے وقت گشت کر رہے تھے۔ دیکھتے ہیں کہ ایک عورت اپنے گھر (خیمہ) میں ہے اس کے اردگرد بچے رو رہے ہیں ایک ہنڈیا آگ پر رکھی ہے اس میں پانی بھر رکھا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خیمہ کے سامنے کھڑے ہو کر کہا اللہ کی بندی! یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ یہ بھوک کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ ہنڈیا کیسی ہے جو آگ پر رکھی ہے؟ اس نے کہا کہ یہ پانی ہے جس سے ان بچوں کو بہلا رہی ہوں تا کہ یہ سو جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بے اختیار رو پڑے۔ آپ رضی اللہ عنہ بیت المال میں آئے اور ایک بڑا تھیلا آٹے کا اور ایک ڈبہ گھی اور کچھ کھجوریں،

Marfat.com

کپڑے اور درہم رکھے یہاں تک کہ اس تھیلے کو بھر دیا پھر فرمایا ''اسلم اس تھیلے کو میرے کاندھوں پر رکھ دو''، میں نے عرض کیا کہ میں اس تھیلے کو اٹھاتا ہوں تو فرمایا ''کل قیامت کے دن کیا تو میری طرف سے جواب دے گا؟'' پھر خود وہ سامان اٹھا کر اس عورت کے پاس تشریف لائے، ہنڈیا کو لے کر اس میں آٹا اور گھی ڈالا اور پھر چولہے پر چڑھا کر آگ جلانے کے لئے خود پھونکیں مارتے رہے یہاں تک کہ کھانا پک کر تیار ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ ان بچوں کو اپنے ہاتھ سے کھلاتے رہے حتیٰ کہ وہ بچے سو گئے تو عورت نے کہا ''خدا تجھے جزائے خیر دے امورِ خلافت میں امیر المومنین سے زیادہ مستحق تو تھا۔'' آپ رضی اللہ عنہ نے عورت سے فرمایا ''کل تم امیر المومنین کے پاس آنا میں تم کو وہیں ملوں گا اور تمہارے لیے وظیفہ جاری کرا دوں گا۔''

✿ شام کا ایک نامور فرماں روا جبلہ بن ایہم غسانی مسلمان ہو گیا تھا، طواف میں اس کی چادر کا ایک کونہ ایک شخص کے پاؤں کے نیچے آ گیا جبلہ نے اسے تھپڑ مار دیا۔ اس شخص نے برابر کا جواب دیا۔ جبلہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے جیسا کیا ویسا پایا، جبلہ نے جوشِ سرداری وحکمرانی میں کہا ''ہم وہ ہیں کہ ہم سے اگر کوئی شخص گستاخی سے پیش آئے تو وہ قتل کا سزاوار ہے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ہاں جاہلیت میں ایسا ہی تھا لیکن اسلام نے پست و بلند کو ایک کر دیا'' جبلہ نے کہا کہ اگر اسلام ایسا مذہب ہے جس میں صاحبِ رتبہ اور عام آدمی کا امتیاز نہیں تو میں اس سے باز آتا ہوں لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی مطلق پرواہ نہیں کی۔

✿ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ راستے سے گزر رہے تھے دیکھا ایک بوڑھا نابینا آدمی بھیک مانگ رہا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا شانہ پکڑ کر دریافت فرمایا، تم کس مذہب سے تعلق رکھتے ہو اور بھیک کیوں مانگ رہے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ میں یہودی ہوں معذوری ومحتاجی اور جزیہ ادا کرنے کے لیے بھیک مانگ رہا ہوں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور جو کچھ دینا تھا دے دیا اور بیت المال کے عہدیدار کو بلا کر حکم دیا کہ اس شخص کو اور اس قسم کے دیگر لاچار غیر مسلم لوگوں کو تلاش کرو۔ بخدا ہم انصاف کرنے والے نہیں ہو سکتے کہ ان کی جوانی کی کمائی

Marfat.com

(جزیہ) تو کھائیں اور بڑھاپے کے وقت انہیں بھیک مانگنے کی ذلت میں مبتلا کریں۔ بعدازاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص اور اس طرح کے تمام نادار اہلِ کتاب کا جزیہ ساقط کر دیا۔

❁ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ایک شیر خوار بچے کو ماں کی گود میں روتے ہوئے دیکھا تو اس کی ماں کو تاکید کی کہ بچے کو بہلائے۔ کچھ دیر بعد پھر ادھر سے گزرے تو بچے کو پھر روتا پایا تو غصے میں اس کی ماں سے کہا تو بڑی بے رحم ماں ہے۔ اس نے کہا کہ تم کو اصل حقیقت معلوم نہیں اور بلاوجہ مجھے ڈانتے ہو۔ بات یہ ہے کہ عمر (رضی اللہ عنہ) نے حکم دیا ہے کہ جب تک بچے دودھ نہ چھوڑیں اُن کا وظیفہ مقرر نہ کیا جائے میں اس وجہ سے اس کا دودھ چھڑانا چاہتی ہوں کہ بیت المال سے اس کا وظیفہ مقرر ہو جائے لہٰذا یہ رو رہا ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر رقت طاری ہو گئی اور فرمانے لگے اے عمر (رضی اللہ عنہ) تو نے کتنے بچوں کا خون کیا ہوگا! اسی دِن اعلان کرا دیا کہ بچے جس دِن پیدا ہوں تو اسی دِن سے اُن کے روزینے مقرر کر دیئے جائیں۔

❁ عہدِ فاروقی رضی اللہ عنہ میں گم نام اور لاوارث بچوں کے حقوق کی ذمہ داری بیت المال کے ذمہ ہوتی تھی لہٰذا جب کوئی بچہ جس کا باپ نہ ہوتا یا جسے راہ گزر پر ڈال دیا جاتا تھا تو اسے امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لایا جاتا آپ رضی اللہ عنہ اس کے لیے سو درہم مقرر فرماتے اور اسکی خوراک اور دوسرے مصارف کے لیے جتنے مال کی ضرورت ہوتی مقرر کرتے۔ اس کا مقرر کردہ سرپرست ہر ماہ آکر وظیفہ لے جاتا۔ امیر المومنین ایسے بچوں کو سال کے سال جا کر دیکھتے اور اُن کے حق میں حسنِ سلوک کی ہدایت فرماتے۔

❁ ایک بار منبرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر بیٹھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''عورتوں کا حق مہر چار سو درہم کے اندر اندر ہونا چاہیے اس لیے کہ اگر مہر میں فراخ دلی، برگزیدگی اور شرف کا حصول مقصود ہے تو بہر حال ظاہر ہے ہم ان عظمتوں اور بلندیوں کے حصول میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حاصل ہوئیں عاجز ہی رہیں گے'' آپ رضی اللہ عنہ یہ فرما کر منبر سے اتر آئے۔ ایک قریشی عورت نے ان کا راستہ روک کر ان سے پوچھا ''امیر المومنین آپ (رضی اللہ عنہ) نے لوگوں کو عورتوں کے

مہر میں اضافہ سے روک دیا ہے اور اُن سے یہ کہا ہے کہ وہ چار سو درہم سے آگے نہ بڑھیں لیکن آپ (رضی اللہ عنہ) کا یہ حکم سورہ نسا کی آیت نمبر 20 میں موجود قرآنی حکم کے خلاف نہیں؟ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر عورت کو بڑی سے بڑی دولت بھی دی جا چکی ہے تو بھی اس سے علیحدگی کی صورت میں وہ واپس نہیں لینی چاہیے اور اس کے واپس حاصل کرنے کے لیے کوئی بہانہ نہیں تلاش کرنا چاہیے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ عمر (رضی اللہ عنہ) کو معاف فرمائے ہر شخص دینی معاملات عمر (رضی اللہ عنہ) سے بہتر سمجھتا ہے'' چنانچہ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ اگر کوئی چار سو درہم سے زیادہ عورتوں کو مہر دینا چاہے یا اپنی خواہش کے مطابق کوئی اور چیز دینا چاہے تو بے شک وہ ایسا کر سکتا ہے۔ بلکہ ایک جگہ آپ رضی اللہ عنہ کا یہ فقرہ بھی نقل کیا گیا ہے ''اے اللہ تیرا شکر ہے کہ امت میں ایسی عورتیں بھی موجود ہیں جو غلط حکم پر عمر (رضی اللہ عنہ) کا ہاتھ پکڑ سکتی ہیں۔''

❁ سائب بن جبیر یہ روایت کرتے ہیں کہ ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ گشت کرتے ہوئے نکلے۔ آپ نے ایک آواز سنی، قریب ہوئے تو ایک عورت سخت فراقیہ اور حزنیہ اشعار پڑھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس عورت نے کہا ''مجھ پر کچھ ہی کیوں نہ بیت جائے عمر (رضی اللہ عنہ) کو کیا خبر۔ وہ کیا جانیں کہ شوہر کی جدائی سے مجھ پر کیا گزر رہی ہے۔'' امیر المومنین یہ سب سن رہے تھے ان کا دل پسیج گیا۔ فرمایا ''عورت تجھ پر اللہ رحم کرے''۔ پھر اس کی نقد و جنس سے مدد کی اور فوج میں ہر چھ ماہ بعد چھٹیوں کا حکم جاری فرما دیا۔

❁ ایک بار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور لوگوں سے خطاب فرماتے ہوئے کہا ''سنو جو میں کہتا ہوں اور پھر اس کی اطاعت کرو۔'' ابھی یہ پہلا جملہ مکمل ہی ہوا تھا کہ ایک بدو اپنی نشست سے کھڑا ہوا اور نہایت جرأت آمیز لہجے میں کہنے لگا ''نہ ہم تمہاری بات سنیں گے اور نہ تمہاری اطاعت کریں گے''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تیزی سے منبر سے نیچے اتر آئے اور دریافت فرمایا ''کیا ہوا ہے تمہیں؟ تم نہ میری بات سننا چاہتے ہو اور نہ اطاعت کرنا چاہتے ہو؟'' اس بدو نے مردانگی سے فرمایا ''تم نے دنیا داری برتی ہے، سب کو ایک ایک یمنی چادر تقسیم کی ہے اور خود

دو چادریں لی ہیں'' اکثر روایات میں دو چادروں سے بنا ہوا کرتا لکھا ہے، کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ طویل القامت تھے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''عبداللہ کہاں ہیں؟'' (یہ آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے کا نام تھا) ''حاضر ہوں امیر المومنین'' مجمع سے فوراً جواب آیا۔ آپ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا ''ان چادروں کے بارے میں مجمع کو اور اعتراض کرنے والے کو بتایا جائے۔'' عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''ایک چادر امیر المومنین ہی کی ہے اور دوسری میری ہے''۔ تب فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے بدو سے مخاطب ہو کر کہا ''تم نے جلدی کی جو بات پوچھے بغیر احتجاج کر دیا۔ میں نے اپنے میلے کپڑے دھوئے تھے جو صرف ایک ہی جوڑا تھا۔ اس کے سوکھنے میں دیر تھی اور میں ایک چادر میں باہر نہیں آ سکتا تھا اس لیے دوسری چادر میں نے اپنے بیٹے سے مانگ لی تھی جس کی شہادت بھی وہ پیش کر چکا ہے۔'' چادر کی وضاحت سے مطمئن ہو کر اس بدو نے کہا ''اب بولو ہم سنیں گے اور اطاعت بھی کریں گے''۔ مسلمانوں کا امیر المومنین اور یہ مفلوک الحالی؟

❁ اب ذرا ان کے لباس یا جوڑے کے متعلق دیکھئے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کیا فرماتے ہیں!''میں نے عمر ابنِ خطاب رضی اللہ عنہ کے لباس میں اکتیس پیوند چمڑے کے اور ایک پیوند کپڑے کا دیکھا''۔

❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ''میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قمیض میں ان کے مونڈھوں کے درمیان چار پیوند دیکھے۔'' حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ''میں ایک دِن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ گدھے پر سوار کہیں جا رہے تھے۔ میں بھی ساتھ ہو لیا۔ گدھے کے گلے میں سیاہ رسی بندھی ہوئی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک قمیض اور ایک تہمد پہنے ہوئے تھے۔ تہمد کا یہ عالم تھا کہ پنڈلیوں سے اوپر جا رہا تھا۔ میں نے اس کا سبب دریافت کیا تو امیر المومنین رضی اللہ عنہ فرمانے لگے ''اس کا سبب یا ذمے دار یہ واحد جوڑا ہے جسے میں دھو کر ڈالتا ہوں تو یہ سوکھنے میں دیر لگا دیتا ہے۔''

❁ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں محاسبہ پر بڑا زور ہوتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا فرمان تھا

کہ اپنا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے کیونکہ تمہارا اپنا کیا ہوا محاسبہ تمہارے اپنے حساب کتاب کو روزِ محشر آسان کردے گا۔ پھر فرمایا اپنا وزن کرتے رہو قبل اس کے کہ تمہارے لیے میزان کھڑی کی جائے، اپنے آپ کو بڑی عدالت کی پیشی کے لیے تیار رکھو جس دِن تمہاری کوئی بات بھی پوشیدہ نہیں رہے گی۔ غرض حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں احتساب بہت سخت ہوتا تھا۔

❁ فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ احتساب کا پہلا عمل یہ تھا کہ ہر عامل کی تقرری کے وقت اس کے قبضے میں جو کچھ اشیاء ہوتی تھیں ان کی فہرست مرتب کی جاتی تھیں جسے وقتاً فوقتاً چیک بھی کیا جاتا تھا اور عوامی مجمع میں بھی اسے سنایا جاتا تھا تاکہ شہادت مضبوط ہو جائے۔ نیز اس بات کا یقینی اہتمام کیا جاتا تھا کہ عمال یا حکومتی افسر کو اتنا وظیفہ دیا جائے کہ جس سے اس کا اور اس کے اہل خانہ کی گزر بسر ہو سکے۔ پھر اس فہرست کی پڑتال نہایت باریک بینی سے کی جاتی تھی یعنی آڈٹ ہوتا تھا۔

❁ ایک بڑا مشہور واقعہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بحرین کا گورنر مقرر کیا گیا۔ جب وہ بحرین جانے لگے تو دس ہزار دینار بھی ساتھ لے جانے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً ہی ان کا مواخذہ کیا اور پوچھا کہ یہ مال کہاں سے آیا؟ اس کا حساب پیش کیا جائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا ''میں نے گھوڑیاں پال رکھی تھیں جس سے آمدنی میں اضافہ ہوا۔'' ان کا یہ عذر معقول تھا اس لیے قبول ہوا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بحرین جانے کو کہا تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے معذوری کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ ذمے داری بڑی سخت ہے اگر اس میں نادانستہ بھی کوئی بات خلافِ عدل ہوگئی تو آپ (رضی اللہ عنہ) کے مواخذہ سے بچ نہیں سکوں گا۔

❁ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے احکامات جاری کیئے تھے کہ کوئی بھی عامل یا گورنر جب مدینے میں آئے تو رات میں نہ آئے بلکہ دِن میں آئے تاکہ لوگ اسے دیکھ سکیں۔

❁ یہ احتساب صرف مال تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ زندگی کے ایک ایک موڑ کے لیے مقرر تھا جس میں عامل کے رہن سہن کا طریقہ، اخلاق وعادات اور طرزِ معاشرت جیسی صفات شامل تھیں۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی کو کسی اہم عہدے پر فائز کرتے تو اسے خصوصی ہدایات سے سرفراز فرماتے اور اسے عملی طور پر نافذ کرنے کی حتیٰ المقدور کوشش کرتے تھے بلکہ اس عامل کے کردار میں اسلامی اقدار و اخلاق کی روح سمونے کی کوشش میں لگے رہتے۔

❁ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکثر و بیشتر اپنے عمال یا گورنر کو خطبے کے ذریعے بھی ہدایت دیتے تھے۔ ایک موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے دورانِ خطاب فرمایا ''یاد رکھو رعایا اس وقت تک حاکم کی پیروی کرتی ہے جب تک وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔ جب وہ احکامِ خداوندی سے روگردانی کرتا یا سرکشی اختیار کرتا ہے تو رعایا بھی اس کے احکام سے سرکشی اختیار کرتی ہے۔ جب وہ فسق و فجور کرتا ہے تو رعایا اس سے بڑھ کر فاسق و فاجر ہو جاتی ہے۔''

اکثر پرہجوم مجمع میں سے کوئی نہ کوئی شخص آپ رضی اللہ عنہ پر تنقید کرنے کھڑا ہو جاتا تھا مگر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا رویہ ان کے ساتھ برادرانہ ہوتا تھا وہ ہر تنقید کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے تھے۔

❁ جب آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید کو سپہ سالاری سے معزول کیا اور پھر سفرِ شام کے دوران ایک مجمع عام میں ان کی معزولی پر گفتگو کی تو ایک شخص نے کہا ''اے عمر (رضی اللہ عنہ) تو نے انصاف نہیں کیا تو نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرر کردہ عامل کو معزول کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کھینچی ہوئی تلوار کو نیام میں ڈال دیا تو نے قطع رحم کیا اور اپنے چچیرے بھائی پر حسد کیا۔'' مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سخت الفاظ سن کر بھی پرسکون رہے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی کی وجوہ بیان کیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اسی طرزِ عمل نے لوگوں کے حوصلوں کو بلند کیا تاکہ وہ اپنے حکام سے نظریں ملا کر بات کر سکیں اور وقت آنے پر ان کا سختی سے محاسبہ کر سکیں۔

❁ ایک دن خلیفۂ ثانی نے مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا ''اگر میں دنیا کی طرف جھک جاؤں اور بے انصافی کرنے لگوں تو تم کیا کرو گے؟'' ایک شخص نے میان سے تلوار نکالی اور کھڑے ہو کر بولا ''ہم تمہیں تلوار سے سیدھا کر دیں گے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اللہ کا شکر ہے کہ قوم میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں کہ میں اگر ٹیڑھا ہو گیا تو وہ مجھے سیدھا کر دیں گے۔''

Marfat.com

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ عوام کو یہ باور کرانا چاہتے تھے کہ خلیفہ وقت کو سیدھا رکھنا عوام کے فرائض میں شامل ہے اس لیے وہ ہر وقت اسے احتسابی نظروں سے دیکھتے رہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ بھی جانتے تھے کہ سربراہِ مملکت کا احتساب اس کی اپنی ذات تک محدود نہیں رہتا اس میں اس کے اہل وعیال بھی شریک کیئے جانے چاہئیں۔

❁ خلیفہ وقت کے احتساب سے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے ''صاحبِ اقتدار عوام کے سامنے جوابدہ ہے وہ نہ صرف اس سے مواخذہ (احتساب) کرسکتے ہیں بلکہ انہیں وقتاً فوقتاً کرتے بھی رہنا چاہیے کیونکہ وہ مامور من اللہ نہیں ہے جو صرف خدا ہی کے سامنے جواب دہ ہو۔ خدا کے سامنے جواب دہ تو ہر شخص ہوگا اسے اپنے ہر عمل کا جواب دینا ہوگا لیکن اپنی خوش دلانہ بیعت سے جب لوگ کسی کو اپنا سربراہ منتخب کرتے ہیں تو دراصل وہ اسے اپنا مربی مقرر کرتے ہیں۔ اگر یہ مربی اپنے حقوق سے تجاوز کرے تو عوام کا فرض ہے کہ اسے سیدھا کردیں۔ عوام میں احتساب کا جذبہ جس قدر توانا ہوگا، خلیفہ اسی قدر راہِ راست پر رہے گا اور اگر یہ جذبہ کم زور پڑ جائے تو خلیفہ نہ صرف خود ہلاکت میں پڑے گا بلکہ اپنے ساتھ پوری امت کو بھی لے ڈوبے گا۔''

کوئی بڑا ہو یا چھوٹا امیر ہو یا غریب' حاکم یا رعایا سب آپ رضی اللہ عنہ کی عدالت میں برابر تھے اور احتساب کے وقت گورنروں حاکموں اور عمالوں کو بھی عدالت کے کٹہرے میں کھڑا ہونا پڑتا۔ احتساب اور انصاف کی کئی مثالیں ہیں جن میں ایک یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک کہتے ہیں کہ ''میں امیر المومنین کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا' جو مصری تھا۔ مصری بولا ''میں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس پناہ لینے آیا ہوں''۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''کیا بات ہے؟ کیا ہوا تم کو؟''۔ فریادی نے کہا ''ہوا یہ کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مصر میں کچھ گھوڑے روانہ کیے۔ ان میں ایک مجھے بھی ملا لیکن جوں ہی لوگوں کی نظر اس گھوڑے پر پڑی تو اسے سب نے تحسین اور قدردانی کے جذبے سے دیکھنا شروع کیا' گورنر کے بیٹے محمد بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ''ربِ کعبہ کی قسم یہ گھوڑا میرا ہے''۔ محمد بن عمرو جوں ہی میرے پاس سے گزرے میں نے

Marfat.com

بھی ان ہی کے الفاظ دہرادیے...... ''فرس و رب الکعبہ'' یعنی ربِ کعبہ کی قسم یہ گھوڑا میرا ہے''۔ محمد بن عمرو نے بے تحاشا مجھے کوڑے مارنا شروع کیے۔ گورنر کا یہ بیٹا مجھے کوڑے سے مارتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا؛''تجھ میں ہمت ہے تو یہ گھوڑا لے کر دیکھ۔ تجھے معلوم نہیں میں اشراف زادہ (یعنی Elite Class سے) ہوں''۔

ابھی مصری کا بیان یہیں تک پہنچا تھا کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا؛''تم بیٹھ جاؤ''۔ اور پھر فوراً حکمرانِ مصر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو یہ الفاظ لکھ بھیجے''جوں ہی تم کو میرا یہ مکتوب ملے تو اپنے بیٹے محمد کے ساتھ مدینہ کے لئے روانہ ہو جاؤ''۔

عمرو رضی اللہ عنہ نے بیٹے کو بلا کر پوچھا''بیٹے کوئی خاص واقعہ تو نہیں رونما ہوا اور تم سے کوئی جرم تو نہیں سرزد ہوا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے تمہارا ذکر کیوں کیا آخر؟''

بہر صورت یہ دونوں باپ بیٹے افتاں وخیزاں مدینہ آئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم امیر المومنین کے پاس بیٹھے تھے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ آئے اور بیٹھ گئے۔ ہم نے دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں محمد بن عمرو کی تلاش میں تھیں۔ بیٹا باپ کے پیچھے تھا۔ فرمایا''مصر کا آدمی کدھر گیا؟''

مصری بولا''میں حاضر ہوں''۔

ارشاد ہوا''تم یہ درہ لو اور ان اشراف زادہ صاحب کو مارنا شروع کرو''۔

مصری نے درہ سے عمرو بن العاصؓ کے بیٹے کو مارنا شروع کیا۔ وہ تکلیف بھی کرتا تو امیر المومنین رضی اللہ عنہ اسے حکم دیتے کہ وہ ابنِ عمرو کو مارتا جائے۔ گورنر کے بیٹے کے جسم سے خون جاری ہو چکا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر امیر المومنین نے فرمایا:

''یہ جو کچھ ہوا اس کا سبب تمہارے والد ہیں۔ نہ ان کو اقتدار ملتا اور نہ تم کو مصری یوں مارتا!''

صاحبزادے بولے''امیر المومنین رضی اللہ عنہ اس نے اگر مجھے مارا تو میں بھی اس کو مار چکا ہوں''۔

Marfat.com

اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جلال آ گیا اور فرمایا "بہر حال اگر تم نے اسے دوبارہ مارا تو شدت سے مداخلت کریں گے اور آخر میں تم کو اس کے حق میں سپر ڈالنی پڑے گی"۔

یہ تو بیٹے سے کہا' مگر باپ سے جو کہا وہ تاریخی اور یادگار جملہ ہو کر رہ گیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے گورنر سے کہا "عمرو! یہ تم نے انسانوں کو غلام کس دن سے بنالیا ہے۔ وہ تو اپنی ماؤں کے بطن سے آزاد پیدا ہوئے تھے"۔

اس کے بعد وہ مصری سے مخاطب ہوئے اور کہا "اطمینان اور دلجمعی سے واپس جاؤ اور تمہیں پھر کوئی ناگوار معاملہ پیش آئے تو مجھے فوراً لکھو"۔

رعایا کے علاوہ آپ اپنے گھر والوں سے بھی سختی سے انصاف برتتے اور عمل وانصاف کو ہرگز ہاتھ سے چھوٹنے نہ دیتے۔ اسماعیل نے محمد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:-

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بحرین سے مشک وعنبر کی کچھ مقدار آئی فرمایا "کیا اچھا ہوتا اگر کوئی عورت اس تمام خوشبو کے ذخیرہ کو بہت صحیح طور پر تول دیتی تاکہ تمام مسلمانوں کو برابر کا حصہ مل جاتا" تو آپ کی بیوی عاتکہ رضی اللہ عنہا بولیں "میری تول بہت اچھی ہے۔ اجازت ہو تو میں تول دوں"۔ فرمایا "نہیں"۔ عاتکہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کیوں؟ کہنے لگے "مجھے خدشہ ہے تم اسے یوں لگاؤ گی" اس کے بعد اپنی انگلیاں کنپٹی پر پھیریں۔ "اور اپنی گردن پر بھی اسے ملوگی اور یوں میرے حصہ میں مشک عام مسلمانوں کے حصہ سے زیادہ آجائے گا"

عطارہ کہتی ہیں بیت المال سے متعلق خوشبوئیں وغیرہ آتی تھیں تو انہیں فروخت کر کے وہ رقم خزانہ میں رکھ لی جاتی تھی۔ امیر المومنین یہ خوشبوئیں اور لذیذ اشیاء اپنی بیوی کے پاس رکھواتے تھے جنہیں خوشبوئیں اور نفیس اشیاء فروخت کرنے کا کام سپرد ہوتا تھا۔ ایک دن امیر المومنین کی بیوی نے خوشبو کی کچھ مقدار میرے ہاتھ بھی فروخت کی۔ وزن کرتے وقت انہیں بار بار مقدار کو کم یا زیادہ کرنا پڑا۔ تولتے وقت کوئی میٹھی چیز زوجہ عمر رضی اللہ عنہ کی انگلیوں میں لگی رہ گئی جسے انہوں نے منہ میں رکھ لیا اور پھر اپنی انگلیاں اپنے آنچل سے پونچھ لیں۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ گھر میں داخل ہوئے

Marfat.com

تو بیوی کے آنچل کو خوشبودار پایا، پوچھا "یہ کیسی خوشبو ہے؟" بیوی نے صورت حال واضح کی تو فرمایا "تو یہ کہیے بیت المال کی خوشبوؤں اور لذائذ سے متمتع ہوا جا رہا ہے"۔ یہ کہہ کر بیوی کے سر کی پوشش پر پانی انڈیلنا شروع کیا اور جب اس سے بھی اطمینان نہ ہوا تو آنچل لے کر زمین پر رگڑنا شروع کر دیا تا کہ وہ خوشبو سے پاک ہو جائے۔"

یہی عطارہ کہتی ہیں کہ ایک اور موقع پر میں امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی بیوی کے پاس پھر گئی۔ اس بار بھی جب انہوں نے میرے لیے ایک چیز تولی تو اس کا کچھ حصہ ان کی انگلی میں لگا رہ گیا۔ میں نے چاہا، میں وہ بھی لے لوں غالباً وہ کوئی میٹھی چیز تھی، منہ میں رکھ لیا لیکن فوراً ہی اپنا ہاتھ زمین پر مل ڈالا میں نے کہا "ارے ارے یہ کیا کر رہی ہیں۔ آپ پہلے تو ایسا نہیں کرتی تھیں" کہنے لگیں "اُس بار تمھیں معلوم ہے انہوں نے (مراد امیر المومنین) میرے ساتھ کیا کیا تھا اور میری کیا درگت بن گئی تھی۔"

رحم دِلی

آپ رضی اللہ عنہ بہت حد تک رحم دل، حساس اور معاملہ فہم تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ تقویٰ کے پیکر تھے آپ رضی اللہ عنہ میں خدا خوفی اس قدر تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ اونٹ کے پیٹ پر ہاتھ مارتے اور کہتے کہ بروز قیامت تیرے بارے میں بھی مجھ سے پوچھا جائے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ ہر کسی کی بات کو سنتے اور گہرائی تک سوچتے۔ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ سفر سے واپس آ رہے تھے تو راستے میں ایک خیمہ دیکھا۔ قریب گئے تو دیکھا کہ اس میں ایک بڑھیا بیٹھی ہے۔ پوچھا کہ تمہیں عمر (رضی اللہ عنہ) کا بھی کچھ حال معلوم ہے۔ اس نے کہا کہ سنا ہے وہ شام سے چل پڑے ہیں اس سے زیادہ نہ مجھے ان کی بابت کچھ علم ہے، نہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ نے پوچھا ایسا کیوں؟ اس نے کہا کہ جس نے آج تک یہ معلوم نہیں کیا کہ مجھ پر کیا گزر رہی ہے میں اس کے حالات معلوم کر کے کیا کروں گی؟ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نے عمر (رضی اللہ عنہ) تک اپنی حالت کی اطلاع پہنچائی تھی! اس نے کہا کہ یہ میرا کام نہیں تھا عمرؓ کا کام تھا۔

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عمر کو اتنی دور کا حال کیسے معلوم ہو سکتا ہے؟ اس کے جواب میں اس بڑھیا نے جو کچھ کہا وہ غور سے سننے کے قابل ہے اس نے کہا ''اگر عمر (رضی اللہ عنہ) اپنی رعایا کے ہر فرد کے حالات کا علم نہیں رکھتا تو اسے حکومت کرنے کا کیا حق حاصل ہے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بھی اس واقعہ کو یاد کرتے تو آنکھوں میں آنسو آ جاتے اور کہتے کہ خلافت کا مفہوم کیا ہے مجھے شام کی اس بڑھیا نے بتایا۔ اسی کا احساس تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ اگر میں زندہ رہا تو رعایا کا حال معلوم کرنے کیلئے سال بھر تک مسلسل سفر میں رہوں گا کیونکہ دور دراز علاقوں کے لوگ مجھ تک نہیں پہنچ سکتے اور میں نہیں کہہ سکتا کہ میرے عمال ان میں سے ہر ایک کی ضروریات سے مجھے آگاہ کرتے ہوں۔ میں شام، مصر، بحرین، بصرہ جاؤں گا اور ہر مقام پر دو دو ماہ قیام کر کے لوگوں کے حالات براہ راست معلوم کروں گا۔

کرامات

آپ رضی اللہ عنہ سے منسوب روایات صحیحہ سے کئی کرامات بھی ملتی ہیں مثلاً مسجد نبوی سے پکار کر ساریہ رضی اللہ عنہ کی راہبری فرمائی۔ یا ساریہ بن زینم اصعد الی الجبل ترجمہ۔ اے زینم کے بیٹے ساریہ پہاڑی پر چڑھ جا۔

اسی طرح دریائے نیل کو خط لکھنا، زلزلہ سے کانپتی ہوئی زمین پر دُرّہ مارنا، قحط کے وقت مدینہ سے باہر جا کر دو رکعت نماز پڑھ کر دعا مانگنا اور اسی وقت بارش کا شروع ہو جانا وغیرہ معروف کرامات ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دس سال تک اسلام کی برکات سے عالم کو فیضیاب فرمایا جس سے امن کا عالم قائم ہوا اور ہر طرف عدل و انصاف سے دنیا بھر گئی۔

محدث و ملہم من اللہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ محدث و ملہم من اللہ

Marfat.com

تھے۔محدث یہاں ملہم (صاحبِ الہام) کے معنی میں ہے یعنی وہ روشن ضمیر شخص جس کے دل میں غیب سے کوئی بات پڑے۔اس کو محدث اس اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ گویا اس سے غیبی طاقت (اللہ تعالیٰ) بات کرتی ہے اور اس کو وہ بات بتاتی ہے جو دوسروں کو معلوم نہیں ہوتی پھر وہ شخص اس بات کو دوسروں تک پہنچاتا ہے۔لغتِ حدیث کی کتاب مجمع البحار میں لکھا ہے ''محدث اس شخص کو کہتے ہیں جس کے دِل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی بات ڈالی جاتی ہے اور پھر وہ محض نورِ فراست کے ذریعہ اس بات کو دوسروں تک پہنچاتا ہے اور یہ مرتبہ اسی کو نصیب ہوتا ہے جس کو اللہ پاک نوازنا چاہے۔'' ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے فرمایا ہے ''گزشتہ اُمتوں میں کچھ اشخاص محدثین ہو گزرے ہیں اور میری اُمت میں یہ منصب عمر (رضی اللہ عنہ) کو حاصل ہے۔''

ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ: حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' پچھلے ادوار میں مختلف اُمتوں کے اندر الہام پذیر شخصیات موجود تھیں اور میری اُمت میں اس قسم کی الہام پذیر شخصیت عمر (رضی اللہ عنہ) ہے۔''

صحیحین نے اس روایت کو ملفوظ کیا ہے لیکن صحیح بخاری میں یہ الفاظ ہیں ''تم سے پہلے بنی اسرائیل میں کچھ لوگ اگرچہ نبی نہ تھے تاہم وہ کلامِ الٰہی کے مخاطب ہوتے تھے امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ درجہ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کو حاصل ہے۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فضیلت بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں

❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی صحابی نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے عرض کیا: میرے پاس تو کوئی عمل نہیں سوائے اس کے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں آخرت میں بھی اسی کی معیت اور سنگت نصیب

Marfat.com

ہوگی جس سے تم محبت کرتے ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں کسی خبر نے اتنا خوش نہیں کیا جتنا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان نے ''تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے محبت کرتے ہو۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوں اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم سے بھی لہٰذا امیدوار ہوں کہ ان کی محبت کے باعث میں بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گا اگرچہ میرے اعمال ان جیسے نہیں۔ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ان دونوں شخصیات سے محبت کرنے کا سبب بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ان کا مقام و مرتبہ تھا)۔ (یہ حدیث متفق علیہ ہے۔)

❁ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا جنازہ تخت پر رکھا گیا تو لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے، وہ ان کے حق میں دعا کرتے، تحسین آمیز کلمات کہتے اور جنازہ اٹھائے جانے سے بھی پہلے ان پر صلوٰۃ (یعنی دعا) پڑھ رہے تھے، میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا۔ اچانک ایک شخص نے پیچھے سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا، میں نے گھبرا کر مڑ کے دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے رحمت کی دعا کی اور (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جسدِ اقدس سے مخاطب ہو کر) فرمایا: ''(اے عمر!) آپ نے اپنے بعد کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جس کے کیے ہوئے اعمال کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا پسند ہو۔ بخدا مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کا درجہ آپ کے دونوں رفیقوں (یعنی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے ساتھ کر دے گا، کیونکہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہ کثرت یہ سنتا تھا ''میں اور ابو بکر (رضی اللہ عنہ) و عمر (رضی اللہ عنہ) آئے، میں اور ابو بکر (رضی اللہ عنہ) و عمر (رضی اللہ عنہ) داخل ہوئے، میں اور ابو بکر (رضی اللہ عنہ) و عمر (رضی اللہ عنہ) نکلے'' اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو (اسی طرح) آپ کے دونوں رفیقوں کے ساتھ رکھے گا۔'' (یہ حدیث متفق علیہ ہے اور مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں۔)

❁ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے بہترین انسان! (یہ سن کر) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آگاہ ہو جاؤ اگر تم نے یہ کہا ہے تو میں نے بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

Marfat.com

یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عمر (رضی اللہ عنہ) سے بہتر کسی آدمی پر ابھی تک سورج طلوع نہیں ہوا۔ (اس حدیث کو امام ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔)

❁ حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے ہر ایک چیز سے بڑھ کر محبوب ہیں، سوائے اپنی جان کے۔ اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کی جان سے بھی بڑھ کر محبوب نہیں ہو جاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اب آپ مجھے میری جان سے بھی بڑھ کر محبوب ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! اب تمہارا ایمان کامل ہو گیا ہے۔ (اس حدیث کو امام احمد، حاکم اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔)

❁ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا وہ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) ہوتا۔ (اس حدیث کو امام ترمذی، احمد اور حاکم نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے اور امام حاکم نے بھی فرمایا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔)

اور ایک روایت میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اگر اللہ تعالیٰ میرے بعد کسی کو نبی بنا کر بھیجنے والا ہوتا تو یقیناً عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کو نبی بنا کر بھیجتا۔" (امام ہیثمی نے فرمایا کہ اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔)

❁ حضرت محمد بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (گھر کے) اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس قریش کی کچھ عورتیں اونچی آواز سے گفتگو کر رہی تھیں۔ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو وہ اٹھ کھڑی ہوئیں اور پردے میں چلی گئیں۔ اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرانے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ تعالیٰ آپ کے دندانِ مبارک تبسم ریز رکھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ان عورتوں پر حیران ہوں جو

Marfat.com

میرے پاس تھیں (اور خوب باتیں کر رہی تھیں) کہ جب انہوں نے تمہاری آواز سنی تو پردے میں چھپ گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ زیادہ حق دار ہیں کہ یہ آپ سے ڈریں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اپنی جان کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں ڈرتیں؟ عورتوں نے جواب دیا: ہاں! آپ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں سخت گیر اور سخت دل ہیں۔ پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابنِ خطاب! اس بات کو چھوڑو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! جب شیطان تمہیں کسی راستے پر چلتے ہوئے دیکھتا ہے تو تمہارے راستے کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔ (یہ حدیث متفق علیہ ہے)۔

❁ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ کسی جہاد سے واپس تشریف لائے تو ایک سیاہ فام باندی حاضر ہوئی اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح سلامت واپس لائے تو میں آپ کے سامنے دف بجاؤں گی اور گانا گاؤں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم نے نذر مانی تھی تو دف بجالو ورنہ نہیں۔ اس نے دف بجانا شروع کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے وہ بجاتی رہی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آنے پر بھی وہ دف بجاتی رہی۔ لیکن اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو وہ دف نیچے رکھ کر اس پر بیٹھ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! (یہ عورت تو درکنار) تم سے تو شیطان بھی ڈرتا ہے۔ میری موجودگی میں یہ دف بجاتی رہی پھر ابوبکر (رضی اللہ عنہ)، علی (رضی اللہ عنہ) اور عثمان (رضی اللہ عنہ) (یکے بعد دیگرے) آئے تب بھی یہ دف بجاتی رہی لیکن جب تم آئے تو اس نے دف بجانا بند کر دیا۔ (اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)۔

❁ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے اتنے میں ہم نے شور و غل اور بچوں کی آواز سنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے تو دیکھا کہ ایک حبشی عورت ناچ رہی ہے اور بچے اس کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عائشہ آ دَ دیکھو! میں گئی اور تھوڑی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک کندھے پر رکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھے اور سر

کے درمیان سے دیکھنے لگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارا جی نہیں بھرا؟ میں دیکھنا چاہتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک میری کیا قدر ومنزلت ہے؟ لہٰذا میں نے عرض کیا: ''نہیں''۔ اتنے میں حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) آ گئے اور انہیں دیکھتے ہی سب لوگ بھاگ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میں دیکھ رہا ہوں کہ شیاطین جن وانس عمر کو دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے'' پھر میں لوٹ آئی۔ (اس حدیث کو امام ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)۔

❁ حضرت سدیسہ رضی اللہ عنہا جو کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ ہیں بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک جب سے عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا ہے شیطان اس کے سامنے سے گزرتا ہے تو اپنا سر جھکا لیتا ہے۔'' (اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد حسن ہیں)۔

❁ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن حمید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے ایک مجلس میں انہیں یہ حدیث بیان کی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دس آدمی جنتی ہیں، ابوبکر (رضی اللہ عنہ) جنتی ہیں، عمر (رضی اللہ عنہ) جنتی ہیں، عثمان (رضی اللہ عنہ) جنتی ہیں اور علی (رضی اللہ عنہ) جنتی ہیں (آگے مزید صحابہ کرام کے اسمائے گرامی بیان کیے)۔ (اس حدیث کو امام ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے)۔

❁ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نو آدمیوں کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ جنتی ہیں اور اگر میں دسویں آدمی کے بارے میں بھی گواہی دوں تو گناہ گار نہ ہوں گا۔ پوچھا گیا: وہ کیسے؟ فرمایا: ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جبل حراء پر تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے حراء! ٹھہر جا' کیونکہ تجھ پر نبی' صدیق اور شہید ہی تو ہیں۔ پوچھا گیا: وہ کون تھے؟ فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ' حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعدؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ۔ پوچھا گیا: دسواں کون تھا؟ فرمایا: میں تھا۔ (اس حدیث کو امام ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)۔

❁ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حق تعالیٰ

Marfat.com

(اپنی شان کے مطابق) سب سے پہلے جس شخص سے مصافحہ فرمائے گا وہ عمر (رضی اللہ عنہ) ہے اور سب سے پہلے جس شخص پر سلام بھیجے گا اور سب سے پہلے جس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل فرمائے گا وہ بھی عمر ہے۔ (اس حدیث کو امام ابنِ ماجہ اور حاکم نے روایت کیا ہے)۔

❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے پوچھا: آج کس نے جنازہ پڑھا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آج کس نے کسی مریض کی تیمارداری کی ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: آج کس نے صدقہ کیا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آج کون روزے سے رہا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (عمر کے لیے جنت) واجب ہوگئی، واجب ہوگئی۔ (اس حدیث کو امام احمد اور ابنِ ابی شیبہ نے روایت کیا ہے)۔

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "عمر بن خطاب اہلِ جنت کا چراغ ہے۔" (اس حدیث کو امام ابونعیم اور دیلمی نے روایت کیا ہے)۔

❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میرے رب نے تین باتوں میں میری موافقت فرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کاش ہم مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ بنائیں تو حکم نازل ہوا" اور (حکم دیا کہ) ابراہیم (علیہ السلام) کے کھڑے ہونے کی جگہ کو مقامِ نماز بنالو۔" (البقرہ، ۲: ۱۲۵) اور پردہ سے متعلق بھی میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! کاش آپ ازواجِ مطہرات کو پردہ کا حکم فرمائیں کیونکہ ان سے نیک اور بد ہر قسم کے لوگ کلام کرتے ہیں تو پردے کی آیت نازل ہوئی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غیرت کھاتے ہوئے جمع ہوئیں تو میں نے ان سے کہا "اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں تو عجب نہیں کہ اُن کا رب انہیں تم سے بہتر ازواج بدلہ میں عطا فرما دے۔" (التحریم، ۶۶: ۵) تو یہی آیت نازل ہوئی۔ (اس حدیث کو امام بخاری اور احمد نے روایت کیا ہے)۔

❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے رب نے تین امور میں میری موافقت فرمائی۔ مقامِ ابراہیم میں، (وجوبِ) حجاب میں اور بدر کے قیدیوں

Marfat.com

کے بارے میں (تین کا ذکر شہرت کے اعتبار سے ہے ورنہ ان آیات کی تعداد زیادہ ہے)۔(اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے)۔

✿ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حق کو عمر کی زبان اور دل پر جاری کر دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کبھی لوگوں کو کوئی مسئلہ درپیش ہوا اور لوگوں نے اس پر بات کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس مسئلہ پر کچھ کہا تو قرآنِ حکیم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے موافق نازل ہوا۔ (اسے امام ترمذی اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے نیز امام ترمذی اور حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے)۔

✿ حضرت عمرو بن شرجبل ابو میسرہ، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ! شراب کے معاملہ میں ہمارے لیے شافی وکافی حکم نازل فرما، تو وہ آیت اتری جو سورۃ البقرہ میں ہے: ''آپ سے شراب اور جوئے کی نسبت سوال کرتے ہیں۔'' (البقرہ، ۲:۲۱۹) پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور اس آیت کی تلاوت کی گئی، انہوں نے پھر عرض کیا: اے اللہ! شراب کے معاملہ میں ہمارے لیے شافی وکافی حکم نازل فرما، تو وہ آیت اتری جو سورۃ النساء میں ہے: ''اے ایمان والو! تم نشہ کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ۔'' (النساء، ۴:۴۳) پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور ان پر یہ آیت پڑھی گئی انہوں نے پھر عرض کیا: اے اللہ! شراب کے معاملہ میں ہمارے لیے شافی وکافی حکم نازل فرما، پھر وہ آیت نازل ہوئی جو سورۃ المائدہ میں ہے: ''شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان عداوت اور کینہ ڈلوا دے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اور نماز سے روک دے۔ کیا تم (ان شر انگیز باتوں سے) باز آؤ گے؟'' (المائدہ، ۵:۹۱) پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور ان پر یہ آیت تلاوت کی گئی تو وہ کہنے لگے (اے اللہ!) ہم باز آ گئے ہم باز آ گئے۔ (اس حدیث کو امام ترمذی، ابو داؤد، نسائی اور احمد نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح تر ہے اور امام حاکم نے بھی فرمایا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے)۔

✿ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک چادر میں لپٹے ہوئے تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

Marfat.com

اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمتوں کا نزول فرمائے پھر فرمایا: لوگوں میں سے کوئی بھی شخص میرے نزدیک اس چادر میں لپٹے ہوئے شخص سے زیادہ محبوب نہیں ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے صحیفہ (یعنی قرآن پاک) میں ہے وہ اسے اس شخص کی منشاء کے مطابق نازل فرماتا ہے۔ (اس حدیث کو امام حاکم اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے)۔

❁ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کوئی رائے دیتے تو اس کے مطابق قرآن نازل ہو جاتا۔ (اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے)۔

❁ امام شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ! ''البتہ میرے دل میں یہ القاء کیا گیا ہے کہ جب تمہارا سامنا تمہارے دشمن سے ہوگا تو تم اسے شکست دے دو گے۔'' بیان کیا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اس چیز کو محال نہیں سمجھتے تھے کہ بے شک سکینہ (اطمینان وسکون) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے بولتا ہے اور بے شک قرآن میں بعض (احکامات) حضرت عمر کی رائے کے مطابق نازل ہوئے ہیں۔ (اس حدیث کو امام ابن عساکر اور سیوطی نے روایت کیا ہے)۔

❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چار چیزوں میں میرے رب نے میری موافقت میں آیات اُتاریں (ان میں سے ایک یہ ہے کہ) جب یہ آیت مبارکہ: ''اور تحقیق ہم نے انسان کی تخلیق (کی ابتداء) مٹی (کے کیمیائی اجزاء) کے خلاصہ سے فرمائی۔'' (المومنون: ۲۳: ۱۲) نازل ہوئی تو میں نے کہا: پس اللہ تعالیٰ برکت والا ہے جو سب سے بہتر خلقت کرنے والا ہے تو اس کی موافقت میں یہ آیت نازل ہوئی: فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ۔ ترجمہ: پس بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا۔ (المومنون: ۲۳: ۱۴) (اس حدیث کو امام ابن ابی حاتم، قرطبی اور ابن کثیر نے روایت کیا ہے اور یہ الفاظ ابن کثیر کے ہیں)۔

❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خواب میں مجھے دکھایا گیا ہے کہ میں ایک کنویں سے ڈول کے ذریعے پانی نکال رہا ہوں جس پر چرخی لگی ہوئی ہے، پھر ابوبکرؓ آئے اور انہوں نے ایک یا دو ڈول نکالے لیکن انہیں کچھ مشکل پیش

Marfat.com

آ رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔(اس سے مراد ان کے دورِ خلافت کی مشکلات ہیں، جو انہوں نے مرتدین، منکرین زکوٰۃ اور جھوٹے مدعیان نبوت کے فتنوں کو کچلنے میں اٹھائیں۔ ان کا پورا اڑھائی سالہ دور انہی مشکلات سے نبرد آزمائی میں گزرا)۔ ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب آئے تو وہ ڈول ایک بڑے ڈول میں تبدیل ہو گیا اور میں نے کسی بھی جوان مرد کو اس طرح کام کرتے ہوئے نہیں دیکھا یہاں تک (کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اتنی تیزی سے اور اتنا پانی نکالا) کہ تمام لوگ خود بھی سیراب ہوئے اور جانوروں کو بھی سیراب کر کے انہیں ان کے ٹھکانوں پر لے گئے۔(یہ حدیث متفق علیہ ہے)۔

❁ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا کہ دورانِ خواب میں نے اتنا دودھ پیا کہ جس کی تازگی میرے ناخنوں سے بھی ظاہر ہونے لگی، پھر بچا ہوا میں نے عمر کو دے دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس سے مراد علم (نبوت کا حصہ) ہے۔(یہ حدیث متفق علیہ ہے اور الفاظ بخاری کے ہیں)۔

❁ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا کہ دوران خواب میں نے دیکھا کہ مجھ پر کچھ لوگ پیش کیے جا رہے ہیں اس حال میں کہ انہوں نے قمیض پہنی ہوئی ہیں بعض کی قمیض سینے تک تھی اور بعض لوگوں کی اس سے بھی کم اور میرے سامنے عمر بن خطاب کو پیش کیا گیا۔ ان پر ایک ایسی (بڑی) قمیض تھی جسے وہ گھسیٹ رہے تھے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کی تعبیر دین ہے۔(یہ حدیث متفق علیہ ہے)۔

❁ حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب دیکھا گویا میں ایک زمین سے، جس میں مجھ پر کالی اور سرخی مائل سفید بکریاں وارد ہوئیں، پانی کے ڈول نکال رہا ہوں پھر ابو بکر آئے اور انہوں نے ایک یا دو ڈول نکالے اور ان کو ڈول نکالنے میں مشکل پیش آ رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے پھر عمر آئے۔ پس انہوں نے بھی ڈول نکالے تو وہ ڈول ان کے ہاتھ میں بڑے ڈول میں تبدیل ہو گیا۔ پھر انہوں نے حوض بھر دیا اور

Marfat.com

(پانی پینے کے لیے) آنے والی تمام بکریوں کو سیراب کر دیا اور میں نے کسی کو عمر سے بڑھ کر ڈول نکالنے والا نہیں دیکھا اور میں نے اس خواب کی تعبیر یہ کی کہ سیاہ بکریوں سے مراد عرب اور سرخی مائل سفید بکریوں سے مراد عجم ہیں۔ (یعنی عرب و عجم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے استفادہ کریں گے)۔

(اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے)۔

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ عرفہ کی رات کو فرشتوں کے سامنے اپنے تمام (نیک) بندوں پر بالعموم اور عمر (رضی اللہ عنہ) پر بالخصوص فخر کرتا ہے۔ (اس حدیث کو امام طبرانی اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے)۔

❁ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''ہم یہ خیال کیا کرتے تھے کہ آسمانی سکونِ قلب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر بولتا تھا۔'' (اس حدیث کو امام طبرانی، ابنِ ابی شیبہ اور ابو نعیم نے روایت کیا ہے)۔

❁ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمار! ابھی میرے پاس جبرائیلِ امین علیہ السلام آئے تھے اور میں نے ان سے پوچھا' اے جبرائیل! مجھے آسمان والوں میں عمر کے فضائل کے بارے میں بتاؤ۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر میں آپ کو اتنی مدت تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرتا رہوں جتنی مدت حضرت نوح علیہ السلام زمین پر (تبلیغ کرتے) رہے، یعنی نو سو پچاس برس' تب بھی عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل ختم نہیں ہوں گے اور بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہیں۔ (اس حدیث کو امام ابو یعلی اور طبرانی نے بیان کیا ہے)۔

❁ حضرت سالم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہلِ نجران حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: اے امیر المومنین! آپ کا نامۂ اعمال آپ کے ہاتھ میں ہے اور آپ کی شفاعت آپ کی زبان میں ہے' ہمیں عمر رضی اللہ عنہ نے ہماری زمین سے نکال دیا ہے آپ ہمیں ہماری زمین کی طرف لوٹا دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: تمہارا برا ہو بیشک عمر رضی اللہ عنہ بالکل درست کام انجام دینے والے تھے اور میں ان کا کیا ہوا فیصلہ کبھی تبدیل نہیں کروں گا۔ (اس حدیث کو امام ابنِ ابی شیبہ نے روایت کیا ہے)۔

❁ حضرت ابو سفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اکثر ایک چادر اوڑھے ہوئے

Marfat.com

دیکھا گیا۔ راوی بیان کرتے ہیں ان سے کہا گیا کہ آپ کثرت سے یہ چادر (کیوں) پہنتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: بے شک یہ مجھے میرے نہایت پیارے، مخلص اور خاص دوست حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہنائی تھی۔ بیشک عمر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے خالص بھلائی چاہی، پھر وہ رونے لگ گئے۔ (اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے)۔

❁ حضرت اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ نے فرمایا: جب صالحین کا ذکر ہو تو جلدی سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نامِ نامی پکارا کرو۔ (اسے امام ابنِ ابی شیبہ نے روایت کیا ہے)۔

❁ حضرت زید بن وہب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام کے لیے ایک مضبوط قلعہ تھے جس میں اسلام محفوظ تھا اور اس سے باہر نہیں نکلتا تھا پس جب انہیں شہید کر دیا گیا تو اسلام اس قلعہ سے باہر نکل گیا یعنی غیر محفوظ ہو گیا اور اس کے بعد اس میں داخل نہیں ہوا (یعنی اس کے بعد فتنوں کے حملوں سے امت محفوظ نہ رہی)۔ (اسے امام ابنِ ابی شیبہ نے روایت کیا ہے)۔

❁ حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے کبھی بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا مگر یہ کہ ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک فرشتہ تھا جو انہیں سیدھی راہ دکھاتا تھا۔ (اسے امام ابنِ ابی شیبہ نے روایت کیا ہے)۔

❁ حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو اس حال میں دیکھا کہ وہ اپنی سواری پر سوار تھے اور عرج کے علاقہ میں مقام اثایہ کی وادی میں چل رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سواری نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سواری کو دھکا دیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری قافلہ کے آگے چل رہی تھی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اے فتنوں کو روکنے والے! تو نے مجھے تکلیف دی ہے۔ جب سواریاں رکیں تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قریب گئے اور کہا: اے ابو سائب! اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے یہ کون سا نام ہے جو تو نے مجھے دیا ہے؟ انہوں نے کہا: ایسا نہیں خدا کی قسم! میں وہ نہیں ہوں جس نے تمہیں یہ نام دیا ہے بلکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں یہ نام دیا ہے جو کہ آج اس

Marfat.com

لشکر کی قیادت فرما رہے ہیں۔ ایک دن آپ ہمارے پاس سے گزرے۔ ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ شخص یعنی عمر رضی اللہ عنہ (دین اور امت کے خلاف اٹھنے والے) فتنوں کو روکنے والا ہے اور آپ کی طرف اشارہ بھی کیا اور فرمایا: یہ تمہارے اور فتنوں کے درمیان ایک سختی سے بند کیا ہوا دروازہ ہے جب تک یہ تمہارے درمیان زندہ ہے (فتنہ تمہارے اندر داخل نہیں ہو سکے گا)۔ (اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے)۔

❁ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ملے پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر ہلایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت مضبوط آدمی تھے تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ''قفل الفتنة'' (فتنوں کو روکنے والے دروازے کا تالا) میرا ہاتھ چھوڑیئے۔ پس حضرت عمرؓ نے دریافت کیا یہ قفل الفتنة کیا ہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ایک دن میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اردگرد جمع تھے۔ پس میں ان کے پیچھے بیٹھ گیا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں اس وقت تک فتنہ نہیں پہنچ سکتا جب تک یہ (عمرؓ) تمہارے درمیان موجود ہے۔ (اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے)۔

❁ حضرت عمیر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور ان سے دریافت فرمایا: اے کعب! تم (توریت میں) ہماری تعریف کیسے پاتے ہو؟ انہوں نے کہا: میں (توریت میں) آپ کی تعریف لوہے کے ایک سینگ کی طرح پاتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اور وہ لوہے کا سینگ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: صائب الرائے امیر، جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر اس کے بعد کیا ہوگا؟ انہوں نے کہا: پھر اس کے بعد ایک ایسا خلیفہ ہوگا جسے ایک ظالم گروہ قتل کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے بعد کیا ہوگا؟ انہوں نے کہا: پھر اس کے بعد آزمائش ہوگی۔ (اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے)۔

❁ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے جبرائیل علیہ السلام نے بتایا ہے کہ اسلام کو چاہیے کہ وہ عمرؓ کی موت پر روئے۔ (اس حدیث کو امام ابونعیم اور طبرانی نے روایت کیا ہے)۔

❁ ابو عاصم کہتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے کہ انہیں اسی مٹی سے بنایا گیا جس سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق ہوئی۔

❁ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے سردارِ دو جہان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہتے سنا ہے کہ ''منافق ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ سے محبت نہیں کر سکتا اور مومن ان دونوں سے کینہ اور بغض نہیں رکھ سکتا۔''

❁ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن حطب سے روایت ہے کہ میں بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر تھا اتنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ آگئے انہیں دیکھ کر سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ میرے چشم و گوش ہیں'' (یعنی میری آنکھیں اور کان ہیں)۔

سلسلہ فیض

جس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صفتِ صدق کا فیض تمام سلاسل میں جاری و ساری ہے اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صفتِ عدل اور محاسبہ نفس کی صفت کا فیض تمام سلاسل میں جاری ہے۔

راہِ فقر میں طالبانِ مولیٰ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عظیم ذات کا فیض عدل اور محاسبۂ نفس کی قوت کی صورت میں حاصل ہوتا ہے۔ عدل اور محاسبۂ نفس کی قوت قرب و معرفتِ الٰہی کے درجات طے کرنے کے لیے بنیاد بھی ہے اور اس راہِ فقر میں آگے بڑھنے کا باعث بھی۔ جب تک کسی بھی انسان میں عموماً اور طالبِ مولیٰ میں خصوصاً محاسبۂ نفس کی قوت پیدا نہیں ہوگی وہ اللہ کے قرب کی طرف ایک بھی قدم نہیں بڑھا سکے گا کیونکہ اللہ اور بندے کے درمیان سب سے بڑا حجاب یہ نفس

Marfat.com

ہی ہے۔ جب طالبِ مولیٰ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نگاہ کی تاثیر، توجہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے فیض سے اپنے نفس کا محاسبہ کرنا سیکھ لیتا ہے تو ہی وہ اپنے نفس کو گناہ اور محبتِ غیر ماسویٰ اللہ سے فارغ کر سکتا ہے اور اس کے بعد ہی راہِ فقر پر اس کے سفر کا آغاز ہوتا ہے۔ محاسبۂ نفس موت تک طالب پر لازم ہے تاکہ وہ کسی بھی لمحے نفس کی لذت میں الجھ کر اللہ تعالیٰ سے دور نہ ہو جائے اور زندگی کے ہر لمحے محاسبۂ نفس کی یہ قوت اسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نگاہ سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ جس طرح آپ رضی اللہ عنہ اپنے نفس پر سخت حاکم تھے اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ طالبانِ مولیٰ کو بھی اپنی نگاہ کی تاثیر سے بنا دیتے ہیں پس پھر وہ اپنے نفس پر سواری کرتا ہے اور قربِ حق کے مقامات طے کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خاص طور پر دینِ اسلام کی اس دنیا میں تیزی سے اشاعت کے لیے چنا، اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ کا زیادہ تر وقت دین کی اسی خدمت اور فتوحات میں گزرا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ظاہری طور پر اسلام کو اس دنیا میں وسعت دینے کی عظیم خدمت سرانجام دی جس کی وجہ سے باطنی طور پر آپ رضی اللہ عنہ سے فقر و تصوف کے سلاسل زیادہ تعداد میں جاری نہ ہو سکے۔ صرف ایک سلسلہ اویسیہ آپ رضی اللہ عنہ سے جاری ہوا جس کے لیے آپ رضی اللہ عنہ نے خلافت عاشقِ رسول حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی جنہوں نے خلافت حضرت ابو موسیٰ راعی رحمتہ اللہ علیہ کو عطا فرمائی جن سے سلسلہ آگے چلا[1] (تواریخ آئینۂ تصوف صفحہ 8)

ایک اویسی طریقہ وہ ہے، جس میں تلقین و ارشاد کا کام نہیں لیا جاتا صرف دین کا کوئی کام لینا مقصود ہوتا ہے۔ اس کی مثال علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کی ہے جن کو مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ کی روح سے فیض ملا حالانکہ اوائل عمری میں آپ رحمتہ اللہ علیہ قادری سلسلہ میں ظاہری بیعت بھی کر چکے تھے لیکن اپنے کلام میں کہیں بھی ظاہری مرشد کا ذکر نہیں فرماتے بلکہ مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ کو ہی اپنا مرشد قرار دیتے ہیں۔

دوسرا اویسی طریقہ وہ ہے جس کے تحت ابتدائے حال میں کسی طالب کی راہِ حق میں تربیت کی جاتی ہے اب اس طالب کو اس کا علم ہو یا نہ ہو یہ ضروری نہیں۔ پھر ظاہری مرشد کی بارگاہ

---

[1] ایک روایت کے مطابق حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو ایک خرقہ خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی ملا

Marfat.com

میں مکمل تربیت کے لیے بھیج دیا جاتا ہے۔

سلسلہ اویسیہ کا فیض ہر طالبِ مولیٰ کی ظاہری مرشد کامل تک رسائی سے قبل اس کی باطنی تربیت کرتا ہے جیسا کہ پہلے بھی بیان کی گیا کہ راہِ معرفتِ الٰہی کی بنیاد محاسبۂ نفس ہے۔ ہر طالبِ مولیٰ پہلے اپنے نفس کا محاسبہ کرنا سیکھتا ہے پھر ہی اس راہ پر آگے بڑھتا ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے طالبِ مولیٰ کو اویسی طریقہ سے براہِ راست حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نگاہ کی تاثیر سے محاسبۂ نفس کی قوت حاصل ہوتی ہے۔ وہ گناہوں سے اجتناب کرتا اور اپنے نفس کو اس کی لذتوں سے روکتا ہے اور جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فیض اور مہربانی سے وہ اس درجے کو بخوبی پار کر لیتا ہے تو ہی اس کی رہنمائی ظاہری مرشد کامل تک کر دی جاتی ہے جس کی تربیت سے اسے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک رسائی حاصل ہوتی ہے جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نگاہ کی تاثیر سے صدق، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نگاہ کی تاثیر سے محاسبۂ نفس کی مزید قوت، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نگاہ کی تاثیر سے ادب وحیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نگاہ کی تاثیر سے شجاعت اور علم وہدایت اس کے اندر پیدا ہوتی ہے۔

اویسی طریقہ انتہائی قوت کا حامل طریقہ ہے جس میں طالبِ مولیٰ کو بغیر مرشدِ کامل کے وسیلے کے فیض پہنچایا جاتا ہے جیسا کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری صحبت کے بغیر ہی فقر ومعرفت کے تمام مقامات ان کے باطنی فیض کے حصول کے بعد طے کیے۔ لیکن اس طریقہ کے فیض کے حصول کے لیے طالبِ مولیٰ کو انتہائی خالص قلب اور عشق کی قوت سے مالا مال ہونا پڑتا ہے ورنہ وہ اس طریقہ سے فیض اخذ نہ کر پائے گا۔

شہادت

روایات کے مطابق 26 ذوالحجہ 23 ہجری کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نمازِ فجر کے لئے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں تشریف لائے۔ تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھے ہی تھے کہ ابولولو مجوسی نے زہر آلود خنجر

Marfat.com

سے حملہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے شکم مبارک میں تین گہرے زخم لگے۔ آپ رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو گئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کو ہوش آیا تو فرمایا الحمد للہ ایک کافر کے وار سے مجھے شہادت ملی۔ یکم محرم الحرام 24 ہجری کو عدل وانصاف کے پیکر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس دارفانی سے رحلت فرما گئے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی شہادت کا یقین ہو گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ جب میرا وصال ہو جائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روضۂ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دفن کرنے کی اجازت لینا اگر وہ اجازت دے دیں تو مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلو میں دفن کر دینا اگر اجازت نہ دیں تو جنت البقیع میں دفن کرنا۔ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اجازت مانگی گئی تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ جگہ میں نے اپنے لیے رکھی تھی لیکن میں اپنی یہ جگہ عمر رضی اللہ عنہ کو دیتی ہوں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اجازت سے آپ رضی اللہ عنہ کو روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دفن کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔

Marfat.com

جاؤ ورنہ میں بال کھول لوں گی اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کروں گی'' پھر وہ لوگ چلے گئے اور جو لوگ گھر میں تھے وہ بھی چلے گئے اور چند روز بعد ان سب نے یکے بعد دیگرے بیعت کر لی لیکن علی نے چھ ماہ کے بعد بیعت کی اور ایک قول یہ ہے: چالیس روز تک بیعت نہیں کی۔ (تاریخ یعقوبی: جز:1، ص:527)

شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی کا قول

شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی 328ھ لکھتے ہیں:

ابو جعفر علیہ السلام سے روایت ہے:

جب لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کر لی جو کیا سو کیا تو امیر المومنین علیہ السلام کو اپنی طرف لوگوں کو دعوت دینے اس کے سوا کوئی چیز مانع نہیں تھی کہ وہ لوگوں پر شفیق تھے اور ان کو یہ خوف تھا کہ لوگ اسلام سے مرتد ہو جائیں گے بتوں کی عبادت کریں گے اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی نہیں دیں گے اور حضرت امیر المومنین علی کے نزدیک لوگوں کو ابوبکر کی بیعت پر برقرار رکھنا اس سے زیادہ پسند تھا کہ وہ تمام لوگ اسلام ہی سے مرتد ہو جائیں البتہ وہ لوگ ہلاک ہو گئے جنہوں نے امیر المومنین کے بغض کی وجہ سے ابوبکر سے بیعت کی اور جن لوگوں نے ایسا نہیں کیا اور وہ بغیر علم کے اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے عداوت کے بغیر ابوبکر کی بیعت میں داخل ہوئے تو ان کا یہ فعل ان کو کافر کرتا ہے اور نہ اسلام سے خارج کرتا ہے اسی وجہ سے حضرت علی علیہ السلام نے اپنے معاملہ کو مخفی رکھا اور چونکہ ان کو مددگار نہیں ملے اس لیے انہوں نے مجبوراً بیعت کر لی۔

(کتاب الروضۃ: جز:8، ص295 تا296)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے اپنے معاملہ میں غور کیا تو دیکھا کہ میرا اطاعت کرنا میرے بیعت لینے سے پہلے واجب ہو چکا ہے اور میری گردن میں دوسرے کا عہد ہے۔

(نہج البلاغۃ: ص:111)

منہ کالا کرتے ہو جب تک اس نئے دین سے توبہ نہ کرلو گے میں قید سے آزاد نہیں کروں گا۔"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بولے: "خدا کی قسم! میں ہرگز اس دین سے توبہ نہیں کروں گا۔" اس دینی پختگی کو دیکھ کر حکم بن ابی العاص نے مجبور ہو کر انہیں چھوڑ دیا۔

ذُوالنّورین

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس فضیلت کے بارے میں بہت سی احادیث مبارکہ موجود ہیں۔

- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "بے شک اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ میں اپنی صاجزادی کی شادی عثمان رضی اللہ عنہ سے کروں۔" (اس حدیث کو امام احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے)
- حضرت عصمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری صاجزادی (حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا) جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں فوت ہوگئیں تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "عثمان رضی اللہ عنہ کی شادی کراؤ اگر میرے پاس تیسری بیٹی بھی ہوتی تو میں اس کی شادی بھی عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیتا اور میں نے اس کی شادی وحی الٰہی کے مطابق ہی کی تھی۔" (اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔)
- حضرت عبداللہ بن عمر بن ابان الجعفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے میرے ماموں حضرت حسین الجعفی نے پوچھا: اے بیٹا! کیا تم جانتے ہو کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ذُوالنّورین کیوں کہتے ہیں؟ میں نے کہا: میں نہیں جانتا۔ انہوں نے فرمایا "کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا ہے اس وقت سے لے کر تا قیامِ قیامت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی شخص کے عقد میں کسی نبی کی دو بیٹیوں کو جمع نہیں فرمایا (اور نہ ہی فرمائے گا)۔ اسی لیے انہیں "ذُوالنّورین" (یعنی دو نور والا) کہا جاتا ہے۔" (اسے امام بیہقی اور لالکائی نے روایت کیا ہے)۔
- "حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ بن عدی بن خیار سے ایک طویل روایت مروی ہے کہ حضرت

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا اور میں ان لوگوں میں سے تھا، جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا اور اس پر ایمان لایا جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے کر بھیجا گیا۔ پھر جیسا کہ میں نے کہا میں نے دو ہجرتیں کیں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رشتۂ دامادی پایا اور میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ حق پرست پر بیعت بھی کی اور خدا کی قسم! میں نے کبھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی نہیں کی اور نہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دھوکہ کیا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما گئے۔'' (اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے روایت کیا ہے)۔

صاحبُ الہجرتین

آپ رضی اللہ عنہ کو صاحبُ الہجرتین بھی کہا جاتا ہے۔ پہلی ہجرت آپ رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف اپنی اہلیہ محترمہ صاحبزادی رسول حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ کی اور دوسری ہجرت آپ رضی اللہ عنہ کی ہجرتِ مدینہ تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اس مرتبہ کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:۔

❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سرزمینِ حبشہ کی طرف ہجرت کی غرض سے نکلے اور ان کے ساتھ ان کی اہلیہ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ پس کافی عرصہ تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے متعلق کوئی خبر نہ ملی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزانہ ان کی خیریت معلوم کرنے کے لیے شہر سے باہر تشریف لاتے۔ پس ایک دن ایک عورت ان کی خیریت کی خبر لے کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک عثمان رضی اللہ عنہ حضرت لوط علیہ السلام کے بعد پہلا شخص ہے، جس نے اپنی اہلیہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی ہے۔'' (اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے)

یہ فضیلت بھی آپ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کے حصہ میں نہیں آئی۔

صاحبِ شرم وحیا

آپ رضی اللہ عنہ کی سب سے بڑی فضیلت آپ رضی اللہ عنہ کا ''صاحبِ شرم و حیا'' ہونا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کی شرم وحیا سے فرشتے بھی حیا کیا کرتے تھے۔

سلطان العارفین حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ طالبِ مولیٰ کو حیا میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرح ہونا چاہیے۔ آپ حیا میں بھی اتنے کامل تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے تنہائی میں بھی کبھی کپڑے نہیں اتارے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی اس فضیلت کے بارے میں بہت سی احادیث مبارکہ موجود ہیں۔

❁ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے جہاں پانی تھا اور (ٹانگیں پانی میں ہونے کے باعث) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں گھٹنوں سے یا ایک گھٹنے سے کپڑا ہٹا ہوا تھا' پس جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ڈھانپ لیا۔'' (اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے)

❁ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں (بستر پر) لیٹے ہوئے تھے' اس عالم میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں پنڈلیاں مبارک کچھ ظاہر ہو رہی تھیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح لیٹے رہے اور گفتگو فرماتے رہے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی اجازت دے دی' جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح لیٹے رہے اور گفتگو فرماتے رہے' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست کر لیے۔ (محمد راوی کہتے ہیں کہ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ ایک دن کا واقعہ ہے)۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آ کر باتیں کرتے رہے' جب وہ چلے گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ''یا رسول اللہ! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے ان کا فکر و اہتمام نہیں کیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو تب

Marfat.com

خلیفہ راشد سوم

ذُوالنّورین
سیّدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

ولادت باسعادت

سیّدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مکہ میں پیدا ہوئے' آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام عفان تھا آپ رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ راشد ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب پانچویں پشت میں عبدِمناف پر آ کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مل جاتا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب اس طرح سے ہے:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبدِ شمس بن عبدِ مناف۔

عثمان نام اور غنی لقب تھا۔ غنی اس اعتبار سے کہ دنیاوی مال ومتاع میں بھی بہت متمول تھے اور قبول اسلام کے بعد دل کھول کر سخاوت کی اور مال کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سپرد کر دیا۔ آپ کا لقب ذُوالنّورین یعنی دو نوروں والا بھی ہے' وہ اس لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دو صاحبزادیوں' حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح یکے بعد دیگرے ان سے ہوا اس لیے ان کا یہ لقب زیادہ مشہور ہوا کیونکہ یہ فضیلت کسی اور کے حصہ میں نہیں آئی کہ کسی نبی کی دو بیٹیوں کا عقد ایک ہی شخص سے ہوا ہو۔

Marfat.com

اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! یہ بات تم کیسے کہہ رہے ہو؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں سات سو افراد کا ایک لشکر شام کی طرف روانہ کیا جب یہ لشکر ذی خشب میں پہنچا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اور مدینہ منورہ کے گرد اعراب مرتد ہو گئے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: اس لشکر کو واپس بلاؤ یہ لوگ روم کی طرف جا رہے ہیں اور مدینہ منورہ کے گرد اعراب مرتد ہو چکے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر درندے لوگوں کی ٹانگیں بھی کھینچتے پھریں تب بھی میں اس لشکر کو واپس نہیں بلاؤں گا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ کر چکے ہیں تب لوگ ارتداد کا ارادہ رکھتے تھے انہوں نے یہ کہا: اگر ان کے پاس قوت نہ ہوتی تو ایسے میں لشکر روانہ نہ کرتے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس جنگ کا کیا نتیجہ نکلتا ہے اور جب مسلمانوں نے رومیوں کو شکست دے دی اور فتح وکامرانی کے ساتھ لوٹ آئے تو وہ اسلام پر ثابت قدم رہے۔ اسی سال کے آخر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ کذاب سے قتال کے لئے یمامہ بھیجا اور اس جنگ میں ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے بالآخر حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کو قتل کر دیا۔ بارہ ہجری میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے علاء بن حضرمی کو بحرین بھیجا اور مرتدین سے جنگ کی اور مسلمان فتح یاب ہوئے اور حضرت عکرمہ بن ابی جہل کو عمان کے مرتدین سے قتال کے لئے بھیجا اور مہاجر بن ابی امیر کو اہل نجیر کے مرتدین سے جنگ کے لئے بھیجا۔ مرتدین کے قتال سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بصرہ بھیجا اور ابلہ کو فتح کیا اور عراق میں مدائن کسریٰ کو فتح کیا اسی سال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا پھر حضرت عمرو بن العاص کی قیادت میں ایک لشکر شام کی طرف روانہ کیا اور جمادی الاولیٰ تیرہ ہجری میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اس فتح کی بشارت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس وقت پہنچائی گئی جب ان کی حیات میں آخری رمق رہ گئی تھی۔ (تاریخ الخلفاء: ص 72 تا 76)

Marfat.com

بھی آپ نے کوئی فکر و اہتمام نہیں کیا اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست کر لیے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اس شخص سے کیسے حیا نہ کروں، جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔'' (اس حدیث کو امام مسلم اور ابن حبان نے روایت کیا ہے)

❁ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بستر پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چادر اوڑھے لیٹے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اسی حالت میں اجازت دے دی اور ان کی حاجت پوری فرما دی۔ وہ چلے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی اسی حالت میں آنے کی اجازت دے دی۔ وہ بھی اپنی حاجت پوری کر کے چلے گئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُٹھ بیٹھے اور اپنے کپڑے درست کر لیے پھر میں اپنی حاجت پوری کر کے چلا گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے اس قدر اہتمام نہ فرمایا جس قدر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا۔'' حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''عثمان ایک کثیر الحیاء مرد ہے اور مجھے خدشہ تھا کہ اگر میں نے اسے اسی حال میں آنے کی اجازت دے دی تو وہ مجھ سے اپنی حاجت نہیں بیان کر سکے گا۔'' (اس حدیث کو امام مسلم اور احمد نے روایت کیا ہے)

❁ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا (اوپر لپیٹنے کا) کپڑا اپنی مبارک رانوں پر رکھ لیا، اتنے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور اندر آنے کے لیے اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اندر آنے کی اجازت عنایت فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اسی حالت میں تشریف فرما رہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور اجازت طلب کی پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی اجازت عنایت فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی حالت میں تشریف فرما رہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی اجازت عنایت فرمائی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور اجازت طلب کی آپ

Marfat.com

قبولِ اسلام

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسلام کے ابتدائی دور میں اس وقت مسلمان ہوئے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دارِارقم میں پناہ گزین نہیں ہوئے تھے۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر تیس سال سے زیادہ تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو دعوتِ اسلام دی جو آپ نے خوشی کے ساتھ قبول کر لی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا ''افسوس عثمان! تم مدبر و زیرک ہوتے ہوئے اور حق و باطل میں امتیاز کی قوت رکھتے ہوئے بھی اپنی قوم کو دیکھ رہے ہو کہ وہ کس طرح بت پرستی پر مائل ہے؟ کیا یہ اندھے گونگے پتھر نہیں ہیں، جو نہ ضرر دے سکتے ہیں اور نہ نفع؟''

عثمان رضی اللہ عنہ بولے ''تم صحیح کہتے ہو۔ حقیقت یہی ہے۔''

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''دیکھو! اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغامِ ہدایت دے کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبداللہ کو تمام دنیا کے انسانوں کی طرف بھیجا ہے، کیا تم پسند کرو گے کہ ان کے پاس حاضر ہو کر ان کی دعوت و پیغام کو سنو؟''

عثمان رضی اللہ عنہ بولے۔ ''ضرور''

اتفاقاً اسی وقت ادھر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ہوا۔ آپ نے ارشاد فرمایا ''عثمان! جنتِ الٰہی میں داخلہ قبول کرو میں تمہاری اور اللہ کی تمام مخلوق کی طرف اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں۔''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''میں یہ الفاظ سن کر اپنے قابو میں نہ رہا، فوراً مسلمان ہو گیا اور توحید و رسالت کا اقرار کر لیا۔ اس کے بعد کچھ زیادہ دن نہ گزرے کہ حضرت رقیہ (رضی اللہ عنہا) سے میری شادی ہو گئی۔ لوگوں نے ان الفاظ میں مبارک باد دی کہ اگر کسی کو میاں بیوی کا بہترین جوڑا دیکھنا ہو تو رقیہ (رضی اللہ عنہا) اور عثمان (رضی اللہ عنہ) کو دیکھے۔''

اسلام قبول کر لینے پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چچا حکم بن ابی العاص نے ان کو سزا دینے کے لیے قید کر دیا۔ بڑی سختیاں کیں، رسی سے باندھا، مارا پیٹا اور کہا ''تم ایک جدید دین پر باپ دادا کا

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی اجازت عنایت فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اسی حالت میں تشریف فرما رہے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے اپنے جسمِ اقدس کو کپڑے سے ڈھانپ لیا پھر انہیں اجازت عنایت فرمائی۔ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ دیر باتیں کرتے رہے پھر باہر چلے گئے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کی خدمتِ اقدس میں ابوبکرؓ عمرؓ علیؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ حاضر ہوئے لیکن آپ اپنی پہلی حالت میں تشریف فرما رہے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے اپنے جسمِ اقدس کو کپڑے سے ڈھانپ لیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں، جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں؟'' (اس حدیث کو امام احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے)

❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت میں سے سب سے زیادہ حیادار عثمان بن عفان ہے۔'' (اس حدیث کو امام ابونعیم اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے)

❁ حضرت بدر بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یومِ الدار (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کے محاصرہ کے دن) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہمارے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''کیا تم اس شخص سے حیا نہیں کرتے جس سے ملائکہ بھی حیا کرتے ہیں۔'' ہم نے کہا: وہ کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فرشتوں میں سے ایک فرشتہ میرے پاس تھا، جب عثمان رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے تو اس نے کہا یہ شخص شہید ہے، اس کی قوم اسے قتل کرے گی اور ہم ملائکہ بھی اس سے حیا کرتے ہیں۔'' بدر (راوی) کہتے ہیں کہ پھر ہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے (خوارج کے) ایک گروہ کو دور کیا۔'' (اس حدیث کو امام طبرانی نے بیان کیا ہے)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے

دائیں ہاتھ کو "عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ" قرار دیا۔ جب صلح حدیبیہ کے مقام سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ قریشِ مکہ سے بات چیت کے لیے مکہ تشریف لے گئے، تو یہ افواہ مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ میں شہید کر دیا گیا ہے، اس موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے بیعت لی، جسے بیعتِ رضوان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس موقع پر چونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ موجود نہیں تھے، اس لیے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں پر رکھتے ہوئے فرمایا کہ یہ "عثمان رضی اللہ عنہ" کا ہاتھ ہے اور میں "عثمان (رضی اللہ عنہ)" کی طرف سے بیعت کرتا ہوں۔ یہ فضیلت بھی کسی اور کے حصہ میں نہیں آئی۔ اس واقعہ کی تصدیق مندرجہ ذیل احادیثِ مبارکہ سے بھی ہوتی ہے۔

❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیعتِ رضوان کا حکم دیا تو اس وقت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفیر بن کر مکہ والوں کے پاس گئے ہوئے تھے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ صحابہؓ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے کاموں میں مصروف ہے، یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کے لیے) ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دست مبارک لوگوں کے لیے اپنے ہاتھوں سے (کئی گنا) اچھا تھا۔ (اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن صحیح قرار دیا ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر کعبہ کا طواف نہ کیا

❁ آپ رضی اللہ عنہ کی ایک فضیلت اور بھی ہے اور وہ یہ کہ جب آپ سفیر بن کر مکہ گئے تو قریشِ مکہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کا طواف کر سکتے ہیں، لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر طواف کرنے سے انکار کر دیا کہ جب تک میرے محبوب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ کا طواف نہیں کریں گے، میں طواف نہیں کروں گا۔ ایک طرف تو محبّ کا یہ عمل اور دوسری طرف لوگوں نے

Marfat.com

یہ کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کتنے خوش قسمت ہیں کہ سفیر بن کر مکہ گئے ہیں، اس طرح انہیں طواف کعبہ کا موقع مل جائے گا۔ جب یہ بات حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''عثمان (رضی اللہ عنہ) میرے بغیر طواف نہیں کرسکتا'' یہ ہے محبوب اور محب کی بات۔ طالبِ مولیٰ کے لیے اشارہ کافی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی سخاوت

آپ رضی اللہ عنہ کا لقب غنی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ مال دار تھے لیکن آپ رضی اللہ عنہ کا مال صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تھا۔ جب بھی مسلمانوں یا اسلام پر کڑا وقت آیا اور مال کی ضرورت پیش آئی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور اپنا مال راہِ خدا میں حاضر کردیا۔

جنگِ تبوک کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس جنگ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب فرمائی۔ اس موقع پر صدق و وفا کے پیکر خلیفہ اول سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گھر کا تمام سامان اور مال و اسباب' خلیفہ دوم سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نصف مال لاکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں نچھاور کردیا۔ اس وقت خلیفہ سوم سیّدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں ایک سو اونٹ سامان سے لدے ہوئے دیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ ترغیب دی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر اٹھے اور کہا کہ میں دو سو اونٹ پھر دیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ترغیب دی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تین سو اونٹ مزید دیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاد کیلئے اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کیلئے دوبارہ ترغیب دی تو مجسم جود و سخا سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے چوتھی بار کہا کہ میں دو سو اونٹ اور ایک ہزار اشرفیاں مزید دیتا ہوں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر مبارک سے نیچے تشریف لائے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس بے مثال فیاضی و سخاوت پر اس قدر خوش ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشرفیوں کو اپنے دستِ مبارک سے الٹ پلٹ کرتے تھے اور فرماتے تھے ''ماضر

Marfat.com

عثمان ما عمل بعد ہذا الیوم" یعنی آج کے بعد عثمانؓ کا کوئی کام اس کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اے عثمان (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ نے تیرے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ جو تجھ سے ہو چکے یا قیامت تک ہوں گے۔

ایک مرتبہ سخت قحط پڑا تمام لوگ پریشان تھے۔ اسی دوران حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ایک ہزار اونٹ غلے سے لدے ہوئے آئے۔ مدینہ کے تمام تاجر جمع ہو گئے۔ تاجروں نے کئی گنا زیادہ قیمت پر اس غلے کو خریدنے کی کوشش کی لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے تو اس سے بھی زیادہ نفع ملتا ہے۔ تم لوگوں کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے یہ سب غلہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں "فقراء مدینہ" کو دے دیا ہے۔

سیّدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس روز خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سفید رنگ کے ترکی گھوڑے پر سوار ہیں اور ایک نور کا لباس زیب بدن ہے اور کہیں جانے میں جلدی فرما رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا ہوں! مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا بڑا شوق واشتیاق تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس وقت جانے میں جلدی ہے کیونکہ عثمان (رضی اللہ عنہ) نے ایک ہزار اونٹ غلہ کے خیرات کئے ہیں اور خدا تعالیٰ نے اس کو قبول فرمالیا ہے اور اسی صلہ میں جنت کی ایک حور سے ان کا نکاح ہو رہا ہے مجھے ان کی محفل عروسی میں شریک ہونا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد تو تھے ہی اس لحاظ سے گھر کے آدمی تھے لیکن ان کی حیاداری بھی اس بات میں دخل رکھتی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد ازواجِ مطہرات کو حج کیلئے لے جاتے اور حج کرانے کی ساری ذمہ داریاں آپ رضی اللہ عنہ پوری کرتے اور یہ بڑا اعزاز ہے جو آپ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو میٹھے پانی کی

Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بڑی دقت وتکلیف تھی، صرف ایک میٹھے پانی کا کنواں تھا جس کا نام ''بیر رومہ'' تھا جو کہ ایک یہودی کی ملکیت میں تھا۔ وہ یہودی جس قیمت پر چاہتا مہنگے داموں پانی فروخت کرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس کنویں کو خرید کر اللہ کے راستہ میں وقف کر دے اس کو جنت ملے گی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کنویں کو خرید کر وقف کر دیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی بصیرت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے صاحبِ بصیرت ہونے کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس ملاقات کے لیے گئے راستہ میں انہوں نے ایک عورت دیکھی جس کے حُسن کو انہوں نے غور سے دیکھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے کچھ لوگ میرے پاس آئے ہیں اور زنا کے آثار ان کی آنکھوں میں واضح ہیں۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا کیا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد وحی نازل ہوتی ہے۔ فرمایا ''نہیں، مگر بصیرت، برہان اور فراست باقی ہے۔''

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں ایک جنازہ لایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس پر نماز پڑھیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس پر نماز نہیں پڑھی۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! ہم نے آپ کو کسی کی نمازِ جنازہ چھوڑتے نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''یہ شخص عثمان سے بغض رکھتا تھا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بھی اسے اپنی رحمت سے دور کر دیا۔'' (اس حدیث کو امام ترمذی اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بدر والے دن

Marfat.com

قیام فرما ہوئے اور فرمایا: بیشک عثمان (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کام میں مصروف ہے اور بیشک میں اس کی طرف سے بیعت کرتا ہوں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال غنیمت میں سے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حصہ مقرر کیا اور ان کے علاوہ جو کوئی اس دن غائب تھا کسی کے لیے حصہ مقرر نہیں کیا۔'' (اس حدیث کو امام ابوداؤد اور طحاوی نے روایت کیا ہے)

❁ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا: میرے صحابہ میں سے کسی کو میرے پاس بلاؤ۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلاؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا۔ پھر میں نے عرض کیا: عمر رضی اللہ عنہ کو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ پھر میں نے عرض کیا: آپ کے چچا کے بیٹے علی رضی اللہ عنہ کو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ پھر میں نے عرض کیا: عثمان رضی اللہ عنہ کو بلاؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں، پس جب وہ آ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (اے عائشہ!) ذرا پیچھے ہو (کر بیٹھ) جاؤ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے سرگوشی فرمانے لگے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رنگ تبدیل ہونے لگا، پھر یوم دار (جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا گیا تھا) آیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس میں محصور ہو گئے ہم نے کہا: اے امیر المومنین! آپ قتال نہیں کریں گے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نہیں بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے (اس دن) وصیت فرمائی تھی اور میں اس وصیت پر صبر کرنے والا ہوں۔'' (اس حدیث کو امام احمد اور ابو یعلی نے روایت کیا ہے)

❁ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مہاجرین کے ایک گروہ کے ساتھ ایک گھر میں تھے اور اس گروہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی تھے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر آدمی اپنے کفو (برابر) کی طرف کھڑا ہو جائے اور خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف کھڑے ہو گئے اور انہیں اپنے گلے لگایا اور فرمایا: ''اے عثمان تو دنیا و آخرت میں میرا دوست ہے۔''

(اس حدیث کو امام حاکم اور امام ابو یعلی نے روایت کیا اور امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے)

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت رقیہ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائیں اوران کے ہاتھ میں ایک کنگھا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی ابھی میرے پاس سے تشریف لے گئے ہیں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گیسو مبارک سنوارے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے رقیہ! تم ابو عبداللہ (یعنی عثمان) کو کیسا پاتی ہو؟ میں نے عرض کیا: بہترین انسان۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ان کی عزت بجالاتی رہو، بے شک وہ میرے صحابہ میں سے خُلق کے اعتبار سے سب سے زیادہ میرے مشابہ ہیں۔'' (اس حدیث کو امام احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور الفاظ طبرانی کے ہیں)

❁ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک باغ میں داخل ہوئے اور مجھے باغ کے دروازے کی حفاظت پر مامور فرمایا۔ پس ایک آدمی نے آکر اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے اجازت دے دو اور جنت کی بشارت بھی دے دو۔ دیکھا تو وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے پھر دوسرے شخص نے آکر اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے بھی اجازت دے دو اور جنت کی بشارت دے دو۔ دروازہ کھولا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے بھی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا: ''اسے بھی اجازت دے دو اور جنت کی بشارت دے دو، ان مصائب ومشکلات کے ساتھ جو اسے پہنچیں گی'' دیکھا تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ (اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے)

❁ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور جنت میں میرا رفیق عثمان رضی اللہ عنہ ہے۔'' (اس حدیث کو امام ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے)

❁ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: کیا جنت میں بجلی (آسمانی) ہوگی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! بے شک عثمان جب جنت میں منتقل ہوگا تو پوری جنت اس (کے چہرہ کے نور) کی وجہ سے چمک اٹھے گی۔'' (اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اور فرمایا کہ یہ

Marfat.com

حدیث صحیح ہے)۔

❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔ اس دوران ایک آدمی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مصافحہ کیا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس شخص کے ہاتھ سے اس وقت تک نہ چھڑایا جب تک خود اس آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ نہ چھوڑا پھر اس آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''وہ اہلِ جنت میں سے ہے۔'' (اس حدیث کو امام طبرانی نے بیان کیا ہے)

❁ حضرت عبداللہ بن سہر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک ایک آدمی حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ میں عثمان سے بہت زیادہ بغض رکھتا ہوں اتنا بغض میں نے کسی سے کبھی بھی نہیں رکھا تو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تو نے نہایت ہی بُری بات کہی ہے، تو نے ایک ایسے آدمی سے بغض رکھا جو کہ اہلِ جنت میں سے ہے۔'' (اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے)

❁ حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے مکان کے اوپر سے لوگوں پر جھانکا جس دن باغیوں نے ان کے گھر کا محاصرہ کیا ہوا تھا پھر انہوں نے فرمایا: میں اس شخص سے سوال کرتا ہوں، جس نے جبل (اُحد) کے دن کا کلام سنا ہو جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہاڑ کے ہلنے کے وقت فرمایا تھا کہ اے پہاڑ! ٹھہر جاؤ کیونکہ تیرے اوپر سوائے نبی، صدیق اور دو شہیدوں کے اور کوئی نہیں اور میں اس وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ لوگوں نے اس بات کی تصدیق کی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس شخص سے دریافت کرتا ہوں جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیعتِ رضوان کے دن حاضر تھا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (اپنے ہی دونوں مبارک ہاتھوں کے لیے) فرمایا تھا: یہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے اور یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔ سب لوگوں نے اس بات کی تصدیق کی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس شخص سے سوال کرتا ہوں، جس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جیش عسرہ کے دن سنا ہو کہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: ایسا شخص کون ہے' جو مال مقبول کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے؟ اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ خواہش سنتے ہی آدھے لشکر کی تیاری اپنے مال سے کرادی۔ سب لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس بات کی تصدیق کی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس شخص سے پوچھتا ہوں جس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہو کہ کون ایسا آدمی ہے جو اس مسجد کی توسیع جنت میں گھر کے بدلے میں کرے؟ پھر میں نے اس زمین کو اپنے مال کے بدلے میں خرید لیا، سب لوگوں نے ان کی اس بات کی تصدیق کی۔ بعد ازاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے دریافت فرمایا: میں اس شخص سے پوچھتا ہوں جو بیرِ رومہ (رومہ کے کنویں) کے سودے کے وقت حاضر تھا' میں نے اسے اپنے مال سے خریدا اور مسافروں کے لیے مباح کر دیا تھا۔ حاضرین نے آپ رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کی بھی من وعن تصدیق کی۔ (اس حدیث کو امام نسائی اور احمد نے روایت کیا ہے)۔

❁ امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ''میں نے خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرشِ الٰہی کے ساتھ لپٹے ہوئے دیکھا اور میں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوکھ کو پکڑا ہوا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کوکھ کو پکڑا ہوا ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کوکھ کو پکڑا ہوا ہے اور میں نے دیکھا کہ آسمان سے زمین کی طرف خون گر رہا ہے''۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جب اس خواب کو بیان کیا تو ان کے پاس شیعوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی' پس وہ کہنے لگی ''اے حسن! آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کس حال میں پایا؟'' انہوں نے فرمایا: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر پسندیدہ انداز میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوکھ کو براہ راست پکڑنے والا میرے نزدیک اور کوئی نہ تھا لیکن یہ محض ایک خواب ہے' جو میں نے دیکھا ہے۔'' پس اس پر حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ بولے اور کہنے لگے کہ تم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے اس خواب (کی صداقت وحقانیت) کے بارے میں بات کرتے ہو حالانکہ ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت سخت بھوک لگی یہاں تک کہ میں نے مسلمانوں کے چہروں پر افسردگی دیکھی اور منافقین کے چہروں پر خوشی' پس جب حضور نبی اکرم

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: ''خدا کی قسم! سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے میرا پروردگار تمہیں رزق عطا فرمادے گا۔'' پس جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہوا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رزق عطا فرمائیں گے تو انہوں نے چودہ سواریاں اس کھانے کے ہمراہ جو ان پر لدا ہوا تھا خرید لیں اور ان میں سے نو سواریوں کا رخ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف موڑ دیا۔ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ سواریاں دیکھیں تو فرمایا یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کی طرف ہدیہ بھیجا ہے۔ پس اس ہدیہ کے بعد مسلمانوں کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ گئی اور منافقین کے چہروں پر افسردگی چھا گئی اور میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے دیکھا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک بغلوں کی سفیدی نظر آ رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے ایسی دعا کی کہ اس سے پہلے اور اس کے بعد میں نے آج تک ایسی دعا کسی کے لیے نہیں سنی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے ''اے اللہ! عثمان کو یہ عطا کر اے اللہ! عثمان کے لیے یہ کر دے، عثمان کے لیے وہ کر دے۔'' (اس حدیث کو امام طبرانی اور احمد نے فضائل الصحابہ میں بیان کیا ہے۔)

❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنہ کا ذکر کیا اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: ''اس میں یہ مظلوماً شہید ہوگا۔'' (اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔)

❁ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خادم حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ مسلم سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیس غلاموں کو آزاد کیا اور ایک پاجامہ منگوایا اور اسے زیب تن کر لیا، اسے آپ رضی اللہ عنہ نے نہ تو زمانۂ جاہلیت میں کبھی پہنا تھا اور نہ ہی زمانۂ اسلام میں، پھر انہوں نے بیان کیا ''میں نے گذشتہ رات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی ہیں، ان سب نے مجھے کہا ہے (اے عثمان!) صبر کرو کہ یقیناً تم کل افطاری ہمارے پاس کرو گے۔'' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحف منگوایا اور اسے اپنے سامنے کھول کر تلاوت فرمانے لگے اور اسی اثنا میں انہیں شہید کر دیا گیا اور وہ مصحف آپ کے سامنے ہی تھا۔ (اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے)

Marfat.com

❁ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فتنہ کا ذکر فرمایا اور اس کے قریب اور شدید ہونے کا بیان کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر وہاں سے ایک آدمی گزرا جس نے چادر میں اپنے سر اور چہرے کو ڈھانپا ہوا تھا (اس کو دیکھ کر) آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس دن یہ شخص حق پر ہوگا'' تو میں تیزی سے (اس کی طرف) گیا اور میں نے اس کو اس کی کلائی کے درمیان سے پکڑ لیا پس میں نے عرض کیا: کیا یہ ہے وہ شخص یا رسول اللہ؟ (جس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ زمانۂ فتنہ میں یہ حق پر ہوگا)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ سو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ (اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے)

❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صبح کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (ہمیں) فرمایا: ''بے شک میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو گزشتہ رات خواب میں دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عثمان! آج ہمارے پاس روزہ افطار کرو۔'' پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے روزہ کی حالت میں صبح کی اور اسی روز انہیں شہید کر دیا گیا۔ (اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے)

❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے۔ جب وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے قریب ہوئے تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اے عثمان! تمہیں شہید کیا جائے گا درآنحالیکہ تم سورۃ البقرہ کی تلاوت کر رہے ہوگے اور تمہارا خون اس آیت: ''پس اب اللہ آپ کو اُن کے شر سے بچانے کے لیے کافی ہوگا اور وہ خوب سننے والا جاننے والا ہے'' (البقرۃ، ۲:۱۳۷) پر گرے گا اور قیامت کے روز تم ہر طرح سے ستائے ہوئے پر حاکم بنا کر اٹھائے جاؤ گے اور تمہارے اس مقام و مرتبہ پر مشرق و مغرب والے رشک کریں گے اور تم قبیلہ ربیعہ اور مضر کے لوگوں (کی تعداد) کے برابر لوگوں کی شفاعت کرو گے۔'' (اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے)

❁ حضرت قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگِ جمل کے دن یہ فرماتے ہوئے سنا: ''اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل سے بَری ہونے کا اظہار

Marfat.com

کرتا ہوں اور بے شک میری عقل اس دن (باغیوں پر) طیش میں تھی' جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا۔ میں نے خود بیعت لینے سے انکار کر دیا' جب وہ لوگ میرے پاس بیعت کے لیے آئے' پس میں نے کہا: خدا کی قسم! مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے کہ میں ان لوگوں سے بیعت لوں جنہوں نے اس شخص کو قتل کیا ہے' جس کے بارے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خبردار میں اس شخص سے حیا کرتا ہوں' جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ سو میں بھی اللہ تعالیٰ سے حیا کرتا ہوں کہ میں اس حال میں بیعت لوں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ زمین پر مقتول پڑے ہوئے ہوں اور ابھی تک انہیں دفن بھی نہ کیا گیا ہو پس لوگ چلے گئے' پس جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا گیا تو لوگ پھر مجھ سے بیعت کا سوال کرنے لگے۔ پس میں نے کہا: اے اللہ! جس چیز کا اقدام میں کرنے جا رہا ہوں میں اس سے ڈرنے والا ہوں۔ پھر عزیمت کے تحت مجھے ایسا کرنا پڑا' سو جب انہوں نے مجھے امیر المومنین کہا تو گویا میرا کلیجہ پھٹ گیا۔ میں نے کہا: اے اللہ! تو مجھے عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کی ذمہ داری قبول کرنے کی توفیق عطا فرما اور اس معاملہ کو یوں سر انجام دینے کی توفیق دے کہ تو راضی ہو جائے۔'' (اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے)

❁ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس دن عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوگی اس دن آسمان کے فرشتے ان پر درود بھیجیں گے۔'' (اس حدیث کو امام طبرانی اور دیلمی نے روایت کیا ہے اور یہ الفاظ دیلمی کے ہیں)

❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جنگِ بدر میں حاضر نہ ہوئے تھے (اس کی وجہ یہ تھی کہ) ان کے نکاح میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی تھیں اور وہ اس وقت بیمار تھیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے عثمان! بیشک تیرے لیے ہر اس آدمی کے برابر اجر اور (مالِ غنیمت کا) حصہ ہے' جو جنگِ بدر میں شریک ہوا ہے۔'' (اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے)

❁ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے عثمان! اللہ تعالیٰ یقیناً تمہیں ایک قمیض (قمیضِ خلافت) پہنائے گا سو اگر لوگ اسے اتارنا چاہیں تو تم ان کی

Marfat.com

خاطر اسے مت اتارنا۔'' (اس حدیث کو امام ترمذی اور ابنِ ماجہ نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے)

❁ حضرت ابواشعث صنعانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چند خطباء شام میں کھڑے ہوئے تھے ان میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ ان میں سے سب سے آخری آدمی کھڑے ہوئے جن کا نام حضرت مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ تھا' انہوں نے فرمایا: اگر میں نے ایک حدیث حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ سنی ہوتی تو میں کھڑا نہ ہوتا۔ (انہوں نے بتایا کہ) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنوں کا ذکر فرمایا اور ان کا نزدیک ہونا بیان کیا اتنے میں ایک شخص کپڑے سے سر منہ لپیٹے گزرا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (اس کی طرف اشارہ کرکے) فرمایا: (فتنہ وفساد کے دن) یہ شخص حق اور ہدایت پر ہوگا۔ میں اس کی طرف اٹھا تو دیکھا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں، پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس کی طرف مڑا اور عرض کیا: (یارسول اللہ!) کیا یہی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں یہی ہیں۔'' (اس حدیث کو امام ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

❁ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک ہزار دینار لے کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے' جب جیش عسرہ کی روانگی کا سامان ہو رہا تھا۔ انہوں نے اس رقم کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں ڈال دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ ان دیناروں کو اپنی گود میں دستِ مبارک سے الٹ پلٹ رہے تھے اور فرمارہے تھے ''عثمان آج کے بعد جو کچھ بھی کرے گا اسے کوئی بھی عمل نقصان نہیں پہنچائے گا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ جملہ دو بار فرمایا۔ (اس حدیث کو امام ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے)

❁ حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوسہلہ رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یوم الدار (محاصرہ کے دن) فرمایا ''بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک وصیت فرمائی تھی پس میں اسی پر صابر ہوں'' اور حضرت قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اس دن کا انتظار کیا کرتے تھے۔ (اس حدیث کو امام احمد اور ابنِ حبان نے روایت کیا ہے)

Marfat.com

ابو حسنہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا جب کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک گھر میں محصور تھے میں نے ان سے کلام کی اجازت مانگی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک عنقریب فتنہ اور اختلاف برپا ہوگا۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ہمارے لیے (ایسے وقت میں) کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم پر امیر اور اس کے ساتھیوں کی اطاعت لازم ہوگی اور (اس وقت) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرمایا۔'' (اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے)

حضرت بشیر اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو انہیں پانی کی شدید قلت محسوس ہوئی اور قبیلہ بنی غفار کے ایک آدمی کے پاس ایک چشمہ تھا جسے رومہ کہا جاتا تھا اور وہ اس چشمہ کے پانی کا ایک قربہ ایک مد کے بدلے میں بیچتا تھا پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ چشمہ جنت کے چشمہ کے بدلے میں بیچ دو۔ تو اس شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری اور میرے عیال (کی گذر بسر) کے لیے اس چشمہ کے علاوہ اور کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے، اس لیے میں ایسا نہیں کرسکتا۔ سو یہ خبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے اس آدمی سے وہ چشمہ پینتیس ہزار دینار کا خرید لیا اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر میں اس چشمہ کو خرید لوں تو کیا آپ مجھے بھی اس کے بدلہ میں جنت میں چشمہ عطا فرمائیں گے، جس طرح اس آدمی سے آپ نے فرمایا تھا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں (عطا کروں گا)! تو اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''یا رسول اللہ! وہ چشمہ میں نے خرید کر مسلمانوں کے نام کر دیا ہے۔'' (اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہر نبی کا اس کی امت میں کوئی نہ کوئی دوست ہوتا ہے اور بے شک میرا دوست عثمان بن عفان ہے۔'' (اس حدیث کو امام ابونعیم اور امام دیلمی نے روایت کیا ہے)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے

Marfat.com

فرمایا ''ہم عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو (سخاوت اور اخلاق میں) اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تشبیہہ دیتے ہیں۔'' (اس حدیث کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے)

عشرہ مبشرہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان دس بزرگ صحابہؓ میں سے ہیں جن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔

بیعتِ خلافت

یکم محرم الحرام 24ھ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت اور تجہیز و تکفین کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بیعتِ خلافت لے لی۔ سن عیسوی کے حساب سے آپ کی عمر ۶۸ سال اور سن ہجری کے لحاظ سے ستر سال تھی۔

سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر جب قاتلانہ حملہ ہوا اور جانبر ہونے کی توقع نہ رہی تو آپ نے وصیت کی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ میں سے کسی ایک کو منصبِ خلافت سونپا جائے اور طریق انتخاب یہ اختیار کیا جائے کہ یہ جلیل القدر صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک علیحدہ مکان میں بیٹھ جائیں اور اپنے میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کرلیں اور یہ کام تین دن میں پایہ تکمیل کو پہنچ جانا چاہیے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ موقعہ پر موجود نہیں تھے۔ باقی پانچوں صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجلاس منعقد ہوا اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف نے خود کو دعویٰ خلافت سے الگ کرلیا اور حاضرین نے خلیفہ کے انتخاب کا فیصلہ ان کے ہاتھ میں دے دیا۔ سیّدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق تیسرے روز کے اختتام سے قبل ہی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حق میں

Marfat.com

فیصلہ دے دیا۔ اس فیصلہ تک پہنچنے کے لیے انہوں نے جو تگ و دو کی بخوف طوالت اس کا تذکرہ نہیں کیا جا رہا۔ سب نے اس فیصلہ کو قبول کیا اور بیعت کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ شیرِ خدا نے بھی بیعت کی۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف نے سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو اس لیے خلیفہ منتخب کیا کہ تنہائی میں جو بھی صائب الرائے انہیں ملتا وہ یہی مشورہ دیتا کہ خلافت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ہی ملنی چاہیے۔ وہ اس کے لیے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ چنانچہ ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ مختلف لوگوں سے ملاقات کرنے اور اپنی ایک رائے قائم کر لینے کے بعد حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ملے اور انہیں بتایا کہ میں نے خلافت کے بارے میں لوگوں سے ملاقاتیں کی ہیں' اکثر لوگ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حق میں ہیں۔ یہ کہہ کر انہوں نے کہا کہ میں سنتِ خدا' سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دونوں خلفاء کی سنت سے بیعت کرتا ہوں۔ اس طرح سب سے پہلے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر سب مہاجرین و انصار نے بھی بیعت کر لی۔

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف سے پوچھا کہ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو چھوڑ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کیوں کی؟ انہوں نے جواب دیا میرا اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔ پہلے میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر خلافت پیش کی لیکن انہوں نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ میں اس کی استطاعت نہیں رکھتا۔ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی تو انہوں نے خلافت کو قبول کر لیا اور میں نے ان کی بیعت کی۔ (تاریخ الخلفاء ص 24 بحوالہ مسند امام احمد)

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا چاہتی تھی کیونکہ وہ نہایت نرم مزاج تھے' عزیز و اقارب سے ہمدردی کرتے اور عوام کی بہبود کے لیے دل کھول کر ذاتی دولت صرف کیا کرتے تھے' لوگ جب بیعت کر چکے تو آپ نے تقریر کرنے کا ارادہ کیا مگر الفاظ زبان پر آ کر رہ گئے اور آپ نے حمد و ثناء کے بعد صرف اتنا فرمایا: ''شروع شروع میں سواری کا سفر دشوار معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے میں زندہ رہا تو آج کے

Marfat.com

بعد تم سے معیاری خطاب کروں گا اور پھر ہم خطیب بھی نہیں ہیں، بہر حال اللہ تعالیٰ سے امید وار ہیں کہ ہمیں علم عطا فرمائے۔''

اس کے بعد آپ نے جو دوسرا خطبہ دیا اس میں فرمایا: ''تم اپنی بقیہ عمروں کے قلعے میں محصور ہو، جہاں تک تمہارے بس میں ہو موت سے پہلے پہلے خیر کو پالینے کی کوشش کرو۔ آنے والے وقت کو بس آیا ہی سمجھو، صبح آیا یا شام آیا' یاد رکھو! دنیا خود فریبی میں گم ہے، تمہیں دنیوی زندگی کے فریب میں ہرگز نہ آنا چاہیے گزرے ہوئے لوگوں سے عبرت حاصل کرو۔''

بغاوتوں کا آغاز

خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالتے ہی آپ رضی اللہ عنہ کو نامساعد حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ اکثر مقامات پر باغیوں نے سر اُٹھایا جن کا مقصد یہ تھا کہ اسلامی حکومت کا خاتمہ کر دیا جائے۔ ایسی ہی چند بغاوتیں ایران میں ہوئیں۔ یزدگرد قدیم ساسانی حکومت کو بحال کرنے کی غرض سے برابر باغیوں کو اُبھارتا رہتا تھا۔ خراسان سے لے کر طبرستان' فارس و کرمان' آرمینیہ اور آذربائیجان تک باغیوں نے شرارتیں شروع کر دی تھیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نائبوں نے ان بغاوتوں کو فرو کر کے ایرانی سلطنت کے ان پہاڑی علاقوں پر بھی قبضہ کر لیا جو اب تک مسلمانوں کے قبضے میں نہیں آئے تھے۔

فتوحات

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں فتوحات کا سلسلہ برابر جاری رہا اور اسلامی مملکت کافی وسیع ہو گئی۔ کابل و مکران کی فتح نے خلافت کی حدوں کو سرحد چین و ہند سے، اور مغرب میں شمالی افریقہ کی فتح نے اسے بحر اوقیانوس سے ملا دیا۔

سابق ایرانی مملکت اور چین کی سلطنت کے درمیان ترکوں کی ریاستیں تھیں۔ جب

مسلمانوں نے خراسان کا صوبہ فتح کر لیا تو اسلامی سلطنت ترکوں کی سرحدوں سے جا ملی۔ اب ترکوں کو مسلمانوں کی طرف سے خطرہ پیدا ہو گیا اور وہ خراسان کی بغاوت میں ایرانیوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے مقابلے پر آ گئے' مسلمان جنرل احنف بن قیس نے جو خراسان کی بغاوت دبانے کے لیے مقرر کیے گئے تھے ترکوں کو زیر کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ انہوں نے طالقان' جوز جان اور فاریاب کی ریاستوں کو جو طخارستان میں واقع تھیں، فتح کر کے اسلامی سلطنت کو چین کی سرحدوں تک ملا دیا۔ اس کے علاوہ سیستان اور زابلستان کے تمام اہم مقام یعنی زرنج' کابل اور غزنی فتح ہونے سے اسلامی سلطنت ہندوستان کی سرحد تک پھیل گئی اسی طرح شام کے والی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اناطولیہ کی طرف بڑھ کر عموریہ تک کا علاقہ فتح کر لیا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ قدم اس لیے اٹھانا پڑا کہ شام کی سرحد بازنطینی سلطنت سے ملتی تھی اور رومی آئے دن حملے کرتے رہتے تھے۔

بحری فوج کا قیام

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ رومی حملوں کو روکنے کے لیے سمندری طاقت ضروری ہے' دشمنوں کے پاس جنگی کشتیاں تھیں ان کشتیوں میں بیٹھ کر وہ آسانی سے ساحلی علاقوں پر حملہ کر دیتے تھے۔ اس لیے آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اجازت سے سمندری بیڑا قائم کیا اور اسے اس قابل بنا دیا کہ وہ دشمنوں کی جنگی کشتیوں کا آسانی سے مقابلہ کر سکے۔ ۳۱ھ میں شام کے ساحل پر قسطنطین نے بحری بیڑے سے حملہ کیا تو شامی اور مصری سمندری بیڑوں نے دونوں طرف سے قسطنطین کے بیڑے کو گھیر لیا اور اسے اتنی بُری طرح تباہ کیا کہ قسطنطین کو جان بچا کر بھاگنا پڑا۔ اس کے علاوہ بحری بیڑے کے قیام کے بعد قبرص فتح ہوا۔

فرامین و کارنامے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالنے کے بعد سب سے پہلے بڑے بڑے عہدیداروں

Marfat.com

کے نام جو فرامین جاری کیے وہ یہ تھے:

۱۔ انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے اور کسی کے ساتھ بے انصافی نہ کی جائے۔

۲۔ عہدے دار اپنا کام ایمانداری سے انجام دیں۔

۳۔ ذمیوں کے حقوق کی حفاظت کی جائے۔

۴۔ دشمنوں کے ساتھ جو بھی معاہدہ ہو اس کو توڑا نہ جائے۔

۵۔ عہدے داروں کی حیثیت محافظ کی سی ہے۔ وہ عام لوگوں کے آقا نہیں لہٰذا انہیں عوام کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آنا چاہیے۔

رفاہِ عام

رفاہِ عام کے لیے آپ کے زمانے میں بہت سے کام کیے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کئی سرکاری عمارتیں بنوائیں، کنویں کھدوائے، پل اور مسافر خانے تعمیر کروائے۔ ایک بند بنوا کر مدینے کو سیلاب سے محفوظ کر دیا۔

مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع

آپ رضی اللہ عنہ نے مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چونے اور پتھر سے دوبارہ تعمیر کرایا اور اسے وسعت دی، پہلے وہ ایک سو چالیس گز لمبی اور ایک سو بیس گز چوڑی تھی۔ آپ نے اس کی لمبائی میں بیس گز اور چوڑائی میں تیس گز کا اضافہ کر دیا۔ مسلمانوں کی مذہبی تعلیم اور ان کے اخلاق کو درست کرنے کے انتظامات کیے۔ مؤذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔

افسران کے نام احکامات

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام حاکموں کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ عوام کے محافظ ہیں، کسی طرح ان

Marfat.com

سے بڑھ کر نہیں۔ نیز امرائے فوج کو یہ فرمان بھیجا کہ تم مسلمانوں کے ان کے مال اور مویشیوں کے صرف محافظ ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمہارے لیے جو قوانین مرتب کیے تھے وہ ہم سے پوشیدہ نہیں بلکہ وہ ہم ہی لوگوں کے مشورے سے طے ہوئے تھے۔ آئندہ مجھے تم میں سے کسی کے متعلق یہ شکایت نہ پہنچے کہ ان قوانین کو توڑنے یا تبدیل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ بھی تمہاری شوکت وعزت تبدیل کر کے تمہاری جگہ غیروں کو دے دے گا۔ مجھ پر اللہ تعالیٰ نے تمہارے جن حقوق کو لازم قرار دیا ہے اس کے بارے میں سوچو کہ تم کہاں تک اس کے مستحق ہو۔

خراج وصول کرنے والوں کو آپ نے ہدایت کی کہ صرف حق وصول کرو اور حق ہی ادا کرو۔ امانتوں کے معاملے میں پوری احتیاط رکھو عہد پورا کرنے کا خیال رکھو۔ یتیموں پر ظلم نہ کرو، جو ان پر ظلم کرتا ہے وہ خدا کا دشمن ہے۔ عوام کو ہدایت کی کہ آج تمہیں جو عزت حاصل ہے وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام پر عمل کرنے کی وجہ سے ہے۔ تمہیں غفلت میں پڑ کر اپنے اس مقصد کو بھولنا نہ چاہیے۔ سرحدی فوج کے امراء کو آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے احکام کی پوری پوری پابندی کی جائے۔

وظائف میں اضافہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے وظیفوں میں اضافہ کیا۔ رمضان کے مہینے میں تمام گھر کے لوگوں کی جانچ ہوتی تھی اور ہر پیدا ہونے والے بچے تک کو ایک درہم روزانہ دیا جاتا تھا۔ گھر کی بیویوں کے لیے دو درہم روزانہ مقرر تھے۔ مسجدوں میں رمضان کا کھانا پہنچایا جاتا جسے عبادت کرنے والے، مسجد کی خدمت کرنے والے، مسافر اور غریب کھایا کرتے۔ یہ کھانا اس رقم کے علاوہ تھا جو مستحق لوگوں کو نقد دی جاتی تھی۔

انتظامی امور

حکومت کے تمام ضروری معاملوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم اور اہم

Marfat.com

عہدیداروں سے مشورہ کیا کرتے تھے حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے کی طرح اب مجلسِ شوریٰ نہیں رہی تھی۔ صوبوں کی تقسیم وہی رہی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تھی البتہ شام کے ملک کو جو کئی صوبوں میں تقسیم تھا ایک صوبہ بنا دیا گیا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پورے صوبے کا والی مقرر کیا گیا۔ فتوحات میں اس سے بہت فائدہ پہنچا۔ جو ملک فتح ہوئے ان کے نئے صوبے بنا دیے گئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اگرچہ طبعاً سخت گیر نہیں تھے پھر بھی اسلام کے اصولوں کو توڑنے کی سزا بڑی سختی سے دیا کرتے۔ اسلامی اخلاق یا نظامِ حکومت پر کوئی بُرا اثر پڑتا دیکھتے تو نائب کو فوراً معزول کر دیتے چنانچہ آپ نے سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص کو بیت المال کا قرض ادا نہ کرنے کے الزام میں معزول کر دیا۔ ولید کو ایک شکایت پر عہدے سے برطرف کر کے حد جاری کی۔ سعید بن عاص اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو رعایا کی شکایت پر علیحدہ کر دیا۔ حج کے موقع پر تمام عہدے دار طلب کیے جاتے اور عام اعلان ہوتا کہ جس شخص کو کسی عہدیدار کے خلاف کوئی شکایت ہو وہ اسے پیش کرے۔ آپ رضی اللہ عنہ شکایتیں سن کر عہدیداروں کو سزا دیا کرتے تھے۔

جامع القرآن

مذہبی خدمات کے سلسلے میں آپ رضی اللہ عنہ کا سب سے اہم کارنامہ مسلمانوں کو ایک قرأت اور ایک قرآن پر جمع کرنا تھا۔ کتابی صورت میں کلام اللہ کی تدوین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کے زمانے میں ہو چکی تھی لیکن اس کی اشاعت نہ ہوئی تھی۔ بعض لفظوں کا املا اور تلفظ مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم مختلف طریقوں سے کرتے تھے، جس سے معنی پر کوئی اثر نہ پڑتا تھا پھر بھی نومسلم عجمیوں میں جن کی مادری زبان عربی نہ تھی اس کا بُرا اثر پڑ سکتا تھا۔ ہر مقام کے لوگ اپنی قرأت صحیح اور دوسرے کی قرأت کو غلط سمجھنے لگے تھے۔ اس سے خوف پیدا ہو گیا کہ کہیں قرآن میں اختلاف نہ پیدا ہو جائے چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عہدِ صدیقی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ترتیب دیا ہوا نسخہ جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا منگوایا اور اس کی نقلیں کرا کے تمام اسلامی ملکوں میں بھجوا دیں۔ اس کے علاوہ

Marfat.com

کلام اللہ کے جو نسخے تھے انہیں ضائع کرا دیا جس کے نتیجہ میں دنیا کے مسلمانوں کا ایک قرآن پر اتفاق ہو گیا۔

بغاوت کے اسباب اور آغاز

عہدِ عثمانی کے پانچ چھ سال نہایت اطمینان اور امن کے ساتھ گزر گئے۔ بڑی بڑی فتوحات ہوئیں، کافی مالِ غنیمت ہاتھ آیا، خراج کی آمدنی میں اضافہ ہوا۔ فوجیوں کی تنخواہیں اور دوسرے لوگوں کے وظیفے بڑھا دیے گئے۔ زراعت و تجارت کی ترقی سے ملک میں خوشحالی کا دور دورہ ہو گیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی لوگوں میں ایک دوسرے سے حسد کرنے کی عادت بھی پیدا ہو گئی دنیا کی طلب بڑھنے لگی اس لیے کہ ہر شخص جائز اور ناجائز طریقوں سے دولت جمع کرنا چاہتا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف کچھ لوگوں نے باغیوں کا ایک گروہ کھڑا کر لیا جس سے خلافت کا انتظام درہم برہم ہونے لگا۔

اس بغاوت کی کئی وجوہات تھیں۔ بڑے بڑے صحابہؓ جو اسلام کی سچی خدمت کرتے تھے آہستہ آہستہ بوڑھے ہو کر دنیا سے رخصت ہوتے جا رہے تھے۔ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے کسی عملی کام میں حصہ نہ لے سکتے تھے۔ نئی نسل جو پیدا ہو رہی تھی اس میں دولت جمع کرنے کی ہوس بڑھ رہی تھی اور آپس میں ایک دوسرے سے حسد اور دشمنی پیدا ہو گئی تھی۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں اہلِ قریش کو مدینہ سے باہر نکلنے نہ دیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ پابندی اُٹھالی تھی اور نتیجے کے طور پر مدینے کے لوگ باہر جا کر بڑی بڑی جاگیروں کے مالک بن گئے تھے اور ان میں اقتدار کی ہوس پیدا ہو گئی تھی۔ جن قوموں نے صرف بتقاضائے وقت اسلام قبول کر لیا تھا وہ کھل کر میدان میں آ گئیں اور خلافت کے خلاف سازشیں ہونے لگیں۔

بغاوت کی سب سے بڑی وجہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نرمی اور نیکی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ اکثر لوگوں

کی غلطیاں اور لغزشیں معاف کر دیا کرتے تھے۔ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی اس نرمی سے فائدہ اٹھانے لگے اور ان حالات میں یہودیوں اور مجوسیوں کو بدلہ لینے کا موقع مل گیا۔

ابنِ سبا کا فتنہ

اسلام کا سب سے بڑا دشمن ایک منافق عبداللہ بن سبا تھا جو درحقیقت یہودی تھا' لیکن اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا تھا۔ یہودی مسلمانوں کے سخت دشمن تھے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے ہی سے اسلام کو مٹانے کی فکر میں تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب خلافت اتنی مضبوط نہ رہی تو یہودیوں نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ ابنِ سبا بڑا چالاک اور سازشی تھا۔ اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور بنی امیہ کے خلاف پروپیگنڈا کیا اور بنی ہاشم کو خلافت کا حقدار قرار دیا۔ بعض مسلمانوں کو یہ کہہ کر بھڑکایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔

ابنِ سبا اور اس کی قائم کردہ ''سبائی جماعت'' نے اس سازش کا جال تمام اسلامی مرکزوں میں بچھا دیا اور پوری خلافت کی فضا خراب ہوگئی۔ مسلمانوں کی ایک جماعت پہلے سے موجود تھی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینی کیا کرتی تھی۔ یہودیوں نے اس جماعت کو بھی اپنے ساتھ ملالیا۔

یہودیوں کے علاوہ اہلِ عجم بھی مسلمانوں کے دشمن تھے جو اپنے مزاج کے اعتبار سے شاہ پرست تھے۔ عراق میں ابنِ سبا کی سازش بہت کامیاب ہوئی اس لیے کہ اس نے اپنی جماعت کی بنیاد ''اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کی حمایت'' اور صحابہ کی دشمنی پر رکھی حالانکہ درپردہ وہ دونوں کا دشمن اور مکار انسان تھا اور مسلمانوں کی وحدت کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ بعض سچے اور مخلص مسلمان بھی ابن سبا کے جھانسے میں آ گئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہایت نرم طبیعت تھے۔ ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا رعب و دبدبہ نہ تھا اور عموماً عہدیداروں کی غلطیوں پر درگزر سے کام لیتے اس لیے مخالفوں کو بدنام کرنے کا موقع مل گیا۔

Marfat.com

اسی اثناء میں ابنِ سبا نے خود عراق و مصر جا کر خفیہ جماعتیں قائم کیں جن کا علم سب سے پہلے ۳۳ھ میں عبداللہ بن عامر والی بصرہ کو ہوا۔ انہوں نے اس کو بصرہ سے نکال دیا اور وہ کوفہ آ گیا۔ کوفہ سے نکالا گیا تو آخر میں اس نے مصر میں سکونت اختیار کر لی لیکن اس کے پروپیگنڈے کا کچھ نہ کچھ اثر ہر مقام پر ہو چکا تھا۔ عراق جہاں مختلف قومیں آباد تھیں اس فتنے کا مرکز بن گیا۔ کوفہ اور بصرہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کھلم کھلا مخالفت ہونے لگی۔ ابنِ سبا صاف صاف کہتا پھرتا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی خلافت کے لیے وصیت کی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلافت کے صحیح حق دار نہیں اور جو وصیت پر عمل نہیں کرتا وہ ظالم ہے۔

کوفے میں باغیوں کے سرغنہ اشتر نخعی اور دوسرے لوگ تھے۔ ان کا کام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنا تھا۔ یہ لوگ ذرا ذرا سی بات پر فتنہ کھڑا کر دیتے۔ سعید ابنِ عاصؓ اور کوفے کے شریف مسلمانوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ان مفسدوں کو کوفے سے نکال دیا جائے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس شام بھجوا دیا اور ہدایت کی کہ ان کی اصلاح کی جائے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے افسران کے خلاف نکتہ چینی تو عرصے سے شروع ہو گئی تھی لیکن کسی کو آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف سر اُٹھانے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ ابنِ سبا کے ماننے والوں کی قوت جب مضبوط ہو گئی تو سب سے پہلے ۳۴ھ میں کوفے کے ایک باغی یزید بن قیس نے ہمت کی۔ وہ سبائیوں کو لے کر مدینے کی طرف چلا کہ وہاں پہنچ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلافت چھوڑنے پر مجبور کر دے لیکن وہ گرفتار کر لیا گیا۔ اس پر اس نے کہا کہ میں تو صرف اس لیے مدینے جا رہا تھا کہ سعید بن العاص والیٔ کوفہ کے تبادلے کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے درخواست کروں چنانچہ وہ رہا کر دیا گیا۔ اب یزید نے اپنی مدد کے لیے باغیوں کے سب سے بڑے سرغنہ اشتر نخعی کو خط لکھ کر بلا لیا۔ اس کے شام سے واپس کوفہ پہنچنے پر شورش برپا ہو گئی۔ اشتر نخعی نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے ایک غلام کو قتل کر دیا۔ سعید نے جب دیکھا کہ فساد کرنے والے باز نہیں آتے اور مجھے معزول بھی کرانا چاہتے ہیں تو اس نے خود جا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ وہ لوگ میرے بجائے

Marfat.com

ابوموسیٰ اشعری کو چاہتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے امن قائم کرنے کے لیے سعید کو معزول کر کے ان کی جگہ ابوموسیٰ اشعری کو والی مقرر کر دیا اور اہلِ کوفہ کو لکھا ''تم جس کو چاہتے ہو میں نے اس کو مقرر کر دیا ہے۔ خدا کی قسم! میں تم سے اپنی آبرو بچاؤں گا' تمہارے مقابلے میں صبر سے کام لوں گا اور تمہاری اصلاح میں پوری قوت صرف کر دوں گا۔''

باغیوں کے بارے میں مشاورت

سچ تو یہ ہے کہ مفسدین خلافت میں بہتری نہیں بلکہ فساد برپا کرنا چاہتے تھے اور مسلمانوں کی قوت کو مختلف گروہوں میں تقسیم کرنا چاہتے تھے۔ کوفہ' بصرہ بلکہ سارے عراق کا یہی حال تھا۔ عہدیداروں کے تبادلے' معزولی یا سزا سے کام نہ چل سکتا تھا۔ کسی قسم کی اصلاح مفید نہ ہو سکتی تھی کیونکہ وہ تو ہر حال میں فساد برپا کرنے پر کمر بستہ تھے۔ جب ہر طرف سے یہی خبریں آنے لگیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہؓ' عبداللہ بن سعدؓ اور دیگر ذمہ دار لوگوں کو بلا کر مشورہ کیا۔ کچھ لوگوں نے رائے دی کہ لوگوں کو جہاد میں لگا دیا جائے تاکہ ان کی توجہ اس طرف سے ہٹ جائے اور فساد کی مہلت نہ مل سکے۔ بعض نے کہا کہ شورش صرف چند لوگوں کی وجہ سے ہے' اگر ان کے سرغنے گرفتار کر کے قتل کر دیئے جائیں تو فساد ختم ہو جائے گا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہر حاکم اپنے اپنے صوبے میں امن قائم رکھنے کا ذمہ دار ہونا چاہیے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ شام کی ذمہ داری میں لینے کو تیار ہوں۔ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ جو اس مجلس میں موجود تھے کہنے لگے کہ سارے باغی لالچی ہیں۔ روپے دے کر ان کا منہ بند کیا جا سکتا ہے۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف شورش بڑھ گئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حالات کو صحیح کرنے کی کوشش کی۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپس میں مشورہ کر کے طے کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بات چیت کے لیے بھیجا جائے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور کہا کہ مجھے لوگوں نے آپ

Marfat.com

کے پاس گفتگو کرنے کے لیے بھیجا ہے، لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں آپ سے کیا کہوں؟ آپ خود سب کچھ جانتے ہیں۔ کوئی بات پوشیدہ نہیں۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے۔ ان کی صحبت میں رہے ہیں۔ گفتگو میں شریک ہوئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی عزیز ہیں۔ ان کے داماد بھی ہیں۔ اس سلسلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو چند مفید مشورے دیئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی ان کا مناسب جواب دیا۔ پھر عام مسلمانوں کے سامنے مسجد میں تقریر کی مگر مخالفت کا زور نہ گھٹا۔

۳۵ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مدینے کے لوگوں سے مشورہ کر کے بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت مقرر کی تاکہ وہ ملک کا دورہ کر کے حالات کا جائزہ لے اور اپنی رپورٹ پیش کرے۔ رپورٹ موصول ہونے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے عام اعلان کرادیا کہ میں ہر سال حج کے موقع پر اپنے عمال کے کام کی جانچ پڑتال کیا کروں گا۔ پھر بھی اگر کسی کے ساتھ زیادتی ہوئی تو وہ اپنی شکایت بیان کر کے میرے عمال سے اپنا حق حاصل کرے۔

باغیوں کے اعتراضات

باغیوں نے آپ رضی اللہ عنہ پر الزام لگایا کہ آپ نے بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم کو معزول کر کے ان کی جگہ اپنے خاندان کے ناتجربہ کار نوجوانوں کا تقرر کیا۔ یہ بھی کہا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے بیت المال کا روپیہ بے جا طریقہ پر صرف کیا۔ اپنے رشتہ داروں کو بڑی بڑی رقمیں دیں۔ یہ اعتراضات بالکل غلط اور بے بنیاد تھے اور اعتراضات صرف آپ رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے کے لیے گھڑے گئے تھے۔ بیت المال سے خورد برد کرنے کا الزام بالکل غلط تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ خود دولت مند اور فیاض طبع تھے اور اپنے اخراجات تک کے لیے بیت المال سے کچھ نہ لیتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں اپنے رشتہ داروں کے واجبی حقوق ادا کرتا ہوں اور جو کچھ انہیں دیتا ہوں وہ اپنے ذاتی مال سے دیتا ہوں۔ مروان کو طرابلس کے مالِ غنیمت میں سے کوئی

حصہ نہیں دیا گیا بلکہ وہ مال مروان نے پانچ لاکھ درہم میں خریدا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ بقیع کی چراگاہ کو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے مخصوص کر لیا تھا' اس اعتراض کا یہ جواب ہے کہ بعض چراگاہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے بیت المال کے مویشیوں کے لیے مخصوص تھیں چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس ضمن میں فرمایا: ''میں نے انہی چراگاہوں کو مخصوص قرار دیا ہے' جو مجھ سے پہلے مخصوص ہو چکی تھیں۔ میرے پاس اس وقت دو اونٹوں کے سوا اور کوئی مویشی نہیں ہے۔''

ان اعتراضات کے بڑھتے ہوئے طوفان کو دبانے کے لیے آپ رضی اللہ عنہ نے ایک آخری کوشش حج کے موقع پر کی جہاں تمام بڑے بڑے عہدیداروں کو بھی بلایا گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ' طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان سے رائے لی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اس موقع پر آئے تھے۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ میرے ساتھ شام چلیئے وہاں آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ''اگر میرا سر تن سے جدا ہو جائے تب بھی میں جوارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں چھوڑ سکتا۔'' آخر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مایوس ہو کر اکیلے شام واپس چلے گئے۔

باغیوں کا مدینہ میں جمع ہونا

ادھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حالات کو بہتر بنانے کی تدبیریں سوچ رہے تھے اُدھر کوفہ' بصرہ اور مصر کے باغی آپس میں خفیہ خط و کتابت کر کے مدینے پر چڑھائی کا فیصلہ کر چکے تھے۔ چنانچہ ۳۵ھ کے آخر میں' باغیوں کے تینوں گروہوں نے حج کے بہانے مدینے کا رخ کیا اور مدینے کے قریب پہنچ کر شہر کے باہر ٹھہر گئے۔ انہوں نے آپس میں طے کر لیا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ہر قیمت پر خلافت سے الگ کرنا ہے' لیکن یہ فیصلہ نہ ہو سکتا تھا کہ ان کی جگہ کس کو خلیفہ بنایا جائے۔ کوفہ کے باغی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو' بصرہ والے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو اور مصر کے باغی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ چنانچہ تینوں نے ان بزرگوں سے مل کر خلافت قبول کرنے کی درخواست کی۔ تینوں حضرات نے خلیفہ بننے سے انکار کر دیا اور ان کو ڈانٹ کر بھگا دیا۔

Marfat.com

اس کے بعد جمعہ کے دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نماز کے لیے مسجد میں تشریف لائے اور نماز کے بعد آپ نے باغیوں کو سمجھانے بجھانے کی کوشش کی تو باغیوں نے پتھر مار مار کر نمازیوں کو مسجد سے نکال دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر تو اتنے پتھر برسائے کہ آپ منبر سے گر کر بے ہوش ہو گئے اور لوگ ان کو اُٹھا کر گھر لے آئے۔ باغیوں کی یہ دلیری اور جسارت دیکھ کر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لیے پہنچے لیکن آپ نے ان سب کو واپس بھیج دیا۔

اس واقعہ کے بعد ہی مصر کے باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کی نیت سے مدینے پر چڑھائی کر دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہر وقت فتنہ وفساد روکنے کے لیے سوچتے رہتے تھے۔ چنانچہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان سے مشورہ لیا اور کہا کہ میں آپ کی ہر بات پر عمل کرنے کو تیار ہوں، آپ باغیوں کو واپس کر دیجیے۔ چنانچہ تیس مہاجر اور انصار صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کو سمجھا بجھا کر واپس بھیج دیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے عام مسلمانوں کے سامنے ایک تقریر کی اور پھر آئندہ کے لیے اپنے طرزِ عمل کی وضاحت کی۔ اس تقریر کا لوگوں پر بڑا اچھا اثر ہوا اور ان میں سے اکثر ان کی تقریر سن کر رو دیے۔

خلافت چھوڑنے کا مطالبہ

اس واقعہ کے تھوڑے ہی عرصہ بعد ایک دن یکا یک مصر کے باغیوں کا گروہ پھر آ پہنچا۔ حضرت محمد رضی اللہ عنہ بن مسلمہ نے ان سے دریافت کیا کہ وہ واپس کیوں آ گئے؟ باغیوں نے کہا کہ ہم کو راستے میں ایک سرکاری ہرکارہ مصر کی طرف جاتے ہوئے ملا جس کی تلاشی لینے پر والیٔ مصر کے نام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فرمان دستیاب ہوا جس میں ہم لوگوں کو قتل کرنے اور سزائیں دینے کا حکم ہے۔ پھر باغی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور محمد رضی اللہ عنہ بن مسلمہ کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اس کا بالکل علم نہیں۔ نہ میں نے ایسا حکم لکھا ہے اور نہ کسی

Marfat.com

سے لکھوایا ہے اور نہ ہی یہ جانتا ہوں کہ یہ حکم کس نے لکھ کر بھجوایا ہے، باغیوں کو یقین ہو گیا کہ یہ مروان بن حکم کی شرارت ہے۔ پھر بھی باغی اس پر تلے رہے کہ آپ کو خلافت سے معزول کرا دیں۔ انہیں تو کوئی بہانہ چاہیے تھا اور یہ بہانہ ان کے ہاتھ آ گیا۔ وہ کہنے لگے کہ جس شخص کی طرف سے ایسے فرمان جاری کیے جائیں، ان پر اس شخص کی مہر بھی لگی ہو اور سرکاری ہرکارہ فرمان کو لیے جا رہا ہو اور اس شخص کو ان میں سے کسی بات کی خبر نہ ہو تو وہ شخص ہرگز اس قابل نہیں کہ تختِ خلافت پر بیٹھے اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تختِ خلافت سے اتر جانا چاہیے۔ آپ نے جواب دیا ''خدا نے مجھے جو خلعت پہنائی ہے اسے میں اپنے ہاتھوں سے نہ اتاروں گا۔'' یہاں یہ حدیث مبارکہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ:

✿ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان (رضی اللہ عنہ)! اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کسی دن امرِ خلافت پر فائز کرے اور منافقین یہ ارادہ کریں کہ قمیصِ خلافت جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں پہنائی ہے، اسے تم اتار دو تو اسے ہرگز نہ اتارنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا تین مرتبہ فرمایا۔ (اس حدیث کو امام ابنِ ماجہ، امام احمد بن حنبل اور حاکم نے روایت کیا ہے)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے باغیوں کے غصہ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے مزید فرمایا: ''البتہ جو کچھ ہو چکا ہے اس پر میں شرمندہ ہوں اور آئندہ احتیاط رکھوں گا'' لیکن باغی کسی قسم کا عذر سننے کے لیے تیار نہ تھے۔ انہوں نے کہا کہ اگر آپ خلافت سے دستبردار نہیں ہوتے تو ہم آپ کو قتل کر دیں گے اور جو شخص ہمیں ایسا کرنے سے روکے گا اس کا بھی مقابلہ کریں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں سر دے دوں گا، لیکن خدا کی بخشی ہوئی خلافت کو نہ چھوڑوں گا۔'' آپ نے یہ بھی فرمایا: ''تمہیں کسی سے مقابلہ اور جنگ کرنے کی ضرورت نہیں اس لیے کہ میں کسی کو تم سے لڑنے کی اجازت نہ دوں گا۔ جو ایسا کرے گا وہ میرے حکم کے خلاف کرے گا اگر میں جنگ ہی کرنا چاہتا تو میرے حکم پر ہر طرف سے فوجیں اکٹھی ہو جاتیں یا میں خود کسی محفوظ جگہ چلا جاتا۔''

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ

مصری باغیوں کی اس دوسری چڑھائی میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اثر سے کام لیا اور کسی نہ کسی طرح ان کو وہاں سے ہٹادیا لیکن باغیوں کے سر پر خون سوار ہو چکا تھا۔ اس لیے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وہاں سے جاتے ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ باہر سے کوئی چیز مکان کے اندر نہ جاسکتی تھی۔ جان نثار کرنے والے اس وقت بھی آپ رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لیے ہر قیمت پر تیار تھے، مگر آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو واپس کر دیا پھر بھی چند نوجوان حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، ابنِ عباس رضی اللہ عنہ، محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ واپس نہ آئے۔

آخر باغیوں نے ان پر پانی تک بند کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا تو دونوں باغیوں کو سمجھانے کے لیے گئے لیکن باغیوں کا غصہ جنون کی حد تک پہنچ چکا تھا۔ وہ آپ رضی اللہ عنہ سے بدلہ لینا چاہتے تھے۔ انہوں نے حرم نبوی تک کا ادب نہ کیا۔ حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کی شان میں سخت الفاظ کہے اور آپ کی سواری کے خچر کو زخمی کر کے گرا دیا۔ چند آدمیوں نے آپ رضی اللہ عنہا کو وہاں سے علیحدہ کیا۔

اس وقت مدینہ کی حالت نہایت خطرناک تھی باغی کسی کے قابو میں نہ آتے تھے۔ باغیوں کو کھیل کھیلنے کا موقع اس لیے بھی مل گیا کیونکہ حج کا مہینہ تھا اور بیشتر جید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حج کی غرض سے مکہ تشریف لے جا چکے تھے۔ مدینہ میں صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے فرزند حسنین کریمین رضی اللہ عنہم اور چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لیے موجود تھے۔ باغیوں نے موقع کا فائدہ اٹھایا اور کسی کی ایک نہ چلنے دی۔ مدینہ میں موجود صحابہ رضی اللہ عنہم ایک تو اپنی کم تعداد کی وجہ سے مجبور ہو گئے تھے اور ان کی مجبوری کی دوسری وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بطورِ خلیفہ انہیں حکماً ہتھیار اٹھانے سے روک رکھا تھا کیونکہ وہ مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان تصادم ہرگز نہ چاہتے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی خاطر امتِ مسلمہ آپس میں فرقوں میں بٹ جائے اور لڑائی کرے۔ بدامنی اس درجہ بڑھ گئی تھی کہ بہت سے دوسرے لوگ بھی مدینہ

چھوڑ کر چلے گئے۔ کچھ لوگوں نے گھروں سے نکلنا بند کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جہاں تک ممکن ہو سکا باغیوں کو سمجھاتے بجھاتے رہے لیکن باغیوں پر تو خون سوار تھا۔ ہر کسی کو مرنے مارنے پر تلے تھے۔ ان کے منہ آنا خودکشی کے مترادف تھا۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب آخری مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور آپ رضی اللہ عنہ نے جانے کا ارادہ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ کو زبردستی روک لیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا عمامہ اتار کر قاصد کو دیا اور فرمایا ''جو حالت ہے دیکھ لو اور یہی جا کر کہہ دو۔''

محاصرہ بہت سخت تھا کسی طرح کا پیغام بھی مدینہ سے باہر نہ بھجوایا جا سکتا تھا کہ دوسرے شہروں سے صحابہ کرامؓ کو مدد کے لیے بلوایا جاتا تاکہ وہ آکر بلوائیوں کو کسی طرح روکتے۔ پھر بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کوشش کی کہ باغی اپنے ارادے سے باز آجائیں اور اسلام ایک بڑے نقصان سے بچ جائے۔ سعی آخر کے طور پر آپ رضی اللہ عنہ نے مکان کی چھت پر کھڑے ہو کر تقریر فرمائی:۔

''لوگو! تم میرے قتل کے درپے ہو حالانکہ میں تمہارا ولی اور مسلمان بھائی ہوں۔ خدا کی قسم! جہاں تک میرے بس میں تھا میں نے ہمیشہ اصلاح کی کوشش کی لیکن بہرحال میں انسان ہوں اس لیے اصابتِ رائے کے ساتھ مجھ سے لغزشیں بھی ہوئیں۔ یاد رکھو! اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو بخدا پھر تا قیامت نہ ایک ساتھ نماز پڑھ سکو گے اور نہ ایک ساتھ جہاد کر سکو گے۔''

آپ رضی اللہ عنہ کے فرمانے کا منشا یہ تھا کہ تم فرقوں، گروہوں اور مسالک میں تقسیم ہو جاؤ گے۔ یہ تقریر درحقیقت ایک پشین گوئی تھی۔ واقعی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے اسلام کی وحدت میں جو رخنہ پیدا ہو گیا وہ آج تک پُر نہ ہو سکا۔ ایک دن آپ رضی اللہ عنہ نے مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

''میں تم سے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم کو نہیں معلوم کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینے تشریف لے گئے تو مسجد بہت تنگ تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس زمین کے قطعہ کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کرے گا اس کو جنت میں اس سے بہتر جگہ ملے گی۔ اس وقت میں نے ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیل کی تھی اور اس زمین کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کیا تھا۔ آج تم اسی مسجد

Marfat.com

میں دو رکعت نماز پڑھنے سے مجھے روکتے ہو۔ میں خدا کی قسم دے کر تم سے سوال کرتا ہوں کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہاں بیر رومہ کے علاوہ میٹھے پانی کا دوسرا کنواں نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسے کون خرید کر وقف کرتا ہے؟ اس کو جنت میں اس سے بہتر کنواں ملے گا۔ میں نے اس کو خرید کر وقف کیا۔ آج تم مجھے اسی کنویں کے پانی سے روکتے ہو۔''

اسی طرح کی ایک تقریر آپ رضی اللہ عنہ نے ایک دن اور کی اور فرمایا:۔

''میں ان لوگوں کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے قسم دے کر پوچھتا ہوں' کسی کو یاد ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہِ احد پر چڑھے تو وہ ہلنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹھوکر مار کر فرمایا' احد ٹھہر جا کہ تیری پیٹھ پر اس وقت ایک نبی' ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں اور میں اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔''

لوگوں نے اس کی تصدیق کی' پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں ان لوگوں کو قسم دے کر پوچھتا ہوں جو بیعتِ رضوان میں موجود تھے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے مشرکین کے پاس بات چیت کرنے کے لیے بھیجا تھا تو اپنے مبارک ہاتھ کو میرا ہاتھ قرار دے کر میری طرف سے بیعت نہیں کی تھی؟'' سب نے کہا ہاں! سچ ہے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ یہ لوگ کسی طرح باز نہیں آتے اور قتل کرنے کے درپے ہیں تو آخری تقریر فرمائی:۔

''لوگو! آخر کس جرم میں مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ تین صورتوں کے سوا کسی مسلمان کا خون جائز نہیں۔ مسلمان اسلام کے بعد مرتد ہو جائے، پاک دامنی کے بعد بُرے کام کرنے لگے' یا کسی کو قتل کرے تو قصاص میں قتل کیا جائے اور ان تینوں سے میرا دامن پاک ہے۔ خدا کی قسم! جب سے خدا نے مجھے ہدایت دی ہے' میں نے اپنے مذہب کے مقابلے میں کسی مذہب کو پسند نہیں کیا نہ زمانہ جاہلیت میں کوئی بُرا کام کیا اور نہ اسلام کے بعد کسی کو قتل کیا' پھر تم لوگ مجھے کس جرم میں قتل کرتے ہو؟''

اس کے باوجود جب باغیوں پر کوئی اثر نہ ہوا تو جان نثار کرنے والے حاضر ہوئے۔

Marfat.com

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ انصار کی جماعت لے کر پہنچے اور عرض کیا "انصار دروازے پر حاضر ہیں" تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اگر وہ جنگ کرنا چاہتے ہیں تو میں ہرگز اس کی اجازت نہ دوں گا۔"

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "اس مکان میں ہم لوگ کافی تعداد میں موجود ہیں اجازت ہو تو آپ پر جان قربان کر دیں۔" آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "خدا کی قسم دیتا ہوں کہ میرے لیے کسی کا خون نہ بہایا جائے۔"

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر عرض کیا "آپ رضی اللہ عنہ امت کے امام اور خلیفہ ہیں اور اس وقت خطرے میں گھرے ہوئے ہیں' لہٰذا تین صورتوں میں سے ایک صورت اختیار فرمایئے۔ آپ کے پاس کافی قوت ہے ہم لوگوں کو ساتھ لے کر نکلیے اور مقابلہ کیجیے۔ آپ حق پر ہیں اور وہ غلط راستے پر۔ دوسری صورت یہ ہے کہ صدر دروازے پر باغیوں کا مجمع ہے' ہم آپ کے لیے پیچھے کا دروازہ توڑے دیتے ہیں' آپ سواری پر بیٹھ کر مکہ کی طرف نکل جایئے وہاں حرم میں لوگ آپ کے خلاف جنگ نہ کریں گے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ آپ شام چلے جایئے۔ وہاں کے لوگ وفادار ہیں اور وہاں معاویہ رضی اللہ عنہ بھی موجود ہیں۔ ان باتوں کو سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں مقابلہ نہیں کرنا چاہتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ خلیفہ نہیں بننا چاہتا جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا خون بہے اور مکہ بھی نہیں جاؤں گا کیونکہ یہ سر پھرے لوگ وہاں بھی اپنے ارادے سے باز نہ آئیں گے اور شام نہیں جاؤں گا کیونکہ اس صورت میں جوارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے چھوٹ جائے گا جو مجھے منظور نہیں۔"

غرض یہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کسی کو اپنی خاطر ہتھیار اٹھانے کی اجازت نہ دی بلکہ فرمایا کہ اس وقت جو شخص اپنا ہاتھ روکے گا اور کسی قسم کا ہتھیار استعمال نہ کرے گا وہ میرا سب سے بڑا خیر خواہ ہوگا، اور نہ ہی مدینہ چھوڑ کر کہیں اور جانا گوارا کیا۔

شہادت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق اپنی شہادت کا پورا یقین

Marfat.com

چکا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ صبر کے ساتھ اس کا انتظار کر رہے تھے۔ باغیوں کے بڑھتے ہوئے غصے اور جوش کو دیکھتے ہوئے اس یقین میں اضافہ ہوگیا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی تیاری بھی شروع کر دی تھی۔ جمعہ کے دن روزہ رکھا۔ ایک پاجامہ (جسے آپ نے کبھی نہیں پہنا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ ہمیشہ تہبند پہنا کرتے تھے اس دن شرم وحیا کے اس پیکر نے پاجامہ اس لیے پہنا کہ دوران شہادت یا شہادت کے بعد کہیں آپ رضی اللہ عنہ کی شرم گاہ برہنہ نہ ہوجائے۔ سبحان اللہ) زیب تن کیا۔ بیس غلام آزاد کیے اور کلام اللہ کھول کر تلاوتِ کلام پاک میں مشغول ہوگئے۔ اس وقت تک قصرِ خلافت کے پھاٹک پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، محمد بن مسلم رضی اللہ عنہ اور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صاحبزادے باغیوں کو روکے ہوئے تھے جس کی وجہ سے معمولی سا کشت وخون بھی ہوا۔ جب باغیوں کو اندر داخل ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو انہوں نے پھاٹک میں آگ لگادی اور کچھ لوگ قصرِ خلافت کے قریب دوسرے مکانوں پر سے ہوتے ہوئے اُوپر چڑھ گئے اور پھر اندر داخل ہوگئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تلاوتِ قرآن مجید میں مصروف تھے۔ باغیوں میں سخت اشتعال تھا ایک شخص نے حملہ کیا اور کلامِ پاک کو پاؤں سے ٹھکرا دیا۔ دوسرے شخص کنانہ بن بشر نے آپ رضی اللہ عنہ کے ماتھے پر لوہے کی سلاخ ماردی کہ آپ رضی اللہ عنہ چکرا کر گر پڑے۔ خون کا فوارہ کلامِ پاک پر جاری ہوگیا جس کے بعد ہی ایک تیسرے شخص عمرو بن الحمق نے سینے پر چڑھ کر کئی وار کیے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت نائلہ بچانے کے لیے دوڑیں تو ایک باغی کی تلوار کے وار سے ان کی تین انگلیاں ہتھیلی سے اڑ گئیں۔ پھر ایک اور شخص سودان بن حمران نے لپک کر آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

یہ حادثہ جمعہ کے دن ۱۸۔ ذوالحجہ ۳۵ھ کو پیش آیا۔ بیشتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حج کے فریضہ کی ادائیگی کے لیے مکہ گئے ہوئے تھے اور مدینہ میں ان کی عدم موجودگی کے باعث مدینہ پر باغیوں کا قبضہ تھا۔ دو دن تک آپ رضی اللہ عنہ کی لاش یونہی پڑی رہی۔ جو چند صحابہ رضی اللہ عنہم مدینہ میں موجود تھے بلوائی ان کی ایک نہ چلنے دیتے تھے۔ بالآخر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باغیوں کو شدید بُرا بھلا کہا اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے کفن دفن کا انتظام کروایا۔ صرف سترہ

Marfat.com

آدمیوں کی جماعت نے خفیہ نمازِ جنازہ ادا کر کے جنت البقیع کے نزدیک انہیں حس کوکب میں دفن کیا اور باغیوں کے خوف سے قبر کا نشان تک چھپا دیا۔ شہادت کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر بیاسی سال تھی اور خلافت کو کچھ کم بارہ سال ہوئے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حسرت ناک شہادت نے اسلام پر ایسی ضرب لگائی کہ مسلمانوں کا اتحاد چکنا چور ہو گیا اور اسلام کے مستقبل پر اس کے بڑے بُرے اثرات مرتب ہوئے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے اثرات

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے افسوس ناک نتائج کے بارے میں سب کو اتفاق ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس خبر کو سنتے ہی فرمایا: ''عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے وہ رخنہ پیدا ہو گیا ہے جسے پہاڑ بھی بند نہیں کر سکتا۔''

عبداللہ ابن اسلام رضی اللہ عنہ نے کہا: ''آج عرب کی قوت کا خاتمہ ہو گیا۔'' خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے باغیوں کو مخاطب کر کے فرمایا تھا۔ ''یاد رکھو! اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو بخدا پھر تا قیامت نہ ایک ساتھ نماز پڑھ سکو گے اور نہ ایک ساتھ جہاد کر سکو گے۔'' حقیقت یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ بہت ہی سنگین تھا۔ اس نے مسلمانوں کے دینی اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا۔ وہ گروہوں اور جماعتوں میں بٹ کر، فرقوں اور قبیلوں میں تقسیم ہو گئے۔ ان کی قوت بجائے اس کے کہ کافروں کے مقابلے میں صرف ہوتی، آپس کے لڑائی جھگڑوں میں صرف ہونے لگی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک عام بے چینی پیدا ہو گئی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب یہ خبر سنی تو دونوں ہاتھ اُٹھا کر فرمایا: ''خدایا! میں عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے بری ہوں۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اگر ساری مخلوق اس قتل میں شریک ہوتی تو قومِ لوط کی طرح اس پر آسمان سے پتھر برستے۔'' حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لوگو! اگر تمہاری بداعمالی کی سزا میں کوہِ احد بھی تم پر پھٹ پڑے تو بھی بجا ہے۔'' ثمامہ بن عدی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو وہ

Marfat.com

بے اختیار رونے لگے اور کہا ''آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جانشینی کا خاتمہ ہوگیا۔ اب بادشاہت کا دور شروع ہوگا۔'' اسی طرح حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ثابت اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی اس سانحے پر زاروقطار رونے لگے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: ''عثمان رضی اللہ عنہ دھلے ہوئے کپڑوں کی طرح پاک وصاف ہوگئے۔''

یہ حقیقت ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں کے اتحاد اور وحدت میں جو دراڑ پیدا ہوئی وہ آج تک پُر نہ ہوسکی اور مسلمان فرقوں، گروہوں اور مسلکوں میں تقسیم در تقسیم ہوتے چلے گئے اور ہوتے چلے جارہے ہیں۔

فقر اور سلاسلِ عثمانیہ

✿ تصوف میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ''عارفینِ صابر'' کا امام سمجھا جاتا ہے۔ رسالہ قشیریہ میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ہمیشہ قادرِ مطلق کے مشاہدہ میں غرق رہتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے صبر وتحمل سے مسلمانوں کو بہت بڑی خون ریزی سے بچائے رکھا اور نازک ترین صورتِ حال میں بھی اپنی شہادت قبول کرلی لیکن مسلمانوں میں تصادم نہ ہونے دیا۔

اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے عاشقانِ صادق کو جو باطنی خزانے عطا فرماتے ہیں وہ لامحدود و لازوال ہوتے ہیں۔ یہ محبوبانِ بارگاہِ ربّ العالمین، سخاوت جن کا وصف ہے، اشاعتِ دین جن کا مقصدِ ظاہری و باطنی حیات ہے اور طالبانِ مولیٰ کی رہنمائی جن کا فریضہ ہے، اس باطنی خزانے کو رہتی دنیا تک آنے والے طالبانِ صادق میں بانٹتے رہیں گے۔ اس باطنی فیض کو آگے منتقل کرنا ہی تمام سلاسلِ طریقت کا بنیادی مقصد ہے۔ تمام سلاسلِ طریقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سے شروع ہوکر ان کے خلفاء کے ذریعے امت تک پہنچتے ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا سلسلہ عثمانیہ نو سلاسل پر مشتمل ہے جن میں سے چند کا جامع ذکر کتبِ طریقت میں موجود ہے۔ سلسلہ عثمانیہ،

Marfat.com

سلسلہ عثمانیہ قدوسیہ' سلسلہ عثمانیہ حنفیہ' سلسلہ عثمانیہ کریمیہ' سلسلہ عثمانیہ سعیدیہ' سلسلہ عثمانیہ مداریہ۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے باطنی خلافت اپنے خلیفہ صادق حضرت ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی جنہیں بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ایک مرتبہ و مقام کی خلافت حاصل ہوئی۔ انہی حضرت ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے تمام سلاسلِ عثمانیہ آگے بڑھے۔ حضرت ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے حضرت شیخ عاصم بن الصمد رحمۃ اللہ علیہ کو یہ خلافت منتقل ہوئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید پر جو قدرت و جامعیت حاصل ہوئی وہی آپ رضی اللہ عنہ اپنے خلفاء کو بعد از تربیت ان کی استعداد کے مطابق عطا فرماتے ہیں جس کی قوت سے وہ اپنے مریدین کی تربیت کرتے ہیں اور قرآن مجید کے واسطے سے انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک نسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ [1]

اگرچہ سلسلہ عثمانیہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اپنا سلسلہ طریقت ہے جس کے آپ رضی اللہ عنہ مختار ہیں لیکن سلسلہ سروری قادری حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بلاواسطہ فیض حاصل کرنے والا ایسا سلسلہ ہے جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کی وجہ سے چاروں خلفاء کا منظورِ نظر ہے۔ اس سے تعلق رکھنے والے طالبانِ مولیٰ ان چاروں خلفاء سے فیض اور تاثیر حاصل کرتے ہیں جیسا کہ ''حدیثِ دِل'' میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال کے حوالے سے ثابت کیا گیا۔ سلسلہ سروری قادری اور دوسرے سلاسل کے سالکین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نگاہ اور توجہ سے ''صفتِ شرم و حیا'' میں کامل ہوتے ہیں اس طرح ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کا فیض بھی تمام سلاسل میں جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام امت کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی پیروی و اطاعت کے ساتھ ساتھ ان کے باطنی خزانے سے فیض حاصل کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ (آمین)

---

[1] تواریخ آئینہ تصوف

خلیفہ راشد چہارم

امیر المتقین، امیر العارفین، امیر المومنین
بابِ فقر
سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ

امیر المومنین، امام المتقین، مشکل کشا، شیرِ خدا، امام عارفین، تاجدارِ اولیاء، اسد اللہ غالب، مولودِ کعبہ، رفیق پیغمبر، دامادِ رسول، فاتح خیبر، زوجِ بتول رضی اللہ عنہا، حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کے والد ابوالحسن اور ابوتراب حضرت علی کرم اللہ وجہہ 30 عام الفیل کو پیدا ہوئے۔ ایک اور روایت کے مطابق آپ 12 یا 13 رجب بروز جمعۃ المبارک پیدا ہوئے اس وقت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک تیس برس تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے شجرہ نسب اس طرح سے ہے:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بن ابو طالب رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ بن ہاشم۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ بھی ہاشمی ہیں شجرہ نسب اس طرح سے ہے: فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ اسد بن ہاشم۔ اس طرح آپ رضی اللہ عنہ نجیب الطرفین ہاشمی ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تیس سال چھوٹے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام ابوطالب تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کے والد ابو طالبؓ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو بہت

Marfat.com

پیارے تھے۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ نے بڑی محبت اور جانثاری کے ساتھ کی۔ آپ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت پیار کرتے اور ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے۔ تجارت پر جاتے تو ساتھ لے جاتے اکیلا نہ چھوڑتے۔ شعب ابی طالب کے تین کٹھن سال آپ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گزارے لیکن نبی اکرم کا ساتھ نہ چھوڑا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پیدائش خانہ کعبہ میں ہوئی اس لیے آپ رضی اللہ عنہ کو مولودِ کعبہ بھی کہا جاتا ہے۔ روایت ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد بن ہاشم خانہ کعبہ کا طواف کر رہی تھیں کہ دردِ زہ شروع ہو گیا۔ اسی وقت خانہ کعبہ کی دیوار شق ہوئی جس کو کوئی اور نہ دیکھ سکا۔ آپؓ خانہ کعبہ کے اندر داخل ہو گئیں اور وہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ کرم اللہ وجہہ ماں باپ دونوں کی طرف سے ہاشمی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ ایمان کے نور سے منور ہوئیں۔ مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ جنت البقیع میں دفن ہیں۔ جب انہوں نے وفات پائی تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنے کرتے کا کفن پہنایا اور اُن کی میت کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا:

''اے میری ماں اللہ آپ پر رحم کرے آپ میری ماں کے بعد ماں تھیں، آپ کو خود لباس کی ضرورت ہوتی تھی، لیکن آپ مجھے پہناتی تھیں۔ آپ کو خود کھانے کی ضرورت ہوتی تھی لیکن آپ مجھے کھلاتی تھیں۔''

آپ کا نام علی اور القاب اسد اللہ، حیدر اور مرتضیٰ اور کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے۔ تراب کے معنی مٹی کے ہیں، ابوتراب یعنی مٹی کا باپ۔ یہ کنیت آپ رضی اللہ عنہ کو بہت پسند تھی، اس کنیت کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک بار حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ زمین پر سو رہے ہیں اور پورا جسم گرد آلود ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''ابوتراب اٹھو'' اس دن سے یہ کنیت مشہور ہو گئی۔

حضرت ابوطالب کثیر العیال تھے اور مالی حالت بھی کمزور تھی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُم

المومنین حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کے بعد فارغ البالی نصیب ہوئی تو آپ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کی مالی حالت اچھی نہیں۔ کنبہ بڑا ہے' ان کا بوجھ بانٹ لینا چاہیے۔ پس فیصلہ ہوا کہ ایک بیٹے جعفر کی پرورش حضرت عباس رضی اللہ عنہ کریں گے اور علی رضی اللہ عنہ کی پرورش حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ذمہ لے لی۔ اس طرح خوش بخت حضرت علی کرم اللہ وجہہ لڑکپن سے ہی آغوشِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزے پانے لگے۔

آمنہ رضی اللہ عنہا کے لال تو ساری کائنات کے لیے رحمت بن کر آئے تھے' پھر حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کے حالات پر نظرِ کرم کیوں نہ ہوتی جنہوں نے ماں اور دادا عبدالمطلب کے انتقال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت کی۔ اپنے بچوں کے مقابلہ میں ہمیشہ ان کی ضروریات کو اہمیت دی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ولادت پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا، اپنی زبان چوسنے کے لیے ان کے منہ میں رکھی اور ان کا نام بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی تجویز کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عمر دس سال تھی اور وہ کاشانۂ نبوی میں ہی پرورش پا رہے تھے۔ اس لڑکپن کی عظمتوں کا کیا ٹھکانہ جو حاملِ وحی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر سایہ بسر ہوا!

قبولِ اسلام

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک روز اپنے لڑکپن کے مشاغل سے فارغ ہو کر کاشانۂ نبوی میں حاضر ہوئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی زوجہ حضرت خدیجہ طیبہ رضی اللہ عنہا طاہرہ عبادت میں مشغول تھے' حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھ کر حیران ہوئے اور جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھنے لگے: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کر رہے تھے؟''

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہم عبادت کر رہے تھے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ''یہ کیسی عبادت ہے؟''

Marfat.com

رسول اللہ: ''یہ اللہ کا دین ہے۔ اس نے اسے اپنے لیے پسند کیا ہے اور اس کی تبلیغ کے لیے اپنے رسول بھیجے ہیں۔ میں تمہیں اللہ وحدہٗ لاشریک پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ سن کر فوراً اسلام قبول کر لیا اُس وقت آپ کرم اللہ وجہہ کی عمر مبارک دس سال تھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابتدا میں اپنے ایمان کو اپنے والد سے پوشیدہ رکھا۔ آخر یہ راز ایک روز اس وقت فاش ہو گیا جب حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے علی رضی اللہ عنہ کو امام الانبیاء کے ساتھ مکہ کی ایک وادی میں نماز ادا کرتے دیکھ لیا۔ پہلے تو وہ عالمِ حیرانی میں دیکھتے رہ گئے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھنے لگے: ''پیارے بھتیجے! یہ کیا دین ہے؟ جو تو نے اختیار کر لیا ہے؟''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمِ محترم! یہ اللہ، اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں کا دین ہے۔ یہ ہمارے باپ ابراہیمؑ کا دین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ میرے چچا! آپ اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ آپ کو اس دین کی طرف بلاؤں اور اس دینِ حق کو قبول کرنا سب سے بڑھ کر آپ کا حق ہے۔ آپ اسے قبول کریں اور میری مدد بھی کریں۔''

حضرت ابوطالبؓ نے جواب دیا: میرے بھتیجے! میں اپنے آباء واجداد کے دین کو نہیں چھوڑ سکتا۔ لیکن بخدا! جب تک میں زندہ ہوں کوئی شخص تمہیں تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔''

اس کے بعد حضرت ابوطالبؓ نے روئے سخن اپنے بیٹے کی طرف کرتے ہوئے کہا: ''اے علیؓ! انہوں نے تمہیں خیر کی طرف بلایا ہے' ان کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہنا۔''

اب حضرت علی کرم اللہ وجہہ پورے اطمینانِ قلب کے ساتھ دینِ اسلام کی پاکیزہ راہوں پر گامزن ہو گئے کیونکہ دل میں والد کی طرف سے جو کھٹکا لگا ہوا تھا وہ ختم ہو گیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اعلانِ حق

تین سال متواتر خفیہ تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا۔ تین سال کے بعد ربِ قدوس نے اپنے

Marfat.com

پیارے حبیب کو فرمایا: ''(اے پیغمبر) اپنے رشتہ داروں کو عذابِ آخرت سے ڈرایئے۔''

اللہ کے رسول ﷺ نے تعمیلِ ارشادِ باری تعالیٰ میں اپنے تمام قرابت داروں کو کاشانۂ نبوی ﷺ میں دعوتِ طعام پر جمع کیا۔ حضور ﷺ نے جب توحید ربانی سے اپنے خطاب کا آغاز کیا تو ابولہب بن عبدالمطلب بُری طرح بھڑک اٹھا اور لوگوں کو بہلا پھسلا کر لے گیا۔

آپ ﷺ نے کچھ دنوں بعد دوبارہ دعوتِ طعام کا اہتمام فرمایا۔ کھانا کھانے کے بعد فرمایا: ''اہلِ عرب میں سے آج تک کوئی شخص مجھ سے بہتر پیغام نہیں لایا۔ یہ پیغام دُنیا اور عقبیٰ دونوں کی بھلائی کا ضامن ہے' آپ میں سے کون اس پیغام کو قبول کرتا ہے۔''

یہ سننا تھا کہ سب نے منہ پھیر لیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو ابھی سنِ بلوغت کو پہنچے تھے، بھی وہاں موجود تھے۔ وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور بلاخوف وخطر کہنے لگے:

''یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کی مدد کروں گا اور جو شخص آپ سے جنگ کرے گا اس سے جنگ کروں گا۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ کلام سن کر لوگ از راہِ تمسخر سر ہلانے لگے۔ کچھ لوگ حقارت سے مسکرانے لگے۔ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کمسنی اور جسمانی کمزوری کا مذاق اڑا رہے تھے۔ ان کی نظر کمسنی اور جسمانی کمزوری پر تو تھی' لیکن وہ اس قوتِ ایمانی کا ادراک نہ کر سکے جو اس بلوغت کی طرف بڑھتے ہوئے ابوطالبؓ کے لختِ جگر نے صحبتِ مصطفوی ﷺ میں رہ کر حاصل کی تھی۔ سب ہنستے، مذاق اڑاتے اپنے اپنے گھروں کو چل دیئے۔

ہجرتِ مدینہ

اللہ تبارک تعالیٰ نے جب اپنے جلیل القدر رسول حضرت محمد ﷺ کو مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ جانے کی اجازت دی اس وقت مشرکین مکہ نے اپنے ایک خفیہ اجلاس میں

Marfat.com

فیصلہ کر لیا تھا کہ تمام قبائل سے جوان منتخب کر کے اللہ کے رسول ﷺ کے گھر کا گھیراؤ کر لیا جائے اور یکبارگی حملہ کر کے قتل کر دیا جائے۔ جس رات آپؐ کو گھر چھوڑ کر رفیقِ نبوت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر ہجرت پر روانہ ہونا تھا، اس رات مشرکینِ مکہ نے کاشانۂ نبوی ﷺ کا گھیراؤ کر رکھا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس اہلِ مکہ کی امانتیں تھیں۔ آپ امانتیں مالکوں کو لوٹانا چاہتے تھے اس لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے بستر پر سونے کے لیے کہا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بلا تردّد اس کے لیے تیار ہو گئے' حالانکہ ان کو علم تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چلے جانے کے بعد مشرکین ان کی جان بھی لے سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ہدایت فرمائی کہ امانتیں مالکوں کو لوٹانے کے بعد تم بھی ہجرت کر کے مدینہ چلے آنا۔

حضور ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اندرونی کیفیات کا جائزہ لینے کے لیے فرمایا:

''اے علی (کرم اللہ وجہہ)! کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ دشمن مجھے تلاش کرے اور نہ پا سکے اور تجھے پالے اور شاید جاہل جلدی میں تمہاری طرف دوڑ کر آئیں اور تمہیں قتل کر دیں۔''

عاشقِ مصطفیٰ حضرت علی کرم اللہ وجہہ عرض کرنے لگے: ''جی! یارسول اللہ! میں اس بات پر راضی ہوں کہ میری روح حضور ﷺ کی روح مبارک کی حفاظت میں کام آ جائے اور میرا نفس حضور کی ذات پر قربان ہو جائے۔ کیا میں زندگی سے بجز اس کے محبت کر سکتا ہوں کہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں گزرے۔ حضور ﷺ کے اوامر و نواہی کی بجا آوری میں صرف ہو۔ حضور ﷺ کے دوستوں کی محبت اور دشمنوں سے جہاد کرنے میں گزر جائے۔ اگر یہ امور نہ ہوتے تو میں ایک لمحہ کے لیے بھی اس دنیا میں زندہ رہنا پسند نہ کرتا۔''

رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا:

''تیرے اس کلام کی تصدیق لوحِ محفوظ کے مؤکلین نے کی ہے اور انہوں نے اس بات کی بھی تصدیق کی ہے کہ جو ثواب دار القرار میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تیار کر رکھا ہے' اس کی مثل نہ کسی نے سنی اور نہ دیکھی اور نہ کسی کے ذہن میں اس کا تصور آیا۔''

اے مدعیانِ عشق و جنوں۔ پرستارانِ عقل و خرد! حضرت علی رضی اللہ عنہ شیرِ خدا کے جذبہ فدائیت کو

Marfat.com

ملاحظہ کرو۔لذتِ آشنائی کی اس آنچ کو محسوس کرو جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ شیرِ خدا کو جسم تو کیا اپنی روح بھی شمع رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پروانہ وار فدا کرنے پر آمادہ کر دیا۔ یہ دیکھ چکو تو یہ بھی دیکھو کہ خالقِ کائنات اور حبیب خالقِ کائنات وفا شعاروں اور جانثاروں کی کس طرح پذیرائی فرمایا کرتے ہیں۔

حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر اوڑھ کر ان کے بستر پر سو گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر جو لذتیں پائیں ان کا شمار حضرت علی رضی اللہ عنہ جانیں۔ صبح ہوئی تو مشرکین مکہ کو پتہ چلا کہ جس گوہر مقصود کے حصول کے لیے وہ رات بھر ننگی تلواریں لیے کاشانہ نبوی کو گھیرے رہے وہ ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ وہ تو اس تصور میں سرمست کھڑے پہرہ دے رہے تھے کہ جونہی وہ قدم باہر نکالیں گے درجنوں تلواریں برق کی مانند کوندیں گی اور اپنا مقصد پالیں گی۔ لیکن گھر سے جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بجائے حضرت علی رضی اللہ عنہ برآمد ہوئے تو محاصرہ کرنے والوں کے اوسان خطا ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ڈرایا دھمکایا۔ سخت سست کہا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں پوچھا لیکن شیرِ خدا نے ان کو کچھ نہ بتایا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لوگوں کی امانتیں ان کے سپرد کیں۔ ذرہ ذرہ کا حساب بے باک کر دیا اور ایک رات پا پیادہ چھپ کر مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اتنی لمبی مسافت پا پیادہ اور تن تنہا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ منزلِ عشق پر رواں دواں تھے اور بقول شاعر کہ:

میں کہاں جاتا ہوں' مجھے عشق لیے جاتا ہے

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی قبا میں تشریف فرما تھے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شیرِ خدا پہنچ گئے۔ اگرچہ پاؤں میں آبلے پڑ چکے تھے، لباس تار تار تھا، سفر کی صعوبتوں نے نڈھال کر رکھا تھا' لیکن روح مطمئن تھی کہ منزلِ عشق پا چکی تھی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راہرو منزلِ عشق کو دیکھا تو دیکھتے ہی رہ گئے۔ آنکھوں میں اشک امڈ آئے' لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کے جذبات ان پر غالب آ گئے' آنکھیں فرطِ محبت سے چمکنے لگیں۔ بھائی کو سینے سے لگا لیا اور بے شمار دعاؤں سے ان کا دامن بھر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سفر کی ساری کلفتیں مٹ گئیں۔

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سیّدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

محسنِ انسانیت، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں، سب سے چھوٹی بیٹی کا نام فاطمہ رضی اللہ عنہا تھا۔ حضور کو ان سے بہت پیار تھا وہ سیدۃ النساء العالمین ہیں۔ ان کی ولادت کے بارے میں دو قول ہیں۔ اوّل یہ کہ ان کی ولادت بعثت سے پانچ سال قبل ہوئی اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر 35 سال تھی۔ دوسرے قول کے مطابق ان کی ولادت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر 41 سال تھی۔ دوسرے قول کے مطابق ان کا سنہ ولادت ا۔ بعثت بنتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بڑی صاحبزادی کا نکاح ابوالعاص بن ربیع سے ہوا اور منجھلی صاحبزادیوں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خاتونِ جنت جب سنِ بلوغ کو پہنچیں تو قریش کے اعلیٰ خاندانوں سے متعدد سرداروں نے رشتہ طلب کیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سکوت فرمایا، یا یہ جواب دیا کہ جو اللہ چاہے گا وہی ہوگا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جوان تھے، ابھی کوئی نکاح نہ کیا تھا۔ ان کی دلی آرزو تھی کہ یہ سعادتِ عظمیٰ ان کے حصہ میں آئے، لیکن اپنی مفلوک الحالی اور تہی دامنی کا احساس کر کے دل مسوس کر رہ جاتے تھے، رشتہ طلب کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ باپ کا سایہ تو سر پر تھا نہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آغوشِ شفقت میں پرورش پائی تھی۔ نبی رؤف رحیم کی خوئے بندہ نوازی سے امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظرِ رحمت بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے ان پر ہی تھی۔

ایک روز چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں تشریف فرما تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ محوِ گفتگو تھے۔ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اکثر و بیشتر شرفاء قریش نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خاتونِ جنت کے رشتہ کے لیے دربارِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں درخواست کی ہے، لیکن کسی کو مثبت جواب نہیں ملا۔ ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ باقی ہیں، جو خاموش ہیں۔

Marfat.com

شائد وہ اپنی تنگ دستی کی وجہ سے ایسا نہیں کر پائے۔ ہمیں ان کی حوصلہ افزائی کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجنا چاہیے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ان کے خیال کی تصدیق کی۔ تینوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے پتہ چلا کہ اونٹنی لے کر کسی انصاری دوست کے باغ کو پانی دینے کے لیے گئے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ کنوئیں پر چلے گئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے پر آمادہ کرنے لگے۔ ہمدرد اور غم گسار ساتھیوں کی باتیں سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں کہنے لگے ''کون سا منہ لے کر جاؤں تہی داماں ہوں۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے مالی اعانت کی یقین دہانی کرا کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا۔

سیّدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ محسنِ انسانیت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلام عرض کرنے کے بعد ادب واحترام سے سر جھکا کر بیٹھ گئے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ''علی رضی اللہ عنہ لگتا ہے تم کسی کام کے لیے آئے ہو۔ بتاؤ کیا کام ہے؟'' حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ادب واحترام کے ساتھ شرم وحیا میں ڈوبے ہوئے لہجہ میں بصد مشکل اپنا مدعا رک رک کر بیان کیا۔ سن کر اللہ کے رسول ﷺ کا چہرہ دمکنے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''علیؓ! مہر ادا کرنے کے لیے کچھ ہے؟'' حضرت علی کرم اللہ وجہہ عرض کرنے لگے: ''میرے ماں باپ قربان! آپ میری حالت سے آگاہ ہیں۔ میرے پاس سوائے تلوار، زرہ اور اونٹنی کے اور کچھ بھی نہیں۔'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''تلوار اور اونٹنی تمہاری اہم ضرورتیں ہیں۔ میں زرہ کے عوض فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح تم سے کرنے کو تیار ہوں۔''

یہ سننا تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ یہ مژدۂ جانفزا سن کر کاشانۂ نبوی ﷺ سے باہر نکلے۔ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ شدت سے ان کا انتظار کر رہے تھے۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دے دیا ہے تو ان کو بھی بے حد مسرت ہوئی۔ جب تینوں مل کر مسجد نبوی میں پہنچے تو حضور ﷺ وہاں تشریف لا چکے تھے۔ انصار ومہاجرین کو جمع کیا گیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے

Marfat.com

دونوں کا عقد فرمایا۔ حضور ﷺ کے فرمان پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ زرہ کو فروخت کرنے کے لیے گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ زرہ مہنگے داموں چار سو درہم میں خرید لی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب رقم ادا کر کے زرہ اپنے قبضہ میں لے چکے تو یہ کہتے ہوئے زرہ واپس حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دے دی کہ یہ میری طرف سے تحفہ ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے زرہ اور رقم دونوں چیزیں حضور ﷺ کے قدموں میں جا کر ڈال دیں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی محبت کا واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے خیر کی اور رقم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی اور انہیں ہدایت کی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے ضروری اشیاء خرید لائیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ گئے۔

سیدۃ النساء خاتونِ جنت' اللہ کے رسول ﷺ کی پیاری بیٹی کو حضور کی طرف سے جو جہیز ملا اس میں ایک بان کی چارپائی' دو چکیاں' دو گھڑے' چمڑے کا گدا جس میں روئی کی بجائے کھجور کے پتے تھے، ایک مشکیزہ اور ایک چھاگل شامل تھی۔

نکاح رجب 1ھ میں ہوا اور رخصتی کئی ماہ بعد غزوۂ بدر کے بعد ہوئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس اپنا کوئی مکان نہیں تھا جس میں خاتونِ جنت کو لے جاتے اس لیے وہ کرایہ کے مکان میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو لے گئے اور چند دن بسر کیے۔ ایک روز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگیں کہ حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے پاس کئی مکان ہیں' ان کا ایک مکان مسجدِ نبوی کے بالکل قریب ہے۔ اگر ہو سکے تو آپ ان سے وہ مکان لے کر مجھے عطا فرمائیے۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا: ''حارثہ نے پہلے کئی مکان میرے کہنے پر اللہ کی راہ میں دیئے ہیں۔ اب انہیں کہنا مناسب نہیں''۔ حضور ﷺ کی یہ بات حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئی، وہ بھاگے چلے آئے اور عرض کرنے لگے: ''یارسول اللہ! میں اپنے سارے مکان حضور کی خدمت میں پیش کرتا ہوں' جو پسند آئے لے لیجیے۔ وہ مکان جو آپ قبول فرما لیں گے مجھے اس مکان سے اچھا ہے جو میرے پاس رہ جائے گا''۔ حضور ﷺ نے ایک مکان قبول فرما لیا اور حارثہؓ کو اپنی

دعاؤں سے نوازا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس مکان میں منتقل ہو گئے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی دعاؤں کے ساتھ اس خوش بخت جوڑے کو نئے مکان میں آباد کیا۔

میدانِ بدر

بدر میں جب میدانِ کارزار گرم ہوا تو مشرکینِ مکہ کی طرف سے ربیعہ کے بیٹے عتبہ اور شیبہ میدان میں نکلے۔ ان کے پیچھے ولید بن عتبہ بھی فخر و مباہات کے رجز گاتا ہوا نکلا۔ عتبہ نے اپنے بھائی شیبہ کو دائیں طرف اور بیٹے ولید کو بائیں طرف لیا اور مسلمانوں کو للکارنے لگا۔ ان کے مقابلہ میں انصار کے تین جوان اللہ رب العزت کی قدوسیت کے ترانے گاتے ہوئے نکلے۔ عتبہ کو جب معلوم ہوا کہ ان کے مقابلہ میں آنے والے قریش نہیں' بلکہ انصار ہیں تو انہوں نے لڑنے سے انکار کر دیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے مقابلہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ' حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے مدمقابل ولید کو تہ تیغ کر دیا۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ کی گردن اڑا دی۔ عتبہ اور عبیدہ رضی اللہ عنہ ہنوز برسرِ پیکار تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم شیر کی طرح گرجتے ہوئے ان کی طرف بڑھے اور پھر گویا برق کوندگئی اور عتبہ کی تڑپتی ہوئی لاش میدانِ بدر میں نظر آئی۔

غزوہ احد

اللہ کے رسول ﷺ نے غزوہ احد میں پرچمِ اسلام حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ وہ چٹان کی طرح مضبوط قدم جمائے علَم تھامے شجاعت و جانثاری کا مظاہرہ کر رہے تھے کہ دشمن نے آپ رضی اللہ عنہ کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پرچمِ اسلام بائیں ہاتھ میں تھام لیا۔ بایاں ہاتھ کٹ گیا تو پرچم اسلام کو سینے سے لگا لیا۔ اللہ کے رسول ﷺ فدا کارِ اسلام کی

Marfat.com

جانبازیوں کا مشاہدہ فرما رہے تھے۔ ان کو شہادت سے ہم کنار ہوتے دیکھا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پرچم اسلام تھام لینے کا حکم دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا تھام لیا اور جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر نعرہ لگایا ''انا ابو القصم'' جس کا مطلب تھا ''میں باطل کی پشت توڑنے والا ہوں۔'' اسی دوران آپ رضی اللہ عنہ کے کانوں میں مشرکین کے علمبردار طلحہ ابنِ طلحہ کی آواز پہنچی، جو مسلمانوں کو للکار رہا تھا۔ شیرِ خدا کی غیرتِ اسلامی کو گوارا نہ ہوا کہ کفر کی للکار پر خاموش رہیں تیزی سے آگے بڑھ کر طلحہ کے سامنے جا پہنچے اور اسے سنبھلنے کا موقعہ دیئے بغیر تلوار کا ایک بھرپور وار کر دیا۔ چند لمحات قبل شیخیاں بگھارنے والا لات و عزیٰ کا پجاری اللہ کے شیر کی ضرب کی تاب نہ لاتے ہوئے زمین پر پڑا تڑپ رہا تھا۔ پیکرِ نخوت کی شرم گاہ ننگی ہو گئی تھی۔ اس حالت میں شیرِ خدا نے دوسرا وار کرنا مناسب نہ سمجھا لیکن وہ بدنصیب تو ایک وار کی بھی تاب نہ لا سکا تھا اور تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔

غزوہ خندق

لشکرِ کفار ایک طوفان کی مانند مدینہ منورہ کی طرف یلغار کرتا چلا آ رہا تھا۔ اس مرتبہ کفار کے ارادے بڑے خطرناک تھے۔ انہیں یقین تھا کہ وہ مدینہ کی بستی کو زبردست حملہ کر کے روند ڈالیں گے اور اہلِ اسلام کو نیست و نابود کر کے رکھ دیں گے، لیکن جب انہوں نے اپنے سامنے ایک چوڑی اور گہری ناقابل عبور خندق دیکھی تو زہریلے سانپ کی طرح بل کھا کر رہ گئے۔ ان کے سارے منصوبے خاک میں مل گئے اور انہیں خندق کے پار ہی خیمہ زن ہونا پڑا۔

لشکرِ کفار کے شہسوار اکثر اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے خندق کی طرف بڑھتے لیکن اسے عبور نہ کر پاتے اور پیچ و تاب کھا کر رہ جاتے۔ ایک روز عرب کا مشہور و معروف شہسوار عمرو بن عبدود تیزی سے گھوڑا دوڑا کر خندق کے پار کود گیا۔ لشکر اسلام سے کچھ دور گھوڑا روک کر ''ھل من مبارز'' کی آوازیں لگانے لگا۔

عمرو ابنِ عبدود بہت بڑا جنگ جو تھا۔ اس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ اکیلا ایک سو

Marfat.com

سواروں پر بھاری ہے۔ یہ سب کچھ حضرت علیؓ شیرِ خدا کو بھی معلوم تھا لیکن اللہ کے شیر بھلا کسی سے ڈرا کرتے ہیں۔ انہوں نے عمرو ابن عبدود کو دیکھا اس کی للکار کو سنا اور ذوالفقار کو لہراتے ہوئے اس کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: ''اے عبدود کے بیٹے! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو نے یہ اعلان کر رکھا ہے کہ قریش میں سے اگر کوئی شخص تجھ سے دو باتوں کا مطالبہ کرے گا تو' تو ایک بات ضرور مان لے گا۔''

عمرو ابنِ عبدود (غرور و تکبر سے اکڑ کر): ''ہاں! میں نے یہ اعلان کر رکھا ہے۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ: ''میں تجھ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آ اور مسلمان ہو جا۔''

عمرو ابن عبدود (نخوت سے) ''مجھے اس کی ضرورت نہیں۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ: ''پھر آ میرا مقابلہ کر۔''

عمرو ابنِ عبدود: ''تمہارے والد ابو طالبؓ سے میرے قریبی دوستانہ مراسم تھے اس لیے میں نہیں چاہتا کہ تو میری تلوار کا لقمہ بنے۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ: ''لیکن میں اس بات کو بہت پسند کرتا ہوں کہ میری ذوالفقار تیری گردن کاٹ ڈالے۔''

یہ سنتے ہی کافر آپے سے باہر ہو گیا۔ عالمِ دیوانگی میں گھوڑے سے کود گیا۔ اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور تلوار لہراتا ہوا شیرِ خدا کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ تلوار نکال کر عالمِ غیض و غضب میں لہراتا رہا اور پھر دیوانہ وار شیر خدا پر حملہ کر دیا۔ دونوں تلواریں آپس میں ٹکرانے لگیں۔ دونوں لشکر دیکھ رہے تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے۔ جنگ کی تیزی کا یہ عالم تھا کہ گرد و غبار کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ دونوں لشکروں کو کچھ نظر نہیں آتا تھا' بس تلواروں کی جھنکار تھی یا نعرے تھے' ایک طرف اللہ وحدہٗ لاشریک کے نام کے اور دوسری طرف لات و عزیٰ کے۔

Marfat.com

پھر تلواروں کی جھنکار کی آواز بند ہو گئی۔ آہستہ آہستہ گرد و غبار کا بادل چھٹنے لگا۔ پھر نظر آنے لگا کہ اللہ کا شیر ابنِ عبدود کی چھاتی پر سوار ہے۔ ادھر میدان اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھا ادھر ذوالفقارِ حیدری نے ابنِ عبدود کا سر تن سے جدا کر دیا۔ اس موقع پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے چند فی البدیہ اشعار کہے۔ ان کا اردو ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

- ''عمرو بنِ عبدود نے اپنی حماقت کی وجہ سے پتھروں کی مدد کی اور میں نے عقل و ہوش سے کام لیتے ہوئے محمد ﷺ کے پروردگار کی مدد کی۔''
- ''میں وہاں سے اس حالت میں نکلا کہ اس کو نرم ریت کے ڈھیروں اور ٹیلوں میں درخت کے مُڈھ کی طرح مٹی میں لت پت چھوڑا۔''
- ''اے مشرکوں کے گروہو! تم ہرگز یہ نہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور اپنے نبی کو بے یار و مددگار چھوڑے گا۔''

صلح حدیبیہ

یکم ذی قعدہ 6 ہجری کو سرورِ کائنات ﷺ چودہ سو عشاق کا ایک قافلہ لے کر عمرہ کے لیے مکہ کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ مشرکین مرنے مارنے پر تلے ہوئے ہیں اور وہ کسی بھی طور پر مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیں گے۔ حضور ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر قیام فرمایا جو مکہ سے کم و بیش دس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ نامہ و پیام کا آغاز ہوا' آخر دونوں فریق ایک صلح نامہ پر متفق ہو گئے۔ صلح نامہ تحریر کرنے کا شرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نصیب ہوا۔ مشرکینِ مکہ کی طرف سے صلح نامہ تیار کرنے کے لیے جو وفد بھیجا گیا تھا' اس کا سربراہ سہیل بن عمرو تھا۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لکھا ''یہ صلح نامہ وہ ہے' جس پر محمد رسول اللہ ﷺ نے صلح کی ہے۔'' تو سہیل تڑپ اٹھا اور کہنے لگا کہ یہ سارا جھگڑا ہی اس بات کا ہے کہ ہم آپ کو اللہ کا رسول نہیں مانتے' اس لیے صلح نامہ پر رسول اللہ نہ لکھا جائے صرف ''محمد بن عبداللہ'' لکھا جائے۔ مسلمان بضد تھے کہ رسول اللہ ﷺ ضرور لکھا جائے گا۔ سہیل اڑ گیا کہ اگر ایسا ہوا تو معاہدہ ختم کر دیا جائے گا۔

Marfat.com

اللہ کے رسول ﷺ نے دونوں فریقوں کو چپ رہنے کا اشارہ فرمایا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کہا کہ رسول اللہ کے الفاظ قلم زن کر دو۔ یہ سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ پریشان ہو گئے۔ ان کا ضمیر پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ ان الفاظ پر سیاہی پھیرنا تو ایک طرح سے انکار کے مترادف ہو جائے گا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تڑپ اٹھے اور ایسا کرنے سے معذوری کا اظہار کر دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قلم اپنے ہاتھ میں لے کر ان الفاظ پر سیاہی پھیر دی۔

خیبر شکن

خیبر میں یہودیوں کے کئی قبیلے آباد تھے اور انہوں نے مضبوط قلعے تعمیر کر رکھے تھے۔ وہ مدینہ میں آباد یہودی قبائل کی حمایت میں مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتے تھے۔ بنو قریظہ کی شکست فاش کے بعد خیبر میں آباد یہودیوں کے سردار سلام بن مشکم نے فیصلہ کیا کہ تمام یہودی نوجوان پوری طرح مسلح ہو کر مدینہ پر حملہ کر دیں اگر ضرورت پڑی تو فکد اور وادی القریٰ میں آباد یہودی بھائیوں سے مدد طلب کر لیں گے۔ انہوں نے رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی سلول کے ساتھ مدینہ میں رابطہ قائم کیا۔ اس بدبخت نے یہودیوں کی حوصلہ افزائی کی۔ اللہ کے رسول ﷺ کو جب ان سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا علم ہوا تو محرم 7ھ میں حضور ﷺ اپنے جانثاروں کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ لشکرِ اسلام کی تعداد 1600 تھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ آشوبِ چشم کی تکلیف کی وجہ سے لشکرِ اسلام کے ساتھ روانہ نہ ہو سکے تھے۔ جب لشکر روانہ ہو گیا تو وہ پریشان ہو گئے' جب بے چینیاں حد سے بڑھ گئیں تو اسی حالت میں روانہ ہو گئے۔ حالت یہ تھی کہ آنکھوں پر پٹی بندھی تھی اور اونٹنی پر سوار اسے ہنکائے لیے جاتے تھے' یہاں تک کہ خیبر کے علاقہ میں لشکرِ اسلام کے قریب پہنچ کر اپنی اونٹنی کو جا بٹھایا۔

خیبر میں سب سے مضبوط قلعہ ناعم تھا۔ یہودیوں کا بہت بڑا شہسوار اور پہلوان مرحب اسی قلعہ میں مقیم تھا۔ اس کے بھائی بھی بڑے بہادر تھے اور اس کے ساتھ قلعہ میں قیام پذیر تھے۔ سیّد

Marfat.com

عالم ﷺ دردِ شقیقہ کی وجہ سے خود فوج کی کمان نہ کر سکے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنا پرچم عطا فرمایا اور قلعہ ناعم پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے شدید جنگ کی لیکن قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ دوسرے روز مسلمانوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں شدید جنگ کی لیکن قلعہ فتح نہ ہو سکا۔

سرورِ کائنات ﷺ کو صورتِ حالات سے آگاہ کیا گیا تو فرمایا:

''کل میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ یہ قلعہ فتح فرمادے گا۔ وہ شخص فرار نہیں ہوگا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والا ہوگا۔ وہ قوتِ بازو سے اس قلعہ پر قابض ہو جائے گا۔''

حبیبِ کبریا ﷺ کا یہ فرمان سن کر سب مجاہدین کے دلوں میں یہ خواہش موجزن ہوگئی کہ کاش یہ سعادت ان کو نصیب ہو جائے۔ رات امید و بیم میں بیت گئی۔ صبح ہوئی تو سب مجاہدین بے تابی سے اس خوش بخت کا چہرہ دیکھنے کا انتظار کرنے لگے۔ جمعہ کا روز تھا۔ حضور ﷺ نے نمازِ جمعہ ادا فرمائی اور جھنڈا منگوایا۔ پہلے کھڑے ہو کر لوگوں کو وعظ فرمایا اور جہاد میں ثابت قدم رہنے کی تلقین کی پھر پوچھا: ''علی (رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں؟''

عرض کی گئی: ''وہ بیمار ہیں، ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔''

فرمایا: ''ان کو میرے پاس لے آؤ۔''

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ گئے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر لے آئے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ''علی (رضی اللہ عنہ) تمہیں کیا تکلیف ہے؟''

عرض کیا: ''آقا! میری آنکھیں دکھتی ہیں اور مجھے کچھ نظر نہیں آتا۔''

حضور ﷺ نے فرمایا: ''میرے قریب آؤ۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب قریب ہوئے تو اللہ کے رسول ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعابِ دہن لگا دیا۔ چشم زدن میں آنکھیں بالکل صحت مند ہو گئیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کبھی دکھی ہی نہ ہوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں پرچم عطا فرمایا اور قلعہ ناعم پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب قلعہ ناعم کے سامنے جا کر جھنڈا گاڑا تو ایک یہودی نے

قلعہ کی دیوار سے جھانک کر آپ کو دیکھا اور پوچھا:

یہودی: ''آپ کون ہیں؟''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ: ''میں ابنِ ابی طالبؓ ہوں۔''

یہودی: (بلند آواز سے) ''اس خدا کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور تورات عطا فرمائی آپ یہودیوں پر غلبہ پالیں گے۔''

قلعہ سے سب سے پہلے مرحب کا بھائی حارث نکلا اور مسلمانوں کو مقابلہ کی دعوت دینے لگا۔ اس کے ساتھ چند یہودی بھی میدان میں نکلے لیکن حارث نے انہیں دور کھڑا رہنے کو کہا اور خود میدان میں کھڑا ڈینگیں مارتا رہا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خود اس کے مقابلہ میں نکلے اور اسے سنبھلنے کا موقعہ دیئے بغیر پلک جھپکنے میں قتل کر دیا۔ جو یہودی اس کے ساتھ آئے تھے' عالمِ مایوسی میں واپس لوٹ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک اور یہودی میدان میں نکلا۔ اس کا نام عامر تھا۔ وہ ایک طویل القامت شخص تھا۔ اس کے مقابلہ میں بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ خود ہی نکلے۔ مقابلہ شروع ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بڑی خوبی سے اپنا دفاع کر رہے تھے اور خود بھی حملے کر رہے تھے' لیکن اپنے قد وقامت کی وجہ سے اس کو کوئی گزند نہ پہنچ رہی تھی۔ آخر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کی پنڈلیوں پر ایک زبردست وار کیا' جس سے وہ گھٹنوں کے بل گر گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تلوار بجلی کی مانند کوندگئی اور کافر کا سرتن سے جدا ہوگیا۔ عامر کے بعد یاسر نکلا جو بڑا طاقتور اور بہادر یہودی تھا۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کے مقابلہ میں نکلنا چاہا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام نے ان کو اللہ کی قسم دے کر روک دیا اور خود یاسر کے مقابلہ میں نکلے اور اس کا کام تمام کر دیا۔

اپنے تین بہادر اور طاقتور ساتھیوں کو خاک وخون میں تڑپ تڑپ کر جان دیتے ہوئے دیکھ کر مرحب عالمِ غیض وغضب میں قلعہ سے برآمد ہوا۔ وہ تلوار لہراتا، رجز پڑھتا بڑھتا چلا آیا اور میدان میں آکر کہنے لگا۔

''خیبر کے در ودیوار جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں۔ ہتھیاروں سے مسلح ہوں۔ بہادر

Marfat.com

ہوں اور تجربہ کار ہوں۔ جب شیر مجھ پر حملہ کرتے ہیں تو میں جوش سے بھڑک اٹھتا ہوں۔''

اس کے مقابلہ پر عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ نکلے۔ دونوں ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے لگے۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی اپنی تلوار ان کے گھٹنے پر لگی اور وہ گر پڑے اور شہید ہو گئے۔ مرحب پھر شیر کی طرح دھاڑنے لگا۔ اب اس کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ شیرِ خدا نکلے وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے:

''میں وہ ہوں جس کا نام اس کی ماں نے حیدر رکھا ہے۔ جنگل کے شیروں کی طرح میں بڑا خوفناک ہوں۔ میں ان کو ایک صاع کے بدلے بہت بڑے پیالے سے ناپ کر دوں گا۔''

مرحب نے جھپٹ کر آپ رضی اللہ عنہ پر وار کیا لیکن آپ نے اس کا وار خالی دے کر اپنی شمشیرِ آبدار ذوالفقار کا ایسا زوردار وار اس نابکار کے سر پر کیا' جس نے فولادی خود کو کاٹ کر سر کو دو ٹکڑے کر دیا۔ پھر دوسرا وار کر کے سر تن سے جدا کر دیا۔ مسلمانوں نے قلعہ پر یلغار کر دی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قلعہ کا دروازہ اکھاڑ پھینکا اور قلعہ فتح ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس قلعہ پر قبضہ کرنے کے لئے اہلِ اسلام کو یہود کی زبردست مزاحمت کا مقابلہ کرنا پڑا اور کئی روز تک زوردار جنگ ہوئی۔ قلعہ ناعم کی فتح نے خیبر کی فتح کا دروازہ کھول دیا' کیونکہ یہی سب سے مضبوط قلعہ تھا۔

فضیلتِ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بزبانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں ''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام بنایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔'' (متفق علیہ)

Marfat.com

❁ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں ”میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض مغازی (ایک جگہ کا نام) میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنا کر چھوڑ دیا' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑ دیا ہے؟ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون علیہ السلام تھے' البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور غزوۂ خیبر کے دن میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا کہ کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ سو ہم سب اس سعادت کے حصول کے انتظار میں تھے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی کو میرے پاس لاؤ' حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لایا گیا' اس وقت وہ آشوبِ چشم میں مبتلا تھے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا مبارک لعابِ دہن ڈالا اور انہیں جھنڈا عطا کیا' اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر خیبر فتح کر دیا اور جب یہ آیت نازل ہوئی: ”آپ فرما دیں کہ آ جاؤ ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو بلا لیتے ہیں۔“ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی' حضرت فاطمہ' حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور کہا: اے اللہ! یہ میرے اہلِ بیت ہیں۔“ (امام مسلم۔ترمذی)

❁ حضرت عبداللہ بن عمرو بن ہند فرماتے ہیں ”حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی چیز مانگتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے عطا فرماتے اور اگر خاموش رہتا تو بھی پہلے مجھے ہی دیتے۔“ (ترمذی۔نسائی)

❁ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ”حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ طائف کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے سرگوشی کی' لوگ کہنے لگے آج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا زاد بھائی کے ساتھ کافی دیر تک سرگوشی کی سو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود ان سے سرگوشی کی ہے۔“ (امام ترمذی۔ابن ابی عاصم)

❁ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ”حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؓ! میرے

اور تمہارے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ حالتِ جنابت میں اس مسجد میں رہے۔ امام علی بن منذر کہتے ہیں کہ میں نے ضرار بن صرد سے اس کا معنی پوچھا تو انہوں نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے علیؓ! میرے اور تمہارے علاوہ حالتِ جنابت میں کوئی اس مسجد کو بطور راستہ استعمال نہیں کرسکتا۔'' (ترمذی۔ بزاز۔ ابویعلی)

❁ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ پر رحم فرمائے انہوں نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی اور مجھے دار الہجرہ (مدینہ منورہ) لے کر آئے اور بلالؓ کو بھی انہوں نے اپنے مال سے آزاد کرایا۔ اللہ تعالیٰ عمرؓ پر رحم فرمائے یہ ہمیشہ حق بات کرتے ہیں اگرچہ وہ کڑوی ہو اور حق گوئی نے ان کا یہ حال کر دیا ہے کہ ان کا کوئی دوست نہیں۔ اللہ تعالیٰ عثمانؓ پر رحم فرمائے ان سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ علیؓ پر رحم فرمائے اے اللہ یہ جہاں کہیں بھی ہو حق اس کے ساتھ رہے۔'' (ترمذی۔ حاکم۔ طبرانی)

❁ حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں ''حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ مجھ سے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور میری طرف سے میرے اور علی رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی دوسرا ادا (ذمہ داری) نہیں کرسکتا۔'' (ترمذی۔ ابن ماجہ۔ احمد)

❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''جب حضور نبی اکرم ﷺ نے انصار و مہاجرین کے درمیان اخوت قائم کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے صحابہ کرام میں بھائی چارہ قائم فرمایا لیکن مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔'' (ترمذی۔ حاکم)

❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''ایک مرتبہ حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک پرندے کا گوشت تھا' آپ ﷺ نے دعا کی: یا اللہ! اپنی مخلوق میں سے محبوب ترین شخص میرے پاس بھیج تاکہ وہ میرے ساتھ اس پرندے کا گوشت کھائے۔ چنانچہ حضرت علی تشریف لے آئے اور آپ ﷺ کے ساتھ وہ گوشت تناول کیا۔'' (ترمذی۔ طبرانی)

Marfat.com

❁ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں اور مردوں میں سے سب سے زیادہ محبوب حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔'' (ترمذی۔حاکم)

❁ حضرت جمیع بن عمیر تیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''میں اپنی خالہ کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا پھر میں نے ان سے پوچھا: لوگوں میں کون حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھا؟ انہوں نے فرمایا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا' پھر عرض کیا گیا اور مردوں میں سے کون سب سے زیادہ محبوب تھا؟ فرمایا: ان کے خاوند (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) اگرچہ جہاں تک میں جانتی ہوں وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والے اور قیام فرمانے والے تھے۔'' (ترمذی۔حاکم)

❁ ام المومنین حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں ''اس ذات کی قسم جس کا میں حلف اٹھاتی ہوں! حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عہد کے اعتبار سے سب سے زیادہ قریب تھے۔ وہ بیان فرماتی ہیں کہ ہم نے ایک روز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عیادت کی' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا علیؓ آ گیا ہے؟۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کئی مرتبہ فرمایا آپ بیان فرماتی ہیں کہ میرا خیال ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی ضروری کام سے بھیجا تھا۔ اس کے بعد جب حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو میں نے سمجھا انہیں شاید حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کوئی کام ہوگا سو ہم باہر آ گئے اور دروازے کے قریب بیٹھ گئے اور میں ان سب سے زیادہ دروازے کے قریب تھی پس حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھک گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی کرنے لگے پھر اسی دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما گئے پس حضرت علی رضی اللہ عنہ سب لوگوں سے زیادہ عہد کے اعتبار سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب تھے۔'' (احمد۔حاکم)

❁ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اپنے والد (حضرت زید رضی اللہ عنہ) سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت جعفرؓ' حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم ایک دن اکٹھے ہوئے تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تم سب سے زیادہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تم

Marfat.com

سب سے زیادہ حضور نبی اکرم ﷺ کو محبوب ہوں اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تم سب سے زیادہ حضور نبی اکرم ﷺ کو پیارا ہوں پھر انہوں نے کہا: چلو حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں چلتے ہیں اور آپ ﷺ سے پوچھتے ہیں کہ آپ ﷺ کو سب سے زیادہ پیارا کون ہے؟ اسامہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ پس وہ تینوں حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اجازت طلب کرنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا: دیکھو یہ کون ہیں؟ میں نے عرض کیا: جعفرؓ، علیؓ اور زیدؓ بن حارثہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں اجازت دو پھر وہ داخل ہوئے اور کہنے لگے: یارسول اللہ! آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: فاطمہ، انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم نے مردوں کے بارے میں عرض کیا ہے تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے جعفرؓ! تمہاری خلقت میری خلقت سے مشابہ ہے اور میرے خُلق تمہارے خُلق سے مشابہ ہیں اور تو مجھ سے اور میرے شجرۂ نسب سے ہے، اے علیؓ! تو میرا داماد اور میرے دو بیٹوں کا باپ ہے اور میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے ہے اور اے زیدؓ! تو میرا غلام اور مجھ سے اور میری طرف سے ہے اور تمام قوم سے تو مجھے زیادہ پسندیدہ ہے۔'' (امام احمد۔امام حاکم)

❁ حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے کسی کو سورہ توبہ دے کر بھیجا پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کے پیچھے بھیجا پس انہوں نے وہ سورت اس سے لے لی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس سورت کو سوائے اس آدمی کے، جو مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں کوئی اور نہیں لے جاسکتا۔'' (امام احمد)

❁ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں ''لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی شکایت کی۔ تو حضور نبی اکرم ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ پس میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اے لوگو! علی کی شکایت نہ کرو، اللہ کی قسم! وہ ذاتِ حق تعالیٰ میں یا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں بہت سخت ہے۔'' (امام احمد۔امام حاکم)

Marfat.com

❁ ام المومنین حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے "بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ناراضگی کے عالم میں ہوتے تو ہم میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کسی کو کلام کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔" (طبرانی۔حاکم)

❁ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک جگہ بھیجا' جب وہ واپس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اللہ تعالیٰ' اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جبرائیل تم سے راضی ہیں۔" (امام طبرانی)

❁ حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں "حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے دونوں قدم اس وقت تک اگلے جہاں میں نہیں پڑتے جب تک کہ اس سے چار چیزوں کے بارے سوال نہ کرلیا جائے' اس کے جسم کے بارے میں کہ اس نے اسے کس طرح کے اعمال میں بوسیدہ کیا؟ اور اس کی عمر کے بارے میں کہ کس حال میں اسے ختم کیا؟ اور اس کے مال کے بارے میں کہ اس نے یہ کہاں سے کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا؟ اور میرے اہلِ بیت کی محبت کے بارے میں؟ عرض کیا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کی محبت کی کیا علامت ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دستِ اقدس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شانے پر مارا۔" (امام طبرانی)

❁ حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ' سلمہ بن کہیل سے روایت فرماتے ہیں "میں نے ابوطفیل سے سنا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں مولیٰ ہوں' اُس کا علی مولیٰ ہے۔" (امام ترمذی)

❁ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ایک طویل روایت میں بیان فرماتے ہیں کہ "حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور میرے بعد وہ ہر مسلمان کا ولی ہے۔" (امام ترمذی۔احمد)

❁ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تین خصلتیں ایسی بیان فرمائی ہیں کہ اگر میں اُن میں سے ایک کا بھی حامل ہوتا وہ مجھے سُرخ اُونٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا: علی (کرم اللہ وجہہ) میرے لیے

Marfat.com

اسی طرح ہے جیسے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے' مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں اور فرمایا: میں آج اس شخص کو جھنڈا عطا کروں گا' جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور پھر میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے بھی سنا جس کا میں مولیٰ ہوں اُس کا علی مولیٰ ہے۔'' (نسائی)

❁ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس کا میں ولی ہوں اُس کا علی ولی ہے اور میں نے آپ ﷺ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ فرماتے ہوئے سنا: تم میرے لیے اسی طرح ہو جیسے ہارون علیہ السلام' موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے' مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میں نے آپ ﷺ کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا: میں آج اس شخص کو جھنڈا عطا کروں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے۔'' (ابن ماجہ۔ نسائی)

❁ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں ''ہم نے حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حج ادا کیا' آپ ﷺ نے راستے میں ایک جگہ قیام فرمایا اور نماز باجماعت کا حکم دیا' اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: کیا میں مومنوں کی جانوں سے قریب تر نہیں ہوں؟ لوگوں نے جواب دیا: کیوں نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں ہر مومن کی جان سے قریب تر نہیں ہوں؟ لوگوں نے جواب دیا: کیوں نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: پس یہ (علی) ہر اس شخص کا ولی ہے جس کا میں مولیٰ ہوں۔ اے اللہ! جو اسے ولی رکھے اسے تو بھی ولی رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے اُس سے تو بھی عداوت رکھ۔'' (ابن ماجہ)

❁ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن کے غزوہ میں شرکت کی جس میں مجھے ان سے کچھ شکایت ہوئی۔ جب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں واپس آیا تو میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے ان کی شان میں تنقیص کی۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے بریدہ! کیا میں مومنین کی جانوں سے قریب تر نہیں ہوں؟'' تو میں نے عرض کیا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: جس کا میں مولیٰ ہوں اُس کا علی مولیٰ ہے۔'' (امام احمد۔ نسائی۔ حاکم اور ابن ابی شیبہ)

Marfat.com

حضرت میمون ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں "میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک وادی...... جسے وادیٔ خم کہا جاتا ہے...... میں اُترے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کا حکم دیا اور سخت گرمی میں جماعت کروائی۔ پھر ہمیں خطبہ فرمایا اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سورج کی گرمی سے بچانے کے لیے درخت پر کپڑا لٹکا کر سایہ کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم نہیں جانتے یا گواہی نہیں دیتے کہ میں ہر مومن کی جان سے قریب تر ہوں؟" لوگوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس جس کا میں مولیٰ ہوں اُس کا علی مولیٰ ہے، اے اللہ! تو اُس سے عداوت رکھ جو اِس سے (یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ) عداوت رکھے اور اُسے دوست رکھ جو اِسے دوست رکھے۔" (امام احمد۔ بیہقی۔ طبرانی)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے "حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم کے دن فرمایا: جس کا میں مولیٰ ہوں اُس کا علی مولیٰ ہے۔" (امام احمد۔ طبرانی)

ابو اسحاق فرماتے ہیں "میں نے حضرت سعید بن وہب رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے قسم لی جس پر پانچ (۵) یا چھ (۶) صحابہ نے کھڑے ہو کر گواہی دی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: جس کا میں مولیٰ ہوں اُس کا علی مولیٰ ہے۔" (احمد، نسائی)

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث میں روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا کے بیٹوں سے فرمایا: تم میں سے کون دنیا و آخرت میں میرے ساتھ دوستی کرے گا؟ راوی بیان فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، سب نے انکار کر دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دنیا و آخرت میں دوستی کروں گا، اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؓ تو دنیا و آخرت میں میرا دوست ہے۔ راوی بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آگے ان میں سے ایک اور آدمی کی طرف بڑھے اور فرمایا: تم میں سے دنیا و آخرت میں میرے ساتھ کون دوستی کرے گا؟ تو اس نے بھی انکار کر دیا۔ راوی بیان فرماتے ہیں کہ اس پر پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض

Marfat.com

کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کے ساتھ دنیا اور آخرت میں دوستی کروں گا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے علیؓ! تو دنیا و آخرت میں میرا دوست ہے۔'' (امام احمد۔ ابنِ ابی عاصم۔ حاکم)

❁ حضرت عمرو ذی مر اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں ''حضور نبی اکرم ﷺ نے غدیر خم کے مقام پر خطاب کیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس کا میں مولیٰ ہوں اُس کا علیؓ مولیٰ ہے' اے اللہ! جو اسے دوست رکھے تو اُسے دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو اُس سے عداوت رکھ اور جو اس کی نصرت کرے اُس کی تو نصرت فرما اور جو اس کی اعانت کرے تو اُس کی اعانت فرما۔'' (امام طبرانی)

❁ حضرت ابنِ بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے ایک طویل روایت میں بیان فرماتے ہیں ''حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا ہوگا جو علی کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ جو علی کی گستاخی کرتا ہے وہ میری گستاخی کرتا ہے اور جو علیؓ سے جدا ہوا وہ مجھ سے جدا ہو گیا۔ بیشک علیؓ مجھ سے اور میں علیؓ سے ہوں' اُس کی تخلیق میری مٹی سے ہوئی ہے اور میری تخلیق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مٹی سے کی گئی اور میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہوں۔ ہم میں سے بعض بعض کی اولاد ہیں' اللہ تعالیٰ یہ ساری باتیں سننے اور جاننے والا ہے۔...... وہ میرے بعد تم سب کا ولی ہے۔ (بریدہ بیان فرماتے ہیں) میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کچھ وقت عنایت فرمائیں اور اپنا ہاتھ بڑھائیں' میں تجدیدِ اسلام کی بیعت کرنا چاہتا ہوں اور میں آپ ﷺ سے جدا نہ ہوا جب تک میں نے تجدید بیعت نہ کر لی۔'' (امام طبرانی)

❁ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو مجھ پر ایمان لایا اور میری تصدیق کی اُسے میں ولایتِ علیؓ کی وصیت کرتا ہوں' جس نے اُسے ولی جانا اُس نے مجھے ولی جانا اور جس نے مجھے ولی جانا اُس نے اللہ تعالیٰ کو ولی جانا اور جس نے علیؓ سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اُس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی اور جس نے علیؓ سے بغض رکھا اُس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اُس نے اللہ

Marfat.com

تعالیٰ سے بغض رکھا۔'' (دیلمی۔متقی ہندی، ابن عساکر)

حضرت عبداللہ جدلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے فرمایا: کیا تم لوگوں میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دی جاتی ہے؟ میں نے کہا: اللہ کی پناہ' یا میں نے کہا: اللہ کی ذات پاک ہے یا اسی طرح کا کوئی اور کلمہ کہا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو علی کو گالی دیتا ہے وہ مجھے گالی دیتا ہے۔'' (امام نسائی۔احمد۔حاکم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت میں بیان فرماتے ہیں ''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی) طرف دیکھ کر فرمایا: اے علیؓ! تو دنیا میں بھی سردار ہے اور آخرت میں بھی سردار ہے۔ تیرا محبوب میرا محبوب ہے اور میرا محبوب اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے اور تیرا دشمن میرا دشمن ہے اور میرا دشمن اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے اور اس کے لیے بربادی ہے' جو میرے بعد تمہارے ساتھ بغض رکھے۔ (حاکم)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں ''میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے فرماتے ہوئے سنا۔ مبارک باد ہو اسے جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور تیری تصدیق کرتا ہے اور ہلاکت ہو اس کے لیے جو تجھ سے بغض رکھتا ہے اور تجھے جھٹلاتا ہے۔'' (حاکم، ابویعلی، طبرانی)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تجھ سے محبت کرنے والا مجھ سے محبت کرنے والا ہے اور تجھ سے بغض رکھنے والا مجھ سے بغض رکھنے والا ہے۔'' (امام طبرانی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سوا مسجد میں کھلنے والے تمام دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔'' (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں ''ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں کہا کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے افضل ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق

Marfat.com

رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین فضیلتیں عطا کی گئیں ہیں۔ان میں سے اگر ایک بھی مجھے مل جائے تو یہ مجھے سرخ قیمتی اونٹوں کے ملنے سے زیادہ محبوب ہے۔کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نکاح اپنی صاحبزادی سے کیا جس سے ان کی اولاد ہوئی اور دوسری یہ کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی کی طرف کھلنے والے تمام دروازے بند کروادیئے مگر ان کا دروازہ مسجد میں رہا اور تیسری یہ کہ انہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن جھنڈا عطا فرمایا۔'' (امام احمد)

❁ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس سردارِ عرب کو بلاؤ۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! کیا آپ عرب کے سردار نہیں؟ فرمایا: میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور علی (رضی اللہ عنہ) عرب کے سردار ہیں۔'' (امام حاکم۔ابونعیم)

❁ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں ''میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: علیؓ اور قرآن کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔یہ دونوں کبھی بھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ کوثر پر آئیں گے۔'' (حاکم۔طبرانی)

❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ''میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: لوگ جدا جدا نسب سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ میں اور علی ایک ہی نسب سے ہیں۔'' (امام طبرانی)

❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سبقت لے جانے والے تین ہیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سبقت لے جانے والے حضرت یوشع بن نون ہیں' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سبقت لے جانے والے صاحبِ یاسین ہیں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سبقت لے جانے والے علی بن ابی طالبؓ ہیں۔'' (امام طبرانی)

❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں ''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: یہ علی بن ابی طالبؓ ہے اس کا گوشت میرا گوشت ہے اور اس کا خون میرا خون ہے اور یہ میرے لیے ایسے ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے حضرت ہارون

Marfat.com

علیہ السلام، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔'' (امام طبرانی)

❁ حضرت عبداللہ بن حکیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے شب معراج وحی کے ذریعے مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تین صفات کی خبر دی یہ کہ وہ تمام مومنین کے سردار ہیں، متقین کے امام ہیں اور نورانی چہرے والوں (اہلِ فقر) کے قائد ہیں۔'' (امام طبرانی)

❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں یہ آیت: ''بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے تو رحمٰن ان کے لیے دلوں میں محبت پیدا فرما دے گا۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں اتری ہے اور فرمایا: اس سے مراد مومنین کے دلوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت ہے۔'' (امام طبرانی)

❁ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں ''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی سے کر دوں۔'' (امام طبرانی)

❁ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں ''غزوہ خیبر کے روز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قلعہ خیبر کا دروازہ اٹھا لیا یہاں تک کہ مسلمان قلعہ پر چڑھ گئے اور اسے فتح کر لیا اور یہ تجربہ شدہ بات ہے کہ اس دروازے کو چالیس آدمی مل کر اُٹھاتے تھے۔'' (امام ابن ابی شیبہ)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال

صحابہ کرام اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں سرشار تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے سانحہ سے وہ رنج و الم کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامنِ شفقت میں پرورش پائی تھی، وہ چچازاد بھائی بھی تھے اور داماد بھی۔ ان کا صدمہ بہت دل گداز تھا۔

قریب ترین عزیز ہونے کے ناطے آپ رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز نصیب ہوا کہ آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دینے والے تین آدمیوں میں سے ایک تھے۔ ان کے ساتھ فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ غسل بھی دے رہے تھے اور ساتھ یہ بھی کہتے

تھے: ''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ زندگی میں بھی طیب و پاکیزہ تھے اور وصال کے بعد بھی طیب و پاکیزہ ہیں۔''

خلافتِ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ

یہ حقیقت بالکل عیاں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور بلا جبر و اکراہ کی۔ حق کے معاملہ میں خوف یا مصلحت بنی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کا شیوہ نہیں ہوسکتا۔ علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے:۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ شیرِ خدا نے کب بیعت کی؟

اس سوال کے جواب کے لیے علامہ طبری کا قول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال پُر ملال کے چالیس روز بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بیعت کی۔

علامہ ابنِ خلدون (تاریخ ابنِ خلدون حصہ اوّل) رقمطراز ہیں:۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ اتفاق سے اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ میں آپ سے کچھ گفتگو کرنے آیا ہوں اور تخلیہ چاہتا ہوں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہٹا دیا۔ تب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ''آپ نے سقیفہ میں میری عدم موجودگی میں بیعت کیوں لی؟ آپ نے مجھ سے مشورہ تک نہ لیا۔ آپ مجھ کو بلوا لیتے۔'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''میں سقیفہ میں بیعت لینے نہیں گیا تھا بلکہ مہاجرین و انصار کا جھگڑا دور کرنے گیا تھا۔ انصار کہتے تھے کہ ہم میں سے امیر ہو اور مہاجرین کہتے تھے کہ ہم میں سے ہو۔ دونوں اس بات پر لڑنے کے لیے تیار ہو رہے تھے۔ میں نے خود اپنی بیعت کی درخواست نہیں کی، بلکہ حاضرین نے بالاتفاق خود میرے ہاتھ پر بیعت کی۔ باقی رہا یہ امر کہ میں نے تم کو بلوایا نہیں

Marfat.com

اور میں نے مشورہ نہیں لیا اس کا انصاف تم خود کر سکتے ہو کہ تم تجہیز و تکفین میں مصروف تھے تو میں تم کو کیسے محض اس کام کے لیے وہاں سے بلواتا اور اس سلسلہ میں مشورہ کرتا۔ اگر میں ان لوگوں کے کہنے سے بیعت نہ لیتا تو بہت جلد اتنا فتنہ وفساد برپا ہو جاتا کہ جس کو ختم کرنا امکان سے باہر ہو جاتا۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ یہ بیان سن کر کچھ دیر سوچتے رہے۔ اس کے بعد ہاتھ بڑھا کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

علامہ ابنِ خلدون کے اس بیان میں یہ صراحت موجود نہیں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ ملاقات کب کی۔ البتہ اس سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وضاحت سے یک گونہ اطمینان حاصل ہو گیا اور انہوں نے برضا و رغبت بیعت کر لی۔

سید امیر علی جو مشہور قانون دان اور جج تھے اور ان کا تعلق شیعہ فرقہ سے تھا اپنی مشہور انگریزی کتاب ''سپرٹ آف اسلام'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''دین سے حقیقی وابستگی' اولوالعزمی اور اپنے آقا کے اطاعت شعاروں کو انتشار سے بچانے کے لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فوراً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو تین بار نظر انداز کیا گیا لیکن آپ نے ہر بار رائے دہندگان کے فیصلہ کو بطیّب خاطر قبول فرمایا۔ خود کو امیدوار کے طور پر کبھی پیش نہ کیا...... آپ نے پہلے دونوں خلفاء کی ہر طرح معاونت کی اور مفید مشورے دیئے۔ خلفاء نے بھی انہیں عزت وتوقیر کی نگاہ سے دیکھا اور ان کی طرف سے کی گئی احادیث نبوی کی وضاحتوں کو قبول کیا۔''

سید امیر علی کے اس اقتباس سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بلا تاخیر بیعت کر لی تھی اور شیخین کو بھرپور مشورے دیتے رہے اور تعاون جاری رکھا۔

اس سلسلہ میں حضرت ابوسعید خدری کی ایک حدیث بھی مطالعہ کے قابل ہے۔ امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

''حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ حاضرین میں اکابرین قوم کا جائزہ لیا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نظر نہ آئے انہیں بلانے کے لیے ایک آدمی بھیجا جب وہ آئے تو فرمایا:

''اے اللہ کے رسول کے پھوپھی کے فرزند! اور

اے اللہ کے رسول کے حواری!

کیا تم مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا چاہتے ہو؟''

آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''اے خلیفہ رسول اللہ! ناراض نہ ہوں۔'' یہ کہہ کر اٹھے اور بیعت کر لی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے حاضرین پر دوبارہ نظر ڈالی تو سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نظر نہ آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بلانے کے لیے آدمی بھیجا۔ آپ فوراً تشریف لائے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے اللہ کے رسول کے چچا کے فرزند! اور

اے اللہ کے رسول کے پیارے داماد!

کیا آپ مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا چاہتے ہیں؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے اللہ کے رسول کے خلیفہ! اس تاخیر پر ناراض نہ ہوں۔'' یہ کہہ کر اٹھے اور بیعت کر لی۔

علامہ ابنِ کثیر نے کئی روایات بیان کی ہیں، جن سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت اور تعاون کی سند حاصل ہوتی ہے۔ لیکن طوالت کے ڈر سے ان سب کا احاطہ کرنے سے معذور ہوں، فرماتے ہیں:۔

یہ سچ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ لمحہ بھر کو بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے الگ نہ ہوئے۔ آپ کے اقتداء میں نمازیں ادا کیں اور مرتدین کے خلاف جہاد کے لیے تلوار لہراتے ہوئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ذی القصہ تک گئے۔''

Marfat.com

حبیب ابنِ ثابت سے مروی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے گھر میں قیام فرما تھے۔ ایک آدمی نے ان کو بتایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیعت کے لیے مسجد میں تشریف رکھتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک لمبی قمیض پہنے ہوئے تھے۔ اسی طرح اٹھ کھڑے ہوئے تاکہ بیعت میں دیر نہ ہوجائے۔ آکر بیعت کرلی اور گھر سے کپڑے منگوا کر وہاں پہنے اور پھر وہیں تشریف فرما ہوگئے۔ (تاریخ الامم والملوک جلد 3)

سیّدنا علی ابنِ ابی طالبؓ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں:

- مشیرِ سلطنت کے منصبِ جلیلہ پر فائز رہے کوئی اہم کام ان کے مشورہ کے بغیر انجام نہ پاتا تھا۔
- دورِ خلافتِ صدیق اکبرؓ میں ان کے اقتداء میں نمازیں ادا فرماتے رہے۔
- ان کی طرف سے مقررہ وظیفہ وصول کرتے رہے۔
- کتابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔
- سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خیرخواہی کا دم بھرتے رہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی ایام میں جب شدید مشکلات نے مملکت اسلامیہ کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا اور خاص طور پر ارتداد کی وبا اس تیزی سے پھیلی تھی کہ خلیفہ رسول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی پیرانہ سالی کی پرواہ کیے بغیر تلوار سونت کر مرتدین کا مقابلہ کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پیچھے بھاگے جاتے تھے' ذی القصہ کے قریب جاکر ان کی سواری کی لگام پکڑ لی اور کہنے لگے:

''اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں جارہے ہیں؟ میں آپ سے وہی کہتا ہوں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احد میں کہا تھا۔ اللہ کے لیے اپنی تلوار کو نیام میں کرلیں۔ آپ بذاتِ خود لڑنے نہ جائیں مبادا کسی مصیبت میں مبتلا ہوجائیں اور اگر ایسا ہوا تو نظام باقی نہ رہے گا۔'' (تاریخ ابن خلدون حصہ اوّل)

حضرت سید بن صفوان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ انتقال کر گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ شیرِ خدا کو خبر ملی تو رنج والم نے بے تاب کردیا۔ دیکھا تو ہر آنکھ اشک بار تھی

Marfat.com

ہر قلب مضطرب تھا۔ مدینہ کی فضا نالہ و فغاں سے لرز اٹھی تھی۔ ہمت و بہادری کے کوہِ گراں شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنسو بہاتے تیز تیز قدم اٹھاتے اس مکان کے دروازہ پر جا کر کھڑے ہوئے جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جسد پاک رکھا تھا اور ان الفاظ میں خراجِ عقیدت و محبت پیش کیا:

''اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے' آپؓ ساری قوم سے پہلے ایمان لے آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا ایمان سراپا خلوص تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ یقین میں سب سے زیادہ تھے۔ غنا میں آپ رضی اللہ عنہ کا کوئی ثانی نہ تھا اور اسلام کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ تیز تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت میں آپؓ سب سے زیادہ تیز تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں آپ از حد محتاط تھے۔ حضور کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہ بہت امین تھے۔ صحبت اور سنگت کے لحاظ سے آپ رضی اللہ عنہ سب سے بہترین تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے مناقب سب سے بڑے تھے۔ نیکیوں میں آپ رضی اللہ عنہ سب پر سبقت لے جانے والے تھے آپ رضی اللہ عنہ کا درجہ سب سے بلند تھا اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آپ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ قریب تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ بارگاہ رسالت میں آپ رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت بڑی عظیم تھی' حضور کی نگاہوں میں آپ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ قابلِ اعتماد تھے۔

پس اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام کی طرف سے، اس کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے' تمام فرزندانِ اسلام کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

آپ نے اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس وقت تصدیق کی جب لوگوں نے جھٹلایا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا نام ''صدیق'' رکھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خطبہ گویا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے جس میں انہوں نے اپنے دلی جذبات کا اظہار فرمایا ہے۔ خوفِ طوالت سے اسے مختصر کر دیا گیا ہے۔

Marfat.com

خلافتِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ

منصبِ خلافت کے حصول سے قبل عہدِ فاروقی اور عہدِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی عمر فاروق رضی اللہ عنہ دل کی گہرائیوں سے حضرت علیؓ شیرِ خدا کو چاہتے تھے اور ان کی قدر و منزلت کو پہچانتے تھے۔ اس بیان کی صداقت کے ثبوت کے لیے متعدد شواہد پیش کیے جاسکتے ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خاتونِ جنت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے حد لاڈلی بیٹی تھیں۔ روساء قریش میں سے اکثر ان کے ساتھ نکاح کے متمنی تھے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو مثبت جواب سے نہ نوازا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ شیرِ خدا کی دلی آرزو تھی کہ یہ اعزاز ان کو نصیب ہو لیکن اپنی مفلوک الحالی کے خوف سے حرفِ مدعا زبان پر نہ لاتے تھے۔ شیخین حضرات ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ نے اس امر کو محسوس کیا اور حضرت علیؓ شیرِ خدا کی حوصلہ افزائی کی اور ان کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ جب حضور رسالت ماب نے اس رشتہ کو منظور فرمالیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ جوشِ مسرت سے سرشار شیخین رضی اللہ عنہم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے بھی بے حد اظہارِ مسرت کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ذریعے مالی معاونت کا راستہ بھی ہموار کر دیا۔ (کشف الغمہ جلد اوّل)

غزوۂ خندق کے دوران جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شیرِ خدا نے عرب کے بہت بڑے جنگ جو اور شہسوار عمرو ابنِ عبدود کا سر قلم کر کے اپنے آقا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں لا ڈالا تو صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ عنہ مسرت سے سرشار ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور علی رضی اللہ عنہ شیرِ خدا کا سر چوم لیا۔ اس طرح کا والہانہ اظہارِ محبت و مسرت ہمیشہ اعزہ کے لیے ہوتا ہے۔ (کشف الغمہ جلد اوّل)

سیدنا صدیق اکبر خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب دارالفناہ سے دارالبقا کی طرف رختِ سفر تیار کیا تو خلافت کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نامزد کر دیا اور اہلِ اسلام نے ان کی بیعت کر لی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ شیرِ خدا نے بھی بیعت کر لی۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلسِ شوریٰ کے رکن

Marfat.com

تھے۔ کوئی بھی سیاسی فقہی یا عسکری پیچیدہ مسئلہ ان کی رائے کے بغیر حل نہ کیا جاتا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اکثر ان کی رائے کو دوسروں کی رائے پر ترجیح دیا کرتے تھے۔

❁ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عوام الناس کو قانونی مشورے مفت فراہم کرنے کے لیے ایک محکمہ قائم کیا تھا جس کا نام محکمہ افتاء تھا۔ اس محکمہ کے ساتھ جلیل القدر قانون دان صحابہ رضی اللہ عنہم کو منسلک کیا گیا تھا جو بلا معاوضہ یا فیس سے قانونی مشورے دیا کرتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس کے رکن تھے۔ حدودِ سلطنتِ اسلامیہ میں ان کے علاوہ کسی کو فتویٰ جاری کرنے کا اختیار نہ تھا۔

❁ ''نہاوند'' کے معرکہ کے دوران، جس میں ایرانی لاکھوں کی تعداد میں لشکرِ جرار لے کر مسلمانوں کے ساتھ جنگ کے لیے نکلے تھے اور ان کا مشہور سپہ سالار فیروزان جو تجربہ کار اور گرگ باراں دیدہ تھا خم ٹھونک کر سامنے آ گیا تو مقابلہ کے لیے امیر المومنین حضرت ابنِ خطاب رضی اللہ عنہ نے خود نکلنا چاہا اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس فیصلہ کی تصدیق کی لیکن جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے رائے لی گئی تو انہوں نے فرمایا:

''اسلام کی فتح و شکست کا دارومدار کثرت و قلت پر نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے جس کو اس نے غالب کر دیا' یہ اللہ تعالیٰ کا لشکر ہے جس کو اس نے تیار کیا ہے اور اس کی امداد فرمائی ہے' اسی وجہ سے وہ کامیابی و ترقی کی اس منزل تک پہنچا ہے اور ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا اور اپنے لشکر کی نصرت فرمائے گا...... اہلِ عرب اگرچہ آج بلحاظِ تعداد تھوڑے ہیں' لیکن وہ اسلام کی برکت سے بہت زیادہ ہیں اور اپنے اتفاق و اتحاد کے باعث طاقت ور اور غالب ہیں۔ (اے امیر المومنین) آپ قلب بن جائیے اور عربی لشکر کی چکی کو چلائیے۔ یہیں سے کفار کو جنگ کی آگ میں جھونکتے جائیں......'' (تاریخ الخلفاء جلد 2 تہران)

❁ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب بیت المال سے وظائف جاری کیے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقام کا خیال رکھا۔ پہلا طبقہ جس کے لیے سب سے زیادہ وظیفہ (5000 درہم سالانہ) مقرر کیا اس میں

Marfat.com

سیدنا علی ابنِ ابی طالبؓ کا نام نامی اسمِ گرامی شامل تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ دورانِ خلافتِ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ وظیفہ وصول کرتے رہے۔ اس سے دو باتیں کھل کر سامنے آتی ہیں' اوّل یہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلافتِ فاروق رضی اللہ عنہ کو جائز سمجھتے تھے دوم یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں شیرِ خدا کی بے پایاں قدر و منزلت تھی۔

❁ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ شیرِ خدا سے ان کی صاحبزادی امِ کلثوم کا رشتہ طلب کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قبول فرمایا اور ماہ ذیقعدہ 17ھ میں نکاح کر دیا۔ تمام معتمد اور معتبر مورخین نے اپنی اپنی کتابوں میں تصریح کے ساتھ اس کا تذکرہ کیا ہے۔

ابنِ اثیر ''تاریخ کامل'' میں تحریر کرتے ہیں:

''عمر رضی اللہ عنہ نے اُم کلثومؓ بنتِ علیؓ سے عقد کیا۔ اُمِ کلثوم کی ماں فاطمہ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھیں۔ چالیس ہزار حق مہر ادا کیا گیا۔''

بخاری شریف باب الجہاد میں بھی ضمناً اس واقعہ کا بیان موجود ہے۔

اس واقعہ سے بھی یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ان بزرگوں میں قطعی طور پر کسی قسم کی مخاصمت، منافرت یا بداعتمادی نہیں پائی جاتی تھی۔ [1]

---

[1] انسان کو جن سے محبت ہوتی ہے اپنی اولاد کے نام بھی انہی کے نام پر رکھتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی اپنے تین فرزندوں کے نام پہلے تین خلفاء کے نام پر رکھے جن کی تفصیل اس طرح ہے:

۱۔ حضرت اُم البنین کے بطن سے چار فرزند پیدا ہوئے حضرت عباس علمدارؓ، حضرت جعفرؓ، حضرت عبداللہؓ اور حضرت عثمانؓ۔ اور یہ چاروں بھائی میدانِ کربلا میں شہید ہوئے۔ حضرت عباس علمدارؓ کے ایک بھائی کا نام تیسرے خلیفہ راشد کے نام پر تھا۔

۲۔ لیلیٰ بنتِ مسعود کے بطن سے دو فرزندوں کی ولادت ہوئی۔ ایک کا نام آپ کرم اللہ وجہہ نے ابوبکرؓ رکھا حالانکہ ابوبکر نام نہیں کنیت ہے لیکن آپؓ نے خلیفہ راشد اوّل کی محبت میں اپنے بیٹے کا نام ابوبکر رکھا۔ اور دوسرے کا نام عبیداللہؓ رکھا۔ یہ دونوں بھی میدانِ کربلا میں شہید ہوئے۔

۳۔ کتبِ انساب اور کتبِ تاریخ کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسل پانچ فرزندوں سے چلی۔ حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ، حضرت محمد بن حنفیہؓ، حضرت عباس علمدارؓ اور حضرت عمرؓ سے۔ اور یہ عمر، عمر اطرفؓ کے نام سے مشہور ہوئے۔

Marfat.com

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا دورِ خلافت

28 ذوالحجہ 35ھ تا 17 رمضان المبارک 40ھ 23 جون 656ء تا 27 جنوری 661ء

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حالات بے حد پریشان کن صورت اختیار کر گئے تھے۔ تمام اکابر صحابہؓ اور امہات المومنین حج کی غرض سے مکہ گئے ہوئے تھے۔ باغی مدینہ منورہ میں دندناتے پھر رہے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی میت بے گور وکفن پڑی تھی۔ بلوائی کسی کو قریب پھٹکنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ تین روز اسی طرح گزر گئے۔ آخر کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے باغیوں سے رابطہ قائم کیا لیکن انہوں نے حضرت عثمان ذوالنّورین رضی اللہ عنہ کے کفن دفن کی اجازت نہ دی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے انہیں سخت سست کہہ ڈالا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے کفن دفن کا انتظام کروادیا۔ آپ کو جنت البقیع میں دفن نہ کیا جاسکا۔ جنت البقیع کے باہر ''حس کوکب'' میں دفن کیا گیا۔ اس وقت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قبر جنت البقیع کے اندر ہے۔ قبرستان کی حدود حس کوکب کی سمت میں بڑھا کر قبر کو جنت البقیع کے اندر کرلیا گیا۔ جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ' حضرت زید بن ثابت اور کعب بن مالک وغیرہ کفن دفن اور جنازہ میں شریک ہوئے۔ جنازہ اور تدفین کے وقت بھی بلوائیوں نے تعارض کیا لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کو بُری طرح جھڑک دیا۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد انصار ومہاجرین کا ایک گروہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کی بیعت کرنا چاہی لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ کہہ کر انکار کردیا: ''میں امیر کے بجائے وزیر بننا بہتر سمجھتا ہوں، تم جس کو منتخب کروگے میں بھی اس کو منتخب کروں گا۔''

بیعت کے لیے آنے والوں نے بہت منت سماجت کی لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے

انکار کو اقرار میں تبدیل نہ کر سکے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد بلوائیوں کو شدید پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ جانتے تھے کہ عالمِ اسلام قریش کے علاوہ کسی دوسرے کی خلافت پر متفق نہ ہوگا۔ انہوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی ابنِ ابی طالب رضی اللہ عنہ میں سے ہر ایک کو منصبِ خلافت پر متمکن کرنا چاہا لیکن کسی نے بھی اقرار نہ کیا۔ کوفہ والے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف جھکاؤ رکھتے تھے۔ بصرہ والے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے اور مصر والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر منصبِ خلافت قبول کرنے کے لیے دباؤ ڈال رہے تھے۔

جب صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی منصبِ خلافت کو قبول نہ کیا تو مفسدین پریشان ہو گئے۔ ان میں سے بے شعور اور شر پسند تو یہ چاہتے تھے کہ اپنے اپنے علاقوں کو واپس چلے جائیں اور مدینہ کو اس کے حال پر چھوڑ دیں لیکن جو ذرا عقل و ہوش رکھتے تھے وہ دارالخلافت کو فتنہ و فساد کی نظر کر کے واپس نہیں جانا چاہتے تھے۔ ان میں اکثریت مصر کے بلوائیوں کی تھی۔ آخر کار انہوں نے اہلِ مدینہ کو جمع کیا اور کہا تم لوگ اہلِ شوریٰ ہو۔ تمہارا حکم تمام امتِ محمدیہ پر نافذ ہوتا ہے۔ اپنے میں سے کسی کو امام مقرر کر لو ہم اسی کی بیعت کر کے واپس چلے جائیں گے اور اگر دو دن کے اندر یہ کام نہ ہوا تو ہم فلاں فلاں اشخاص کو قتل کر کے واپس چلے جائیں گے۔ مدینۃ الرسول کے پاک باسیوں کے لیے یہ لمحہ فکریہ تھا۔ وہ بلوائیوں کے ہاتھوں مظلوم عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا انجام دیکھ چکے تھے۔ اہلِ مدینہ مل کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس گئے اور انہیں منصبِ خلافت قبول کرنے پر مجبور کرنے لگے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابتداً تو قطعی انکار کر دیا، لیکن جب اہلِ مدینہ کا تقاضہ زور پکڑ گیا تو انہوں نے ایک روز غور کرنے کے لیے مانگ لیا۔ اگلی صبح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حاضر ہوئے۔ اسی دوران مصر کے بلوائیوں کا ایک گروہ حکیم بن جبلہ کے ساتھ اور کوفیوں کا ایک گروہ اشتر نخعی کے ہمراہ پہنچ گیا۔ دباؤ اتنا بڑھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منصبِ خلافت قبول کرتے ہی بنی۔

Marfat.com

بیعت اور خطبہ خلافت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر بیٹھ کر یہ ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! مجھ پر کسی کا کوئی حق سوائے اس کے نہیں ہے کہ مجھ کو تم نے امارت کے لیے منتخب کیا ہے۔ کل تم میرے پاس پریشان ہو کر آئے تھے اور میں خلافت و امارت سے گریز کر رہا تھا لیکن تم لوگ اس پر مصر ہوئے کہ میں تمہارا امیر بنوں اور تمہاری قسمت کا فیصلہ میرے ہاتھ میں ہو۔''

لوگوں نے کہا: ''بلاشبہ ہم نے ایسا کیا اور ہم لوگ اب تک اپنے خیال پر قائم ہیں۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: ''اے اللہ! گواہ رہنا۔''

اس کے بعد لوگوں نے بیعت کر لی۔ یہ واقعہ جمعۃ المبارک 28 ذوالحجہ 35 ہجری کا ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بیعت کرتے وقت یہ شرط رکھی تھی کہ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق حکم دیں گے اور حدودِ شرعی کو قائم کریں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ نے بلوائیوں کے دباؤ پر مسجد میں آنے سے قبل حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت کر لی تھی۔ (تاریخ ابنِ خلدون حصہ اوّل)

قصاصِ عثمان رضی اللہ عنہ کا مطالبہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ خطبہ سے فارغ ہو کر مکان پر تشریف لے گئے۔ کچھ ہی دیر بعد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بن العوام بھی پہنچ گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے استقبال کیا اور آمد کی وجہ دریافت کی تو دونوں جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم نے بیعت مشروط کی تھی اور ہماری شرط حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لینا ہے۔ اب ہم

Marfat.com

اسی لیے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ قصاص لیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''مجھے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مظلومانہ طور پر قتل کیے جانے کا بے حد دکھ ہے۔ مجھے ان کے حقوق اور قصاص کی فکر ہے۔ میں ضرور قصاص لوں گا لیکن جلد بازی نہیں کروں گا۔ میں اس وقت تک تمہاری رائے پر عمل نہیں کر سکتا جب تک سلطنت کے امور منظّم نہ ہو جائیں اور لوگ راہِ راست پر نہ آ جائیں۔'' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ یہ سن کر واپس چلے آئے۔ مدینہ منورہ کے گلی کوچوں میں قاتلینِ عثمانؓ سے قصاص لیے جانے کے معاملہ پر سرگوشیاں ہونے لگیں۔ (تاریخ اسلام پروفیسر عبداللہ ملک)

جب امیر المومنین حضرت علی ابنِ طالب رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ شہر کے گلی کوچوں میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور قصاص کے بارے میں لوگ طرح طرح کی باتیں بنا رہے ہیں تو آپ مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ منبر پر بیٹھ گئے اور لوگوں کو بلوا بھیجا۔ جب لوگ آ گئے تو واشگاف الفاظ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مظلومانہ قتل سے اپنی برأت کا اعلان کیا۔ عہدۂ خلافت کی ذمہ داریوں اور اپنے مسائل کا ذکر کیا۔ لوگوں کو پرامن رہنے کی تلقین کرتے ہوئے یقین دلایا کہ عدل وانصاف کے تقاضے پورے کیے جائیں گے۔

اگلے روز مروان بن حکم اور خاندان بنوامیہ سے تعلق رکھنے والے کچھ دوسرے لوگ شام روانہ ہو گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کو نہ روک سکے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے قصاص کا مطالبہ

ام المومنین سیّدہ عائشہ طیبہ طاہرہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے محاصرہ کے زمانہ میں حج بیت اللہ کے ارادہ سے مدینہ منورہ سے مکہ روانہ ہو گئی تھیں۔ مناسک حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ واپس تشریف لا رہی تھیں کہ اثناء سفر میں صُرف کے مقام پر ایک شخص عبیداللہ بن ابی سلمہ لیثی سے ملاقات ہو گئی۔ اس سے جب مدینہ منورہ کا حال دریافت کیا تو اس نے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کی خبر سنائی۔ یہ خبر سن کر آپ رضی اللہ عنہا کو بہت دکھ ہوا اور آپؓ نے اعلان کیا کہ امیر

المومنین کے خون کا بدلہ لیا جائے گا۔ آپؓ نے یہ بھی فرمایا ''مفسدین نے وہ خون بہایا جس کو اللہ نے حرام کیا۔ اس مقدس ترین شہر کی عظمتوں کو داغدار کیا جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت گاہ تھا۔ اس مہینہ میں خون ریزی کی جس میں کشت وخون ممنوع تھا۔ وہ مال لوٹا جس کا لینا ان کے لیے جائز نہ تھا۔ اللہ کی قسم! عثمانؓ کی ایک انگلی بلوائیوں جیسے تمام عالم سے بہتر ہے۔ بلاشبہ وہ جس الزام کے ساتھ عثمانؓ کی عداوت پر کمر بستہ ہوئے تھے اس سے عثمانؓ اس طرح پاک وصاف ہو گئے جس طرح سونا کیٹ سے اور کپڑا میل سے پاک ہو جاتا ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ منورہ جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ عبداللہ بن حفرمی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے مکہ کے عامل تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص لینے والا پہلا شخص میں ہوں۔ یہ سن کر بنوامیہ سے تعلق رکھنے والے تمام وہ لوگ جمع ہو گئے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مکہ چلے آئے تھے۔ ان میں دوسرے لوگوں کے علاوہ حضرت سعید رضی اللہ عنہ بن العاص اور ولید بن عقبہ بھی تھے۔ مدینہ منورہ سے حضرات طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ بھی مکہ پہنچ چکے تھے۔ بصرہ میں عبداللہ ابنِ عامر اور یمن سے یعلی بن منیہ چھ سو اونٹ اور چھ لاکھ دینار لے کر آئے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ نے تفصیل کے ساتھ مدینہ منورہ کے حالات گوش گزار کیے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت اور قصاص کا مطالبہ خاص طور پر زیرِ بحث آئے۔ کچھ لوگوں نے شام کی طرف جانے کا مشورہ دیا۔ ابنِ عامر نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے بتایا کہ شام میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بلوائیوں کی روک تھام کے لیے کافی ہیں اور رائے دی ''بصرہ کی طرف خروج کیا جائے۔ بصرہ کے لوگوں کا طلحہ رضی اللہ عنہ کی طرف رجحان طبع ہے، نیز میرے مراسم بھی وہاں بہت گہرے ہیں، جب ہم بصرہ پر قابض ہو گئے تو اہلِ بصرہ بھی ہمارے ساتھ ''قصاص'' کا مطالبہ کرنے لگیں گے۔ اس طرح ہم زیادہ موثر انداز میں قاتلینِ عثمانؓ کا مقابلہ کر سکیں گے۔'' سب حاضرین نے اس رائے کو پسند کیا اور بصرہ کی طرف خروج کا فیصلہ ہو گیا۔

Marfat.com

مکہ سے بصرہ کی طرف کوچ کا وقت آیا تو شہر میں اعلانِ عام کر دیا گیا کہ سیّدہ عائشہؓ اور حضرات طلحہ رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ بصرہ کی طرف روانہ ہو رہے ہیں' جو لوگ اسلام سے ہمدردی رکھتے ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص لینے کے حق میں ہیں وہ ساتھ مل جائیں جس کے پاس سواری نہ ہوگی اسے سواری فراہم کی جائے گی۔ مکہ مکرمہ سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کم وبیش سولہ سو افراد نکلے۔ اطراف و جوانب سے آ کر لوگ شامل ہوتے گئے۔ اس طرح فوجی دستے کی تعداد تین ہزار ہوگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ام الفضل رضی اللہ عنہا مکہ میں قیام پذیر تھیں۔ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ایک خط لکھا' جس میں مکہ کے حالات تفصیل کے ساتھ بیان کیے اور خفیہ طور پر ایک نامہ بر کے ذریعے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھیج دیا۔

جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئیں تو دیگر امہات المومنین ذاتِ عراق تک ان کے ہمراہ گئیں اور اس مقام سے رو رو کر ان کو الوداع کہی۔ یہاں پر ایک حدیث مبارکہ کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ:

❁ ایک روز اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے۔ اکثر و بیشتر امہاۃ المومنین رضی اللہ عنہن حاضرِ خدمت تھیں۔ اچانک سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کاش مجھے پتہ چل جاتا کہ تم میں سے کس کو دیکھ کر چشمہ خواب کے کتے بھونکنے لگیں گے!''

ذاتِ عرق سے قافلہ روانہ ہوا۔ اُم المومنین رضی اللہ عنہا کو ایک اونٹ پر سوار کیا گیا جس کا نام عسکر تھا۔ چلتے چلتے قافلہ چشمہ خواب کے قریب پہنچ گیا۔ قافلہ کو دیکھ کر چشمہ خواب کے کتوں نے بھونکنا شروع کر دیا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یہ کون سا مقام ہے۔ عرض کی گئی یہ چشمہ خواب ہے۔ یہ سننا تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بے تاب ہو کر فرمایا ''مجھے لوٹاؤ۔ لوٹاؤ!''

آپ رضی اللہ عنہا نے فوراً اونٹ کی گردن پر تھپکی دے کر اس کو بٹھا دیا اور اونٹ سے اتر پڑیں۔ قافلہ رک گیا۔ آپؓ نے ایک رات اور ایک دن وہاں پر قیام فرمایا۔ فرمانِ نبوی یاد کر کے حضرت

Marfat.com

عائشہ رضی اللہ عنہا تذبذب کا شکار ہوگئیں۔ طبع مبارکہ پر اضطراب کے آثار نظر آنے لگے۔ اسی عالم میں جب ایک دن گزر گیا تو کسی نے چلا کر کہا: ''جلدی کرو۔ جلدی کرو حضرت علی رضی اللہ عنہ پہنچ گئے۔'' یہ سننا تھا کہ قافلہ والے سوار ہو کر تیزی سے روانہ ہوگئے۔ ان کا رخ بصریٰ کی طرف تھا۔ آخر بصریٰ میں جا کر قیام کیا۔ اور یوں بصرہ پر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا قبضہ ہوگیا اور حضرت عثمانؓ بن حنیف حاکم بصرہ کو وہاں سے نکال دیا گیا۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بصرہ کو روانگی

آپ مطالعہ فرما چکے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آپ کی چچی ام الفضلؓ زوجہ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب مکہ کے حالات اور مکہ سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ کی بصرہ کو روانگی کے بارے میں مطلع کر چکی تھیں۔ اس خبر سے امیر المومنین رضی اللہ عنہ سخت تشویش میں مبتلا ہوگئے اور بصرہ کی طرف روانگی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ربیع الثانی 36ھ کے آخری دنوں میں مدینہ، کوفہ، مصر اور مکہ کی ایک جمعیت کو ساتھ لے کر بصرہ کی سمت روانہ ہوئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب ربذہ پہنچے تو بصرہ پر حضرات طلحہؓ و زبیرؓ کے قبضہ کی خبر ملی۔ تشویش میں اضافہ ہوگیا۔ ربذہ میں قیام کیا اور یہاں سے متعدد احکام جاری کیے۔ ربذہ میں قیام پذیر تھے کہ قبیلہ طے کی ایک جماعت امداد کے لیے آئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی تعریف کی اور لشکر میں شامل کر لیا۔ ربذہ سے روانہ ہوئے تو راستہ میں کوفہ کا ایک شخص ملا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ عامل کوفہ کے طرزِ عمل کے بارے میں استفسار کیا تو اس نے جواب دیا کہ اگر آپ صلح کا قصد رکھتے ہیں، تو وہ آپ کی اطاعت کریں گے، لیکن جنگ کی صورت میں الگ ہو جائیں گے۔ یہ سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ''اگر کسی حادثہ کا شکار نہ ہوا تو میرا صلح کے علاوہ اور کوئی قصد نہیں۔'' قید سے روانہ ہو کر ثعلبیہ پہنچے اور وہاں سے روانہ ہوئے تو ذیقار پہنچے۔

اس موقع پر امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے محمد بن ابو بکر اور محمد بن جعفر کو اپنا ایک خط دے کر ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ انہوں نے جنگ کی صورت میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بھرپور تعاون اور اس میں شرکت کا وعدہ لینا چاہا تو انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا ''جنگ کے لیے نکلنا دنیا کی راہ ہے اور بیٹھ رہنا آخرت کی۔''

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی بات سن کر کوفہ والوں نے امیر المومنین کے نمائندوں سے تعاون کرنے سے انکار کر دیا۔ اس صورت حال کو دیکھ کر محمد بن ابو بکرؓ اور محمد بن جعفرؓ نے سخت رویہ اختیار کیا لیکن حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنے موقف سے سر مو منحرف نہ ہوئے اور فرمانے لگے ''اگر جنگ ضروری ہے تو مفسدین سے جنہوں نے تشدد کی راہ اختیار کرتے ہوئے معصوم عثمانؓ ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا''۔ دونوں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کوفہ کے حالات گوش گزار کیے۔ امیر المومنین نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور اشتر بن مالک کو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس کوفہ بھیجا۔ اپنی بہترین صلاحیتوں کے باوجود وہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اپنے موقف سے نہ ہٹا سکے۔ ان کی واپسی پر امیر المومنین نے اپنے صاحبزادہ امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجا۔ ان کے آنے کی خبر پا کر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لے گئے۔ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا تو آپ نے جواب دیا:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے ''عنقریب فتنہ برپا ہوگا۔ اس میں بیٹھا ہوا شخص کھڑے ہوئے سے بہتر ہوگا۔ کھڑا ہوا شخص پیدل چلنے والے سے بہتر ہوگا اور پیدل چلنے والا سوار سے بہتر ہوگا۔ تمام مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں ان کا خون اور مال ایک دوسرے پر حرام ہے۔''

یہ تقریر سن کر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو سخت غصہ آ گیا اور وہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے لگے اور لعن طعن کرنے لگے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تو خاموش رہے لیکن موقع پر

Marfat.com

موجود ان کے خیر خواہوں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا' لیکن حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ان کو بچالیا۔

اسی وقت زید بن صوحان حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور اہلِ کوفہ کے نام ام المومنین کا ایک خط لے کر پہنچا۔ لوگوں کے منع کرنے کے باوجود اس نے خط پڑھنا شروع کر دیا۔ وہاں امیر المومنین کے خیر خواہ بھی موجود تھے' انہوں نے زید پر حملہ کرنے کی کوشش کی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ لوگوں کو لڑنے سے منع کرتے رہے۔

اشتر بن مالک دوبارہ کوفہ آیا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے سامنے دو شرائط پیش کیں۔ اوّل یہ کہ ہر حال میں امیر المومنین کے ساتھ تعاون کریں اگر ایسا نہیں کر سکتے تو شام تک کوفہ سے نکل جائیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فوراً اسی وقت کوفہ چھوڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ اور اشتر بن مالک کوفہ والوں کو لے کر ذیقار کے مقام پر امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے حضور مصالحت کی کوشش

جب فریقین اپنی اپنی جمعیت کے ساتھ ہر طرح تیار ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مصالحتی کوششوں کے سلسلہ میں ام المومنین کی خدمت میں بھیجا۔ ان کو مختلف امور کے بارے میں ضروری ہدایات دینے کے بعد اجازت دی کہ اگر دورانِ گفتگو کوئی نیا مسئلہ پیش آئے تو تمہیں اختیار حاصل ہوگا کہ اپنے اجتہاد کو کام میں لاؤ اور اس کا مناسب جواب دو۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے:۔

قعقاع رضی اللہ عنہ: ''اے ام المومنین! آپ کو کس چیز نے خروج پر آمادہ کیا ہے؟''

Marfat.com

ام المومنینؓ: ''لوگوں کے اختلاف اوران کی اصلاح کے خیال نے۔''

قعقاعؓ: ''آپ حضرات طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ کو بلوایئے تاکہ آپ کے روبرو ان سے گفت وشنید ہوسکے۔''

ام المومنین رضی اللہ عنہا نے دونوں حضرات کو بلوا بھیجا۔ جب وہ تشریف لے آئے تو گفتگو کا یوں آغاز ہوا۔

قعقاع رضی اللہ عنہ: ''میں نے ام المومنین سے سوال کیا تھا کہ کس چیز نے ان کو خروج پر آمادہ کیا۔ آپ سے بھی سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔''

طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم: ''ام المومنین کا جواب ہی ہمارا جواب ہے۔''

قعقاعؓ: ''ام المومنین کا جواب تھا: اختلاف امت اوران کی اصلاح۔

میرا سوال یہ ہے کہ آپ اصلاح کے لیے کیا طریق کار اختیار کرنا چاہتے ہیں؟

طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم: ''ہم چاہتے ہیں کہ قاتلینِ عثمانؓ سے قصاص لیا جائے اگر ایسا نہ کیا گیا تو تعلیماتِ قرآنی کے خلاف ہوگا۔''

قعقاعؓ: ''یہ حق بات ہے۔ ہم بھی اس سے اتفاق کرتے ہیں، لیکن آپ نے جو طریقِ کار اختیار کیا وہ مناسب نہیں ہے۔ بصرہ کے جن چھ سو افراد کو آپ نے قتل کر ڈالا وہ عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قاتل نہیں تھے۔ اس طرح کی کاروائیوں سے اختلاف امت کم نہیں ہوگا زیادہ ہوگا۔''

ام المومنینؓ: (قعقاع کو مخاطب کرتے ہوئے) ''پھر تمہاری رائے کیا ہے؟''

قعقاعؓ: ''آپ ام المومنین ہیں۔ ہمارے لیے خیر وبرکت کی کلید ہیں۔ ہمیں اس خیر وبرکت سے محروم کر کے فتنہ وبلا میں مبتلا نہ کریں ورنہ خود آپ کو آزمائش میں سے گزرنا پڑے گا۔ آیئے مصالحت سے کام لیں مل کر اختلافات کی خلیج کو پاٹ دیں۔ جب فتنہ دم توڑ جائے تو مل کر قصاص لیں تاکہ تعلیماتِ قرآنی پر بھی عمل ہو اور مسلمانوں کو عافیت حاصل ہو۔''

Marfat.com

ام المومنینؓ: ”تمہاری رائے صائب ہے، ہم اس کو قبول کرنے کے لیے تیار ہیں بشرطیکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آمادہ ہوں۔“

قعقاعؓ: ”میں ابھی جا کر ان سے بات کرتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ نہ صرف اس کو قبول کریں گے بلکہ خوش بھی ہوں گے۔“

طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم: ”اگر امیر المومنین کو خوشی ہوگی تو اتحاد بین المسلمین سے یقیناً ہمیں بھی قلبی مسرت ہوگی۔“

جنگِ جمل

جنگِ جمل وہ جنگ ہے، جس سے تاریخِ اسلام کا سینہ داغدار ہو گیا۔ فریقینِ جنگ میں سے ایک کی سربراہی وہ معزز ومحترم خاتون کر رہی تھیں جن کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے پناہ اعتماد حاصل تھا۔ جن کو ام المومنین ہونے کا شرف حاصل تھا۔ جن کے حجرہ میں ہادی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری ایام گزارے۔ جن کا حجرہ قیامت تک سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آرام گاہ قرار پایا۔ وہ خاتون اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ دوسرے فریق کی سربراہی اس مردِ ذی وقار کے ہاتھ میں تھی، جنہوں نے زیر سایۂ رسولِ مقبول پرورش پائی۔ جنہیں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لختِ جگر فاطمہؓ بتول خاتونِ جنت کا رشتہ عطا فرمایا تھا۔ وہ مردِ وفا سرشت حیدرِ کرار حضرت علی ابنِ ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

انہیں آپس میں لڑنا زیبا نہیں تھا...... انہیں جنگ نہیں کرنا چاہیے تھی...... انہوں نے کب آپس میں جنگ کی۔

چشمِ زمانہ گواہ ہے، ان فیض یافتگانِ بزمِ رسالت نے اپنی مرضی سے جنگ نہیں کی۔ انہیں جدال وقتال کی بھٹی میں دغا بازی اور فریب کاری سے جھونک دیا گیا۔ مصالحانہ کوششیں بار آور ہو چکی تھیں دونوں فریق ”پہلے اتفاق واتحاد اور اصلاحِ احوال اور پھر قصاص“ کے فارمولہ پر

Marfat.com

متفق ہو چکے تھے لیکن اتحاد بین المسلمین شرپسندوں اور اسلام دشمنوں کو بھلا کب راس آتا تھا۔

عبداللہ ابنِ سبا کے پیروکار، امیر المومنین عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قاتل رات کی تاریکی میں سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اگر مصالحت ہوگئی تو ان پر عرصہ حیات تنگ ہو جائے گا۔ ان سے یقیناً قصاص لیا جائے گا۔ ان کی گردنیں ماردی جائیں گی۔ بھلا ان کو یہ سب باتیں کب گوارا تھیں۔ پس انہوں نے اپنے تحفظ کے لیے مکر و فریب کا جال بچھا دیا، جس میں صیدِ زبوں کی طرح پھنس کر ہزاروں مسلمان جانیں کھو بیٹھے۔ فریقین مہینوں کے تھکے ماندے مصالحت کی خوشی میں میٹھی نیند کے مزے لوٹ رہے تھے کہ فریب کاروں نے بیک وقت دونوں پر حملہ کر دیا۔ نیندیں اچاٹ ہوگئیں۔ خواب بکھر گئے۔ اٹھے شمشیر و سناں کی طرف لپکے اور جدال و قتال کی چکی میں پستے چلے گئے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گروہ نے یہ سمجھا کہ حیدرِ کرار کے گروہ نے عہد توڑ ڈالا اور امیر المومنین کے گروہ نے دوسرے گروہ کے بارے میں یہی خیال کیا۔ حضرات طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم نے تیروں کی بوچھاڑ دیکھی اور شور و غوغہ کی وجہ دریافت کی تو انہیں بتایا گیا کہ اہلِ کوفہ نے پو پھٹتے ہی حملہ کر دیا۔ دونوں یک زبان ہو کر پکار اٹھے: ''افسوس! حضرت علی رضی اللہ عنہ خونریزی کیے بغیر نہ مانیں گے۔''

دوسری طرف امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ شور و غل سن کر خیمہ سے باہر نکلے تو شرپسندوں کی طرف سے مقرر کیے گئے ایک فتنہ پرداز نے دہائی دیتے ہوئے کہا کہ بصرہ والوں نے حملہ کر دیا ہے اور ان کا گروہ تیر برساتا ہوا اُمڈا چلا آتا ہے۔ یہ سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہنے لگے: ''افسوس! طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم خون ریزی کیے بغیر نہ مانیں گے۔''

اس کے بعد امیر المومنین رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے اور افسرانِ لشکر کو میمنہ اور میسرہ پر مامور کرنے لگے۔ پھر جنگ چھڑ گئی اور ایسی شدت اختیار کی کہ کسی کو سننے سنانے یا سمجھنے سمجھانے کا موقعہ ہی نہ ملا۔ البتہ کعب رضی اللہ عنہ بن سور اُم المومنین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے:

''اے مومنوں کی ماں! جنگ پوری حشر سامانیوں کے ساتھ شروع ہو گئی ہے۔ مسلمانوں

Marfat.com

کی تلواریں مسلمانوں کی گردنیں کاٹ رہی ہیں' مسلمانوں کے نیزے مسلمانوں کے سینے چاک کر رہے ہیں۔ اٹھیے! اور موقعہ جنگ پر تشریف لے چلیئے ہوسکتا ہے آپ کو دیکھ اللہ مصالحت کی کوئی صورت پیدا کردے۔''

ام المومنین رضی اللہ عنہا کو ایک ہودج میں بٹھا کر اونٹ پر سوار کرایا گیا ہودج کو زرہیں پہنا دی گئیں اور آپ رضی اللہ عنہا کی سواری کو ایک ایسے مقام پر لاکر کھڑا کیا گیا جہاں سے جنگ کا منظر بخوبی نظر آتا تھا۔ تھوڑی دیر جنگ جاری رہی اور بصرہ والوں کے پاؤں میدانِ جنگ سے اکھڑ گئے اور وہ پیچھے ہٹ گئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی فوج کو تعاقب کرنے سے منع کر دیا۔

مفسدین کی فریب کاری اور فتنہ پردازی کے نتیجہ میں جب دونوں لشکر یلغار کرتے ہوئے آمنے سامنے آگئے تھے تو اس قدر قریب ہوگئے کہ گھوڑوں کی گردنیں ایک دوسرے کو چھونے لگی تھیں۔

اس موقعہ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب آنکھ اٹھا کر دیکھا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اپنے سامنے پایا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی قریب ہی نظر آئے۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہنے لگے: ''تم لوگوں نے آلاتِ حرب' سواروں اور پیادوں کو جمع کر کے میرے ساتھ عداوت کی ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس عداوت کی کوئی وجہ ہے؟

کیا میں تمہارا دینی بھائی نہیں ہوں؟

کیا تم پر میرا خون اور مجھ پر تمہارا خون حرام نہیں ہے؟

کیا کوئی ایسا امر بتا سکو گے کہ جس کی وجہ سے میرا خون تم پر مباح ہو؟''

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ: کیا قاتلینِ عثمانؓ تمہارے ساتھ نہیں مل گئے؟ کیا اس سے تم پر قتل کی سازش میں شریک ہونے کا الزام عائد نہیں ہوتا؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ''اللہ کی پناہ جو اپنے دین کو پورا کرنے والا ہے۔ میں قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ پر لعنت بھیجتا ہوں۔ اللہ بھی ان پر لعنت بھیجے گا۔''

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ: بے شک اللہ اپنے دین کو پورا کرنے والا ہے!''

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ''اے طلحہ! کیا تم نے میری بیعت نہیں کی تھی؟''

Marfat.com

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ: ''بیعت کی تھی لیکن مشروط اور بحالتِ مجبوری۔ کیا آپ نے ''قصاص'' کی شرط پوری کی؟''

حضرت علی رضی اللہ عنہ: اے زبیر رضی اللہ عنہ! کیا تمہیں وہ دن یاد ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں فرمایا تھا ''بے شک! تم ایک ایسے شخص سے لڑو گے جس پر زیادتی کرنے والے تم ہی ہو گے۔''

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: ''ہاں! مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ حکم یاد آ گیا۔ کاش مجھے پہلے یاد آ جاتا۔ اب میں ہرگز آپ کے ساتھ نہیں لڑوں گا۔''

اس گفتگو کے بعد دونوں لشکر پیچھے ہٹ گئے اور مصالحت کی گفتگو کی راہ کھل گئی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی علیحدگی کا اعلان کر دیا۔ اگرچہ ان کے گروہ کے بعض لوگوں نے انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ بھی بنایا لیکن انہوں نے پرواہ نہ کی کیونکہ انہیں اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان یاد آ چکا تھا اور اس سے سرمو انحراف نہ کر سکتے تھے۔ وہ اپنے لشکر سے علیحدہ ہو کر ''السباع'' کی جانب چلے گئے۔ راستہ میں احنف بن قیس کے لشکر سے مڈبھیر ہو گئی اور کسی نے تعارض نہ کیا البتہ ایک کم ظرف، نصیب سوختہ، فتنہ پرور عمر بن الجرموز تعاقب میں روانہ ہو گیا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ لیا اور تعاقب کی وجہ پوچھی تو ایک مسئلہ پوچھنے کا بہانہ کر دیا۔ نماز کا وقت آیا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نماز کی ادائیگی کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ظالم نے عین حالتِ نماز میں حملہ کر کے شہید کر دیا۔ گھوڑا، ہتھیار اور انگوٹھی لے کر چلتا بنا۔ جب احنف کو جا کر فخریہ انداز میں بتایا تو وہ کہنے لگا کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ تو نے اچھا کام کیا ہے یا بُرا۔ پھر وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خیمہ پر جا کھڑا ہوا اور کہلا بھیجا کہ زبیر رضی اللہ عنہ کا قاتل شرفِ ملاقات کا طالب ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دربان کو فرمایا: ''اسے باریابی کی اجازت دے دو لیکن جہنم کی بشارت کے ساتھ۔''

ابتدائی حملوں کے دوران ہی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں ایک تیر لگا جس سے خون کی رگ کٹ گئی اور خون تیزی سے بہنے لگا خون کی کمی کی وجہ سے نقاہت بہت زیادہ ہو گئی۔ درد نے بے حال

Marfat.com

کر دیا۔ غلام آپ کو بصرہ لے گیا لیکن بصرہ پہنچتے پہنچتے بے ہوشی طاری ہوگئی اور جلد ہی خون زیادہ نکل جانے کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ وفات پا گئے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ از راہِ خلوص اہلِ ایمان کی جانوں کے اتلاف کو روکنے کے لیے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو عماری میں سوار کر کے میدانِ جنگ میں ایک نمایاں مقام پر کھڑے ہوگئے۔ مخالف گروہ کے آبرو باختہ گروہ (مفسدین) نے اپنے تیروں کا رخ ان کی طرف پھیر دیا۔ یہ دیکھ کر بصرہ والے جو پیچھے ہٹ گئے تھے، لوٹ آئے اور ایسی گھمسان کی جنگ ہوئی کہ ہزاروں جانیں تلف ہوگئیں۔

ام المومنین نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

''ناقہ کو چھوڑ دو اور قرآن لے کر صفِ لشکر سے نکل کر میدان میں جاؤ اور اس کے محاکمہ کی طرف لوگوں کو بلاؤ۔''

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے حکم کی تعمیل کی اور اللہ کے پاکیزہ ترین کلام کو ادب و احترام کے ساتھ سر سے بلند کیے میدان میں جا کھڑے ہوئے۔ مفسدین کو کب گوارہ تھا کہ قرآن کا فیصلہ مانا جائے، اس طرح تو وہ ''قصاص'' میں دھر لیے جاتے چنانچہ انہوں نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو تیروں کی باڑھ پر رکھ لیا اور وہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وہ خیر خواہِ امتِ مسلمہ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلوصِ نیت سے جنگ کے بھڑکتے ہوئے الاؤ کو ٹھنڈا کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے سوچا کہ جب تک ام المومنین رضی اللہ عنہا کی ناقہ میدان میں موجود ہے، جنگ نہیں رکے گی کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ لوگ پروانہ وار ناقہ کے سامنے جانوں کے نذرانے پیش کر رہے تھے۔ انہوں نے ایک گروہ کو اس امر پر مقرر فرمایا کہ جانوں کی پرواہ کیے بغیر ناقہ کو بٹھانے کی کوشش کرو خواہ اس مقصد کے حصول کے لیے ناقہ کی کونچیں ہی کیوں نہ کاٹنا پڑیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان پا کر چند افراد نے ناقہ پر حملہ کر کے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ ناقہ چلا کر گر پڑا۔ ناقہ کے گرتے ہی جنگ کا زور ٹوٹ گیا اور آہستہ آہستہ جنگ ختم ہوگئی

Marfat.com

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت قعقاعؓ کے کہنے پر ایک شخص بجیر بن ولجہ نے ناقہ کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں۔ بہرحال یہ عمل مخاصمانہ نہیں مصلحانہ تھا اور اس کا مقصد جنگ کو روکنا تھا۔ جب ناقہ گر گیا تو ام المومنین رضی اللہ عنہا کے بھائی محمد بن ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ عماری کو اٹھا کر ایک ایسے مقام پر لے گئے جہاں کوئی شخص موجود نہ تھا۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ عماری کے قریب تشریف لے گئے اور پوچھا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ''اے اماں! آپ کیسی ہیں؟''

ام المومنین رضی اللہ عنہا: ''الحمد للہ خیریت سے ہوں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ''اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔''

ام المومنین رضی اللہ عنہا: ''اللہ تعالیٰ تمہاری بھی مغفرت فرمائے۔''

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے بھی آگے بڑھ کر سلام عرض کیا جس کا آپ نے جواب دیا اور فرمانے لگیں:

ام المومنین رضی اللہ عنہا: ''مجھے یہ زیادہ منظور و محبوب تھا کہ آج کے واقعہ سے بیس برس قبل میں مر گئی ہوتی۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ: (حضرت قعقاع نے جب ام المومنین کا یہ قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جا کر سنایا تو انہوں نے فرمایا) ''میرا بھی یہی خیال ہے۔''

ام المومنین رضی اللہ عنہا کو بصرہ میں لے جا کر ٹھہرایا گیا اور سامانِ سفر درست کر کے رجب 36ھ میں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے محمد بن ابو بکر اور روساء بصرہ کی چالیس خواتین کے ہمراہ آپ کو مکہ معظمہ روانہ کیا۔ مشایعت کے لیے خود چند میل ساتھ چلے اور ایک روز کی مسافرت تک حضرت حسنؓ بن علیؓ ساتھ گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ تشریف لے گئیں۔

مقتولینِ جنگِ جمل کی تعداد کے بارے میں اختلافِ رائے پایا جاتا ہے۔ ایک محتاط

Marfat.com

اندازے کے مطابق دونوں اطراف سے کم وبیش دس ہزار افراد موت کے منہ میں چلے گئے۔ ان میں انصار ومہاجرین کے علاوہ کوفہ، بصرہ اور مصر کے لوگ بھی شامل تھے۔ ان میں کئی صحابہ رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔ جنگ کے خاتمہ کے بعد امیر المومنینؓ نے جب میدانِ جنگ کا جائزہ لیا اور وہاں حضرت کعب رضی اللہ عنہ بن سور، عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عتاب، طلحہ رضی اللہ عنہ بن عبید اللہ وغیرہ صحابہؓ کو شہداء میں شامل پایا تو سخت افسوس کا اظہار فرمایا:

امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے دونوں فریقوں کے مقتولین کو ایک جگہ جمع کرنے کا حکم دیا اور ان کی نمازِ جنازہ ادا کی اور اپنی نگرانی میں دفن کروایا۔ فریقین کے زخمیوں کو مقتولین سے علیحدہ کر کے شہر لے جایا گیا اور مرہم پٹی کا انتظام کیا گیا۔ تمام مال واسباب جمع کر کے شہر کی مسجد میں ڈھیر کر دیا گیا اور اعلان کر دیا گیا کہ جو چاہے اپنا سامان پہچان کر اٹھا لے جائے۔

دو افراد یا دو گروہ جب آپس میں لڑ پڑتے ہیں، تو ضروری نہیں کہ ان میں سے ایک تو کلی طور پر راہِ راست پر ہو اور دوسرا کلی طور پر گمراہ۔ جنگِ جمل کے متحارب گروہوں کے متعلق بڑے حزم واحتیاط سے کوئی رائے قائم کرنا ہوگی۔ ایک گروہ کی سربراہی مسلمانوں کے منتخب امیر کے ہاتھ میں تھی جو فہم وفراست کی اعلیٰ ترین صلاحیتوں کے مالک تھے۔ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہرِ علم کا دروازہ قرار دیا تھا۔ جو حکمت ودانائی میں اپنی مثال آپ تھے۔ جنہوں نے خلفاء ثلاثہ کے دور میں بڑے بڑے پیچیدہ اور گھمبیر مسائل کو خداداد صلاحیتوں کے بل پر اپنے ناخنِ تدبیر سے سلجھایا۔

دوسرے گروہ کی سربراہی جن تین شخصیات کو حاصل تھی ان کی دینداری، تقویٰ اور عقل و دانش بھی ہر شک وشبہ سے بالا ہے۔ جو ہونا مقدر ہو چکا تھا وہ ہو کر رہا اور اس کی کلی ذمہ داری متحارب گروہوں میں سے کسی ایک کے سر پر ڈالنا قطعی ممکن اور مناسب نہیں۔ وہ لوگ سہو وخطا سے معصوم نہ تھے۔ اجتہادی غلطیاں سرزد ہوئی ہوں گی، ہمیں یہاں ان کی نشاندہی کرنے کی ضرورت

ہے اور نہ ہی ہمیں زیب دیتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر انگلی اٹھائیں جن کا مرتبہ امت میں سب سے بلند ہے۔ شر پسندوں اور فتنہ پردازوں نے حالات سے فائدہ اٹھایا۔ جو بات بلاخوف وتردید کہی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ قاتلینِ عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے ہی آتشِ جنگ کو بھڑکایا۔ انہوں نے اپنی جانیں بچانے کے لیے ایسا کیا۔ انہیں یقین تھا کہ مصالحت کی صورت میں ان کی گردنیں ماردی جائیں گی۔

دونوں متحارب گروہ دل سے ایک دوسرے سے مخلص تھے اور ہرگز ایک دوسرے کا یا امت کا نقصان نہ چاہتے تھے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

''میں امید کرتا ہوں کہ ہمارا اور ان کا کوئی شخص قتل نہ کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کے دلوں کو صاف کر دیا ہے اور اگر کوئی مقتول ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔''

(تاریخ ابنِ خلدون)

حضرت علی ابنِ ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یہ جواب ابوسلامہ دولانی کے سوال پر اس وقت دیا تھا جب مصالحت کی گفتگو ہو رہی تھی اور اس کی کامیابی کے امکانات بے حد روشن تھے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ لڑنے والوں کے بارے میں یوں فرمایا کرتے تھے:

''ہماری لڑائی اس وجہ سے نہیں ہوئی کہ وہ ہمیں کافر کہتے تھے۔ وہ خود کو حق پر سمجھتے تھے اور ہم نے اپنے آپ کو حق پر سمجھا۔'' (قرب الاسناد)

جنگِ صفین

جنگ صفین امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان کی فوجوں کے درمیان صفر 37ھ میں لڑی گئی۔ اس جنگ کا آغاز ماہِ صفر کی پہلی تاریخ کو ہوا۔

Marfat.com

جنگ کی وجوہات

جنگ کی بڑی وجہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرت علی ابنِ ابی طالب رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو مسلمانوں کی غالب اکثریت نے ان کی بیعت کر لی۔ البتہ ان میں سے بعض نے مشروط طور پر بیعت کی۔ مشروط طور پر بیعت کرنے والوں میں خاص طور پر حضرات طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم قابلِ ذکر ہیں۔ بیعت سے انکار کرنے والوں میں سے حضرت امیر معاویہؓ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ بیس بائیس سال سے شام کے والی چلے آتے تھے۔ ان کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گورنر مقرر کیا تھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بحال رکھا تھا۔ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اعزہ میں ایک نامور مدبر سیاستدان اور مقتدر شخص تھے۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ بلاشبہ قصاص لینا چاہتے تھے اور انہوں نے تحقیقات کا آغاز بھی کر دیا تھا لیکن حالات دگرگوں اور مسئلہ بے حد پیچیدہ تھا۔ سب سے بڑی الجھن یہ تھی کہ کوئی عینی شہادت موجود نہ تھی۔ بعض لوگوں کی نشاندہی پر آپ نے محمد بن ابو بکر رضی اللہ عنہ کو گرفتار بھی کر لیا تھا لیکن انہوں نے قسم کھا کر اپنی برأت ظاہر کر دی تھی۔ محمد بن ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اس بیان کی تصدیق چشم دید گواہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا نے کی تھی' اس لیے ان کو چھوڑ دیا گیا۔ جن دو بدبختوں کی ضربوں سے شہادت واقعہ ہوئی ان کی شناخت کوئی نہیں کر رہا تھا۔ تحقیقات کا معاملہ چل ہی رہا تھا کہ قصاص کی تحریک کا آغاز ہو گیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب بیعت سے انکار کیا اور ''قصاص'' کے نام پر جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں تو جنگ ناگزیر ہو گئی۔

Marfat.com

کاش! حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تحقیقات کا موقع مل جاتا۔ حالات سازگار ہو جاتے تو اسلامی تاریخ کا یہ بڑا المیہ شائد وقوع پذیر نہ ہوتا جس نے دینِ متین پر فرقہ بندیوں کے راستے وا کر دیئے اور فتوحاتِ اسلامی کے دروازے بند کر دیئے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خون آلود قمیض اور حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا کی کٹی ہوئی انگلیاں

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کا خون آلود کرتہ اور ان کی زوجہ محترمہ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا کی کٹی ہوئی انگلیاں لے کر نعمان بن بشیر ملک شام پہنچ گئے۔ ملک کے مختلف گوشوں سے بنوامیہ سے تعلق رکھنے والے لوگ ملک شام پہنچنا شروع ہو گئے۔ ان دونوں چیزوں کی ملک شام کے طول وعرض میں بھرپور تشہیر کی گئی۔ شعلہ نوا مقررین جب عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعات بیان کرتے تو لوگ زار وقطار رونا شروع کر دیتے اور انتقام لینے کی قسم کھانے لگتے۔ ابتدا میں دبی زبان سے اور بعد میں کھلے عام امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو قتل کے معاملہ میں ملوث کیا جانے لگا۔ لوگوں کے جذبات کو اس حد تک ابھار دیا گیا اور سرد جنگ نے یہ صورت اختیار کر لی کہ لوگوں نے قسمیں کھانا شروع کر دیں کہ عثمان ذوالنورینؓ کا قصاص لینے سے قبل:

- ٹھنڈا پانی نہ پئیں گے۔
- سوائے جنابت کے غسل نہ کریں گے۔
- نرم بچھونے پر نہ سوئیں گے وغیرہ۔

سفارتی کوشش

جنگِ جمل سے فراغت کے بعد امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ ملک شام کی طرف

Marfat.com

ملتفت ہوئے۔ انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے قصاص کے مطالبہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگی تیاریوں سے تشویش پیدا ہو چلی تھی۔ قبل ازیں جب انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بیعت کے بارے میں لکھا تھا تو انہوں نے جواب میں جو خط حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو روانہ کیا اس میں خالی کاغذ تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جریر بن عبداللہ الجبلی گورنر ہمدان اور اشعث بن قیس گورنر آذربائیجان کو اپنا سفیر بنا کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ جب دونوں سفراء حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس شام پہنچے تو انہوں نے ان کی خوب پذیرائی کی اور چند یوم شام میں قیام کی دعوت دی۔ مدعا یہ تھا کہ وہ اپنی آنکھوں سے شام کے حالات کا مشاہدہ کریں۔ لوگوں کے خیالات وجذبات سے آگہی حاصل کریں اور واپس جا کر لوگوں کو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بتائیں۔ جریر نے واپسی پر امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو شام کے حالات سے آگاہ کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کوفہ سے کوچ

سفارت کی ناکامی کے بعد جنگ ناگزیر ہوگئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کوفہ میں ابو مسعود انصاری کو اپنا نائب مقرر کیا اور نخیلہ تشریف لے گئے۔ وہاں لشکر کو ترتیب دینے میں مشغول ہوگئے۔ بصرہ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ایک فوجی دستہ لے کر حاضر ہوگئے۔ کہا جاتا ہے کہ جب امیر المومنین نے اپنے لشکرِ جرار کے ساتھ شام کا رخ کیا تو اسی ہزار جنگجو اِن کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو چکے تھے۔ یہ 36 ہجری کا ماہ ذوالحجہ تھا جب آپ روانہ ہوئے تو آپ کے ہمراہ ستر بدری صحابہ اور سات سو وہ صحابہ تھے جنہوں نے بیعتِ رضوان کا اعزاز پایا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے زیاد بن نصر اور شریح بن ہانی کی قیادت میں ہراول دستہ روانہ کیا اور ان کو ہدایت کردی:

”خبردار جنگ نہ کرنا سوائے اس کے کہ وہ پہل کریں، ذاتی رنجش کے پیچھے نہ جانا۔ انہیں بار بار صلح کی دعوت دینا۔ ان کے زیادہ قریب بھی نہ جانا کہ وہ یہ سمجھیں کہ تمہارا ارادہ جنگ کا ہے اور نہ اس

Marfat.com

قدر دور رہنا کہ وہ تمہیں بزدل قرار دینے لگیں۔"

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی فوجوں کے ساتھ کوچ کرتے ہوئے پہلے ہی دریائے فرات کے کنارے صفین کے میدان میں اتر چکے تھے انہوں نے حالات کا اچھی طرح جائزہ لے کر اپنی مورچہ بندی کر لی تھی انہوں نے دریائے فرات کے پانی پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی صفین کے میدان میں شامی لشکر کے سامنے فوجیں اتار دیں۔ ان کو پانی کے حصول میں دشواری کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ شامی فوجوں نے ان پر پانی بند کر دیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پانی کی فراہمی کے لیے پیغام بھیجا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پانی کی فراہمی پر آمادہ ہوئے تو ولید بن عقبہ اور ابن ابی سرح نے مخالفت کرتے ہوئے کہا۔

"ان پر پانی بند کر کے اسی طرح تڑپایا جائے جس طرح انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو پیاسا رکھ کر تڑپایا تھا۔"

جب شامی پانی دینے پر آمادہ نہ ہوئے تو پانی کے گھاٹ پر قبضہ کے لیے شامی اور عراقی دستوں میں جھڑپ ہو گئی۔ شامیوں کو شکست ہوئی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پانی کے گھاٹ پر قبضہ کر لیا اور اسے دونوں لشکروں کے لیے کھلا قرار دے دیا۔ شامی اور عراقی یکساں طور پر اس سے سیراب ہوتے رہے۔

مصالحت کی کوششیں

دونوں فوجیں آمنے سامنے پڑاؤ ڈالے رہیں اور جنگ کا آغاز نہ ہوا۔ پانی کے مشترکہ گھاٹ کی وجہ سے شامیوں اور عراقیوں نے آپس میں ملنا جلنا شروع کر دیا تھا اس طرح دو ماہ سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بشیر بن عمرو اور شبث بن ربعی تمیمی کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیعت و اطاعت کا پیغام دے کر بھیجا۔ بشیر بن عمرو نے حمد و ثنا کے بعد عرض کیا: "امیر خدا کے لیے تفریق جماعت نہ کرو۔ خونریزی سے باز آؤ۔"

Marfat.com

معاویہ رضی اللہ عنہ: ''کیا تم نے اپنے دوست کو بھی یہ نصیحت کی ہے؟''

بشیر: ''وہ تمہاری طرح نہیں ہے۔''

معاویہ رضی اللہ عنہ: ''کیا مطلب؟''

بشیر: ''مطلب یہ وہ سابق الاسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت کی وجہ سے خلافت کے زیادہ حق دار ہیں۔''

معاویہ رضی اللہ عنہ: ''پھر تمہاری کیا رائے ہے؟''

بشیر: ''جس راہِ حق کی طرف وہ تمہیں بلاتے ہیں اسے قبول کرو۔''

معاویہ رضی اللہ عنہ: اور کیا ہم خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کے مطالبہ کو ترک کر دیں واللہ! ایسا ہرگز نہ ہوگا۔''

اس گفتگو کے بعد فریقین میں بحث و تکرار شروع ہوگئی اور مصالحتی کوشش بے نتیجہ اختتام کو پہنچی۔

اس مصالحتی کوشش کی ناکامی کے بعد جھڑپیں شروع ہوگئیں لیکن جنگ نہ چھڑی۔ اس طرح ذی الحجہ کا پورا مہینہ گزر گیا اور 37 سنہ ھ کا آغاز ہوا۔

کچھ دن بعد امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک اور وفد مصالحت کے لیے گفت و شنید کرنے بھیجا جس میں عدی بن حاتم، زید بن قیس، شبث بن ربعی اور زیاد بن حفصہ شامل تھے لیکن بحث و تکرار کے بعد یہ کوشش بھی ناکام ہوگئی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سفارت

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی ایک سفارت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس روانہ کی جس میں حبیب بن مسلم، شرجیل اور معن بن یزید شامل تھے۔ جب وہ امیر المومنین کی خدمت میں باریاب ہوئے تو حبیب بن مسلم نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا:

حبیب: (حمد و ثنا کے بعد) ''عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق تھے۔ کتاب اللہ پر عمل کرتے تھے اور اس کے موافق حکم دیتے تھے۔ ان کی زندگی تم کو ناگوار گزری اور ان کی موت کو تم نے جلد بلا لیا۔

Marfat.com

پس تم نے ان کو قتل کر ڈالا۔ اگر تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ تم نے ان کو قتل نہیں کیا ہے' تو ان کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دو اور مسلمانوں کی امارت چھوڑ دو مسلمان جس کو چاہیں گے اپنا امیر بنا لیں گے۔''

امیر المومنین رضی اللہ عنہ: ''تمہیں امارت کے بارے میں ایسا کلام کرنے کا حق کس نے دیا ہے۔ خاموش ہو جا۔ تو ایسی تقریر کرنے کا مستحق نہیں ہے۔''

حبیب: ''واللہ! مجھے تم عنقریب اس حالت میں دیکھو گے جو تم کو ناگوار گزرے گی۔''

امیر المومنین رضی اللہ عنہ: ''اللہ! اللہ! تیرا یہ دماغ۔ اللہ تجھے اس دن کے لئے زندہ نہ رکھے۔ جا جو تیرے امکان میں ہو کر گزر۔''

جنگ کا آغاز

اب جنگ ناگزیر ہو چکی تھی۔ محرم کا مہینہ گزر چکا تھا۔ یکم صفر 37 ھ کو جنگِ صفین کا باقاعدہ آغاز ہو گیا تھا۔ پہلے چھ یوم مختلف گروہوں میں جنگ ہوئی۔ ان چھ ایام میں اگرچہ جنگ محدود پیمانہ پر لڑی گئی پھر بھی فریقین کا کافی نقصان ہوا۔

جنگ شروع ہوئے ساتواں روز تھا' بدھ کا دن تھا اور صفر کی 11 تاریخ تھی کہ فریقین میں بھرپور جنگ چھڑ گئی۔ دن بھر معرکہ کارزار گرم رہا۔ جب سورج چھپ گیا تو تلواریں بھی نیاموں میں چلی گئیں۔

اگلے روز کا معرکہ بڑا شدید تھا جو شب و روز جاری رہا اور لیلۃ الھریر کے نام سے مشہور ہوا۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ ہزاروں خواتین بیوہ اور لاکھوں بچے یتیم ہو گئے۔ ایک اندازہ کے مطابق ستر ہزار کلمہ گو اس جنگ میں مارے گئے۔ اس روز امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فوجوں کا پلہ بھاری رہا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب اپنی فوج کی شکست کے واضح آثار نظر آنے لگے تو انہوں

نے عمرو بن العاص سے اپنی تشویش کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا "گھبرانے کی ضرورت نہیں، میں نے ایسے وقت کے لیے پہلے ہی تدبیر سوچ رکھی ہے۔" ہم لوگ عراقیوں کو قرآن کو حکم بنانے کی دعوت دیں گے۔ یہ دعوت ان پر بھاری پڑے گی۔ اس کے اقرار یا انکار کے لیے ان کی فوج میں پھوٹ ضرور پڑے گی اور ہم شکست سے بچ جائیں گے۔ چنانچہ طے شدہ پروگرام کے مطابق ہزاروں شامی نیزوں پر قرآن اٹھائے میدان جنگ میں داخل ہو گئے وہ بلند آواز سے پکار پکار کر کہنے لگے:۔

"اے عرب کے لوگو! خدارا اپنے بچوں اور عورتوں کو رومیوں اور ایرانیوں سے بچانے کی تدبیر کرو۔ اگر شامی ختم ہو گئے تو اہلِ عرب کو رومیوں کی یلغار سے کون بچائے گا؟ اور اگر عراقی ختم ہو گئے تو اہلِ عرب کو ایرانیوں کے جور و استبداد سے کون بچائے گا۔ قرآن ہم سب کے لیے واجب تعظیم و تکریم ہے، اس کو حکم مان لو اور اس کا فیصلہ قبول کر لو۔"

شامیوں کی چال کامیاب ہو گئی۔ نیزوں پر قرآن دیکھ کر سب کے سر جھک گئے۔ ہاتھ رک گئے اور وہ پکار اٹھے:

"ہمیں کتاب اللہ کا فیصلہ منظور ہے۔"

یہ صورتِ حال دیکھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ پریشان ہو گئے۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ فتح ہونے والی ہے اور خوب سمجھ رہے تھے کہ شامی محض ایک چال چل رہے ہیں۔ انہوں نے لوگوں کو سمجھانے کی بہت کوشش کی، لیکن ان کی ایک نہ چلی۔ عراقی کہنے لگے یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہمیں قرآن کی طرف بلایا جائے اور ہم انکار کر دیں۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ مجبور ہو گئے۔ ان کا کوئی بس نہ چلتا تھا۔ لوگوں کے تیور دیکھ کر ان کو یقین ہو گیا تھا کہ اگر انہیں لڑنے کے لیے مجبور کیا گیا یا ان پر دباؤ ڈالا گیا تو وہ باغی ہو جائیں گے اور ان کے ساتھ بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جیسا سلوک کریں گے۔ بعض لوگوں نے تو اس طرح کی باتیں کرنا بھی شروع کر دی تھیں۔

چنانچہ مسعر وغیرہ نے شور وغل برپا کر دیا کہ اگر جنگ فوری طور پر نہ روکی گئی تو ہم آپ رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیں گے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سختی سے اشتر کو جو میدانِ جنگ میں فتح کے

Marfat.com

قریب پہنچ چکا تھا، واپس بلوا بھیجا۔ جب اس کو تمام صورتِ حال کا علم ہوا تو وہ مسعر وغیرہ سے کچھ وقت کی مہلت طلب کرنے لگا۔ اس پر وہ لوگ آپے سے باہر ہو گئے اور اشتر کے ساتھ جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اشتر کو سمجھا بجھا کر خاموش کر دیا۔ اس طرح جنگ ختم ہو گئی۔

صفین کے میدان میں کیسے کیسے جواہر خاک و خون میں تڑپائے گئے۔ وہ جنہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبتوں کے فیض پائے تھے' دریائے فرات کے کنارے وطن سے دور کٹے پڑے تھے۔ وہ جنہوں نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سندِ شرافت و امتیاز پائی تھی آج کوئی انہیں پوچھنے والا نہ تھا۔

شہدائے صفین کی تعداد کم و بیش ستر ہزار ہے۔ ان میں مہاجرین بھی ہیں انصار بھی، بدر والے بھی ہیں اور بیعتِ رضوان والے بھی، عمار بن یاسرؓ بھی ہیں اور عبید اللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ ابنِ خطاب بھی۔ جنگِ صفین تاریخِ اسلام کا ایسا المناک باب ہے' جو خون کی روشنائی سے قرطاسِ صفین پر تحریر کیا گیا۔

جنگِ صفین کے نتائج

- قتل و غارت کی اتنی وسعت کے باوجود فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہو سکا۔
- خلافت کے استحقاق اور عثمان ذوالنّورین رضی اللہ عنہ کے خون کے قصاص کے مسئلہ کا کوئی حل نہ نکل سکا۔ خلافت دو حصوں میں بٹ گئی۔
- مسلمانوں میں اختلافات کی خلیج زیادہ وسیع ہو گئی اور فرقہ بندیوں کا آغاز ہو گیا۔
- امیر المومنین حضرت علی ابنِ ابی طالب رضی اللہ عنہ کی مشکلات میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا۔
- اسلامی فتوحات کے راستے مسدود ہو کر رہ گئے۔
- بے شمار قیمتی جانیں تلف ہو گئیں۔

Marfat.com

تحکیم کی تجویز

جنگ رکنے کے بعد جب چاروں طرف سکوت کا عالم طاری ہوگیا' نہ تلواروں کی جھنکار رہی نہ تیغ زنوں کی للکار البتہ زخمیوں کی آہ و بکا جاری تھی تو اشعت بن قیس کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا گیا کہ ان سے معلوم کریں کہ لوگوں کو قرآن کے محاکمہ کی طرف بلانے کا مقصد کیا ہے؟ اشعت جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے تجویز پیش کی کہ دونوں فریق جنگ و جدل کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔ ایک ایک شخص دونوں اطراف سے نامزد کیا جائے۔ ان سے حلف لیا جائے کہ وہ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ اشعت واپس لوٹے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تجویز پیش کی۔ عراقیوں نے اس تجویز کو قبول کر لیا۔ شام والوں نے اپنی طرف سے عمرو بن العاص کو منتخب کیا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کی تصدیق کر دی۔ اشعت اور اس کے ساتھیوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام تجویز کیا لیکن امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے فرمایا:

امیر المومنین رضی اللہ عنہ: ''میں اس انتخاب پر راضی نہیں ہوں۔''

اشعت: ''کیوں؟''

امیر المومنین رضی اللہ عنہ: ''اس لیے کہ انہوں نے میری رفاقت ترک کر دی تھی۔ لوگوں کو جنگِ جمل میں میرا ساتھ دینے سے روکا اور مجھ سے دور ہو گئے۔''

اشعت: ''کچھ بھی ہو ہم تو اسی کو منتخب کرتے ہیں۔''

امیر المومنین رضی اللہ عنہ: ''میں ابوموسیٰ اشعریؓ کو ہرگز حکم نہ بناؤں گا۔ میں ان کے بجائے عبداللہؓ ابنِ عباس کا نام تجویز کرتا ہوں۔''

اشعت: ''یہ کس طرح ممکن ہے؟ وہ تو آپ کے عزیز ہیں۔ ہم ان کو ہرگز حکم نہ بنائیں گے۔''

Marfat.com

امیر المومنینؓ: ''میری طرف سے اشتر کو حکم بنادو۔ وہ تو میرا عزیز نہیں۔''

اشعث: ''کیا اشتر کے علاوہ روئے زمین پر کوئی شخص باقی نہیں بچا؟''

امیر المومنین: ''تو گویا تم ابوموسیٰؓ کے علاوہ اور کسی کو حکم نہ بناؤ گے؟''

اشعث: ''ہمارا فیصلہ یہی ہے کیونکہ ابوموسیٰ رسول اللہ ﷺ کے صحبت یافتہ ہیں اور اشتر اس سے محروم ہے۔''

امیر المومنین رضی اللہ عنہ: ''اچھا جو چاہو کرو!''

اس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حکم بنائے جانے کا فیصلہ ہوگیا۔

تحکیم نامہ کی تحریر

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تحکیم نامہ تحریر کرنے کے لیے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محفل میں آئے۔ کاتب نے جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نام کے ساتھ امیر المومنین لکھا تو عمرو بن العاص نے اس پر اعتراض کر دیا اور کہا کہ ہم انہیں امیر المومنین نہیں مانتے اسے مٹا دیا جائے۔ احنف نے اس پر اعتراض کیا لیکن اشعث نے امیر المومنین کے الفاظ محو کروا دیئے۔

جو معاہدہ تحریر کیا گیا اس کے الفاظ یہ تھے:۔

''یہ وہ تحریر ہے جس کو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) ابن ابی طالب اور معاویہ (رضی اللہ عنہ) بن ابی سفیان نے باہم بطور اقرار نامہ لکھا ہے۔ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے اہلِ کوفہ اور ان لوگوں کی طرف سے جو ان کے ہمراہ تھے حکم مقرر کیا اور معاویہؓ نے اہلِ شام اور ان لوگوں کی طرف سے جو ان کے ہمراہ تھے، حکم مقرر کیا۔ بے شک ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی کتاب کو منحصر علیہ قرار دیتے ہیں اور اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ سوائے اس کے دوسرے کو کوئی دخل نہ ہوگا اور قرآن مجید شروع سے آخر تک ہمارے درمیان میں ہے۔ ہم زندہ کریں گے اس کو جس کو اس نے زندہ کیا اور ماریں گے اس کو

Marfat.com

جس کو اس نے مارا ہے۔ پس جو کچھ حکمتیں کتاب اللہ میں پائیں اس پر عمل کریں۔ اور وہ حکم ابو موسیٰ، عبداللہ بن قیس اور عمرو بن العاص ہیں اور جو کتاب اللہ میں نہ پائیں تو سنتِ عادلہ جامعہ وغیرہ مختلف فیہا پر عمل کریں۔''

معاہدہ لکھا گیا تو اس پر فریقین کے سربرآوردہ افراد نے دستخط کیے۔ جب اشتر کو دستخط کرنے کو کہا گیا تو اس نے انکار کر دیا اس پر اشتر اور اشعث میں تکرار ہوگئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیچ بچاؤ نہ کرتے تو تلواریں بے نیام ہو جاتیں۔ یہ عہدنامہ 13 صفر 37ھ کو لکھا گیا۔

حکمین کا اجتماع

حکمین کا اجتماع دومۃ الجندل کے قریب ایک مقام اذرج پر ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ چار سو آدمی روانہ کیے۔ ان پر شریح بن ہانی کو سردار مقرر کیا اور امامت کے لیے حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کو ساتھ بھیجا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے بھی حضرت عمرو بن العاص کے ساتھ چار سو آدمی روانہ کیے۔ مجلس حکم قائم ہوئی تو اس میں حکمین کے علاوہ عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن ابوبکر، عبداللہ ابن زبیر، مغیرہ بن شعبہ، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمٰن بن الحرث، عبدالرحمٰن بن عبدیغوث ابوجہم بن حذیفہ بھی موجود تھے۔ ان کی شمولیت محض مبصرین کی حیثیت سے تھی۔ فیصلہ میں ان کو دخل حاصل نہ تھا۔ گفتگو شروع ہوئی تو عمرو بن العاص نے کہا:

عمرو بن العاصؓ: ابوموسیٰ! تم جانتے ہو کہ عثمانؓ شہید ہوئے اور معاویہؓ ان کے یک جدی اور وارث ہیں۔''

حضرت ابوموسیٰؓ: ''ہاں! یہ سچ ہے''

حضرت عمرو بن العاصؓ: ''پھر تمہیں ان کو خلافت کا حق دار قرار دینے سے کون سی چیز مانع ہے۔ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت حاصل کر چکے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کتابت بھی کر چکے ہیں۔ ان میں ملک داری اور

سیاست کا بھی بہت مادہ ہے۔ وہ احسان شناس ہیں اگر ان کو خلافت کے لیے منتخب کرو گے تو تمہیں تمہارے پسندیدہ شہر کی حکومت ضرور دیں گے۔''

حضرت ابوموسیٰؓ: ''اے عمرو! اللہ سے ڈرو۔ امارت اور خلافت کے استحقاق کی بنیاد تقویٰ ہے نہ کہ سیاست۔ اس لحاظ سے حضرت علی ابنِ ابی طالب رضی اللہ عنہ زیادہ مستحق ہیں اور جہاں تک اپنے لیے کسی شہر کی حکمرانی کے حصول کا تعلق ہے تو میں اللہ تعالیٰ کے کاموں میں رشوت لینا پسند نہیں کرتا۔''

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ: ''میں تمہاری رائے سے اتفاق نہیں کرتا۔''

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ: ''تو پھر عبداللہ بن عمرؓ کو خلیفہ منتخب کرلو۔''

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ: ''میرے بیٹے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ تم اس کی صلاحیتوں سے بخوبی آگاہ ہو۔''

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ: ''تمہارے لڑکے میں بلاشبہ نیکی اور راستی تھی لیکن تم نے اس کو بھی فتنہ میں مبتلا کر دیا ہے۔''

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ: ''تو گویا یہ کام کسی ایسے شخص کے سپرد کرنا چاہیے جس کے منہ میں دانت نہ ہوں۔''

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ: ''اے عمرو! کافی کشت وخون کے بعد قوم نے یہ معاملہ تمہارے سپرد کیا ہے۔ اللہ کے لیے قوم کو پھر کسی آزمائش میں مبتلا نہ کر دینا۔''

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ: ''تو پھر تمہاری رائے کیا ہے؟''

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ ''میرے خیال میں بہتر یہ ہے کہ ہم ان دونوں کو معزول کر دیں اور مسلمانوں کو اختیار دے دیں کہ وہ جسے چاہیں اپنا امیر منتخب کرلیں۔''

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ: (خوش ہو کر) ''ہاں! یہ مناسب ہے۔''

Marfat.com

فیصلہ کا اعلان

ایک فیصلہ پر اتفاق رائے ہو جانے کے بعد دونوں حکم باہر تشریف لے آئے جہاں لوگوں کا ایک جم غفیران کے لیے چشم براہ تھا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو کہا کہ آپ بزرگ اور سن رسیدہ ہیں مناسب ہوگا پہلے آپ اٹھ کر فیصلہ کا اعلان کریں۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر اعلان کیا:

''لوگو! ہم نے کافی غور و خوض کے بعد فیصلہ کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کو معزول کر دیا جائے اور لوگوں کو امیر کے انتخاب کا حق دیا جائے چنانچہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کو معزول کرتا ہوں۔'' اس کے بعد عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اعلان کیا:۔

''لوگو! تم نے سن لیا کہ ابوموسیٰ اشعری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا۔ میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معزول کرتا ہوں لیکن معاویہؓ کو معزول نہیں کرتا وہ عثمانؓ کے ولی ہیں اور ان کے قائم مقام ہونے کے مستحق ہیں۔''

یہ اعلان سن کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ملامت کرنے لگے اور وہ یہ کہہ کر معذرت کرنے لگے کہ عمروؓ بن العاص نے ایک متفقہ امر پر اختلاف کیا اور دوسری روش اختیار کر لی۔ اس کے بعد لوگوں نے عمرو بن العاص کے ساتھ تلخ کلامی کی، بلکہ کہا جاتا ہے کہ شریح بن ہانی نے ان پر تلوار چلا دی لیکن لوگوں نے بیچ بچاؤ کرا دیا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ عالم پریشانی میں مکہ روانہ ہو گئے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے شام جا کر خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے تمام واقعہ واپس جا کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بتایا:

Marfat.com

تحکیم کے بعد

تحکیم کے بعد خلافت اسلامیہ عملی طور پر دو حصوں میں بٹ گئی حضرت عمروؓ بن العاص کے شام پہنچنے کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کی بیعت لی۔ شام، فلسطین اور مقبوضہ رومی علاقوں پران کا تسلط تھا۔ بعد میں انہوں نے مصر پر بھی قبضہ کرلیا۔

دوسری طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ منتخب خلیفہ تھے اوران کا دارالخلافہ کوفہ تھا۔ بصرہ، حجاز اور ایرانی مفتوحہ علاقوں پران کا تسلط تھا۔

خلافت کے عملی طور پر دوحصوں میں بٹ جانے کی وجہ سے مسلمانوں کے وقار اور اتحاد کو جو دھچکہ لگا اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایرانیوں نے بغاوتیں شروع کردیں اوراس صورت حال سے مجبور ہوکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس امر پر مصالحت کرلی کہ وہ اپنے اپنے علاقوں تک اپنی سرگرمیاں محدود رکھیں گے۔ اس معاہدہ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایرانی علاقوں میں پھیلنے والی بغاوتوں کوکچل دیا۔

فتنہ خوارج

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے گروہ کے وہ لوگ جو جنگِ صفین کے بعدان سے کٹ کرالگ ہوگئے تھے اوران کی جماعت سے خارج ہوگئے تھے ''خوارج'' کے نام سے تاریخ میں مشہور ہوئے۔ اور یہ پہلا فرقہ یا گروہ ہے جو جماعت سے الگ ہوا۔

آپ گذشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں کہ شامیوں نے جب قرآن مقدس کو نیزوں پر بلند کرکے اس کوحکم ماننے کی اپیل کی تھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی مخالفت کی تھی اوراپنی افواج کو ثابت قدمی سے جنگ جاری رکھنے کا مشورہ دیا تھا لیکن آپ رضی اللہ عنہ کے لشکریوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی نافرمانی کرتے ہوئے بساطِ جنگ لپیٹ دی تھی۔ اشتر البتہ جنگ جاری رکھنے پر مصر تھا، لیکن

Marfat.com

اشعث بن قیس اور اس کے ساتھی مسعر بن فدک تمیمی اور زید بن حصین الطائی دھمکیوں پر اتر آئے اور امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو جنگ بندی اور تحکیم قبول کرنا پڑی۔ بعد میں یہی لوگ مجبور کرنے لگے کہ حکم ماننے سے انکار کر دیں اور جنگ بندی ختم کر دیں۔ اب امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر جو لوگ ان سے الگ ہو گئے خوارج کہلائے۔ ابتدا میں بارہ ہزار افراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جماعت سے نکل کر حروراء چلے گئے' انہوں نے شبث بن عمر تمیمی کو اپنا امام مقرر کیا۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن وہب کی بیعت کی تھی۔ خوارج میں سے زیادہ کا تعلق قبیلہ بنو تمیم' بنی بکر اور بنی ہمدان سے تھا۔

خوارج کے عقائد

- معاملات دین میں انسان کو حکم (ثالث) بنانا کفر ہے۔ حکم مقرر کرنے والے اور اس کے فیصلہ کو قبول کرنے والے کافر ہیں۔
- امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں (نعوذ باللہ)۔ ان کے خلاف جہاد واجب ہے۔
- مسلمان سب آپس میں برابر ہیں۔
- خلافت ضروری نہیں۔ ایک منتخب مجلس عاملہ کو حکومت کا کاروبار چلانا چاہیے۔
- حکومت صرف اللہ کی ہے۔
- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق ہیں۔
- عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج جائز تھا۔

خوارج کے خلاف جنگ

ایک روز امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ مسجد میں خطبہ پڑھ رہے تھے کہ مسجد کے

Marfat.com

ایک کونے سے ایک خارجی نے نعرہ لگایا ''لا حکم الا للّٰہ'' (اللہ کے سوا کوئی حکم نہیں) امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے سن کر فرمایا: ''اللہ اکبر! کلمہ حق سے باطن کا اظہار کرتے ہو۔''

آپ پھر خطبہ دینے لگے پھر ایک اور خارجی نے مسجد کے دوسرے کونے سے یہی نعرہ لگایا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: ''تم لوگ ہمارے ساتھ ایسا بُرا سلوک کیوں کرتے ہو، حالانکہ ہم تمہارے خیر خواہ ہیں۔ تمہیں مساجد میں آنے سے نہیں روکتے تاکہ تم مساجد میں اللہ کا ذکر کرو، مالِ غنیمت سے تمہیں حصہ دیتے ہیں، تم سے جنگ نہیں لڑتے اور نہ ہی آئندہ ایسا کوئی ارادہ ہے، بشرطیکہ تم ہمیں مجبور نہ کردو۔ ہم نے تمہارا معاملہ اللہ پر چھوڑ رکھا ہے۔''

امیر المومنین رضی اللہ عنہ تو ان کو سمجھا کر قصر امارت کی طرف چلے گئے اور خوارج مسجد سے نکل کر عبداللہ ابن وہب کے خیمہ میں داخل ہو گئے اور اسے خروج پر آمادہ کرنے لگے۔ وہ بدبخت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے نرم رویہ سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ عبداللہ ابن وہب نے ان کو سمجھایا کہ تمہاری جمعیت تھوڑی ہے، فی الحال یہاں سے نکل چلو۔ کہیں اور جا کر اپنے قدم جماؤ اور اپنی قوت میں اضافہ کے بعد ان کے خلاف جہاد کرو۔ حرقوص بن زبیر اور حمزہ بن سنان نے عبداللہ کی رائے کی تصدیق کی اور یہ اقرار پایا کہ عبداللہ ابن وہب کے ہاتھ پر بیعت کی جائے اور رات کی تاریکی میں دو دو پانچ پانچ اور دس دس مل کر نکل چلو تاکہ اکٹھا نکلنے میں حکومت کو خروج کا شبہ نہ ہو۔ اس طرح وہ مدائن کی طرف نکل گئے۔

کرخ کی جھڑپ

جب امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو خوارج کی مدائن کی طرف روانگی کی خبر ملی تو آپ نے مدائن کے عامل سعد بن مسعود کو ان کی روک تھام کے بارے میں لکھا۔ سعد نے جب ان کا راستہ روکا تو وہ راستہ تبدیل کر کے نہروان کی طرف مڑ گئے۔ سعد نے تعاقب جاری رکھا اور کرخ کے مقام پر ان کو

Marfat.com

روک لیا۔ جنگ چھڑ گئی جو دن بھر جاری رہی۔ خوارج رات کے اندھیرے میں دریائے دجلہ عبور کر کے نہروان کی طرف بڑھ گئے۔

بصرہ کے خوارج

بصرہ سے خوارج کا ایک گروہ جن کی تعداد پانچ سو تھی مشعر بن فدکی تمیمی کی سرکردگی میں خوارج کے ساتھ شامل ہونے کے لیے نکلا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے فرمان پر ابوالاسود نے تعاقب کیا اور دریائے دجلہ کے بڑے پل پر جا کر ان کو گھیر لیا۔ عصر سے عشاء تک جنگ جاری رہی۔ خوارج رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھا کر پل پار کر گئے اور عبداللہ ابن وہب سے جا ملے۔

نہروان کا معرکہ

بصرہ سے خروج کرنے والے خوارج کی حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ سے نہروان کے نواح میں ملاقات ہوگئی۔ ان کے ساتھ ان کی اہلیہ اور تین دوسری خواتین تھیں۔ جب ان درندوں کو معلوم ہوا کہ آپ عبداللہ ابن خباب رضی اللہ عنہ ہیں تو ان کو پکڑ لیا اور پوچھا:

خوارج: ''تم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ: ''وہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صدیق اور خلیفہ برحق تھے۔''

خوارج: ''عمر رضی اللہ عنہ کیسے تھے؟''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ: ''وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے جانشین، صحابی اور خلیفہ برحق تھے۔''

خوارج: ''عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ: ''وہ ذوالنورین رضی اللہ عنہ تھے اور خلیفہ برحق تھے۔''

خوارج: ''ان کے آخری دور کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ ان کے خلاف خروج جائز تھا یا ناجائز؟''

Marfat.com

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ: ''وہ خلیفہ برحق کے خلاف ایک ظالمانہ کاروائی تھی۔''

خوارج: ''علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ: ''وہ داماد رسول ہیں، خلیفہ برحق ہیں اور قدیم الاسلام ہیں۔''

خوارج: ''ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو حکم تسلیم کرنے کے ان کے فیصلہ میں کیا جانتے ہو؟''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ: ''امیر المومنین کا یہ اقدام ہر لحاظ سے درست تھا۔''

یہ سن کر ان خونخوار بھیڑیوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا اور ان کو ذبح کر ڈالا۔ ان کی بیوی اور دوسری تین خواتین کے پیٹ چاک کر ڈالے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ شام پر حملہ کی تیاریوں میں مصروف تھے کہ خوارج کی کاروائیوں کی خبر ملی۔ خاص طور پر حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ پر ڈھائے گئے ان کے مظالم کی خبر سن کر دل خون کے آنسو رونے لگا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فوری طور پر تحقیق کے لیے حرث بن مرہ العبدی کو بھیجا۔ خوارج نے ان کو بھی شہید کر ڈالا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے شام پر چڑھائی کا ارادہ ملتوی کر دیا اور خوارج کی طرف بڑھے۔ نہروان پہنچ کر خوارج سے مطالبہ کیا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے شہداء کے قاتلوں کو ہمارے سپرد کر دو۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ اور تم سب ہماری نظروں میں واجب القتل ہو اور ہم سب ان کے قاتل ہیں' امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اتمامِ حجت کے طور پر حضرت ابوایوب انصاریؓ کو انہیں سمجھانے کے لیے بھیجا لیکن وہ راہِ راست پر نہ آئے۔

امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فوجوں کو حملہ کرنے کا حکم دینے سے پہلے میدان میں اعلان کر دیا کہ اب بھی جو لوگ خوارج کا ساتھ چھوڑ کر ہمارے ساتھ آملیں گے ہم انہیں اپنا بھائی سمجھیں گے۔ خوارج سے لوگوں کی ایک بڑی تعداد الگ ہوگئی۔ فردہ بن نوفل پانچ سو افراد کو لے کر الگ ہو گیا کچھ لوگ کوفہ چلے گئے۔ لوگوں کی ایک بڑی تعداد امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے ساتھ آملی۔

اب خوارج کی تعداد کم ہو کر نصف رہ گئی۔ دو ہزار خوارج امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی افواج کے

Marfat.com

سامنے صف بستہ کھڑے ہو گئے۔ جنگ شروع ہوئی تو وہ خوب جان توڑ کر لڑے۔ ان کے اعضاء کٹ کٹ کر الگ ہو جاتے تھے لیکن پھر بھی وہ لڑتے رہتے تھے۔ ایک خارجی شریح ابن ابی کی ٹانگ پر ایک کاری ضرب پڑی اور پاؤں کٹ کر الگ ہو گیا لیکن وہ اسی حالت میں لڑتا رہا۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی فوج بھی خوب پامردی سے لڑی اور بالآخر خوارج کو شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا اور وہ ضدی لوگ ایک ایک کر کے کٹ مرے۔

جنگِ نہروان کے نتائج

- اس جنگ میں خوارج کو شکستِ فاش کا منہ دیکھنا پڑا اور وقتی طور پر خوارج کا فتنہ دم توڑ گیا۔
- خوارج کے دو ہزار سے زیادہ جنگ جو میدانِ جنگ میں مارے گئے جب کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی فوج کے صرف سات جنگ جو شہید ہوئے۔
- اس جنگ کے نتائج اس لحاظ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے بھی زیادہ مفید ثابت نہ ہوئے کہ اس جنگ کے بعد جب آپ رضی اللہ عنہ نے شام کے خلاف فوج کشی کا ارادہ کیا تو لوگوں نے آمادگی ظاہر نہ کی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی مخالفت کے باوجود شام کا رخ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صرف ایک ہزار آدمی رہ گئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ شام کی طرف لشکر کشی کا قصد ہمیشہ کے لیے التوا میں پڑ گیا۔

دار الخلافہ کی تبدیلی

جنگِ جمل کے بعد 36 ہجری میں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مدینہ منورہ کے بجائے کوفہ کو دار الخلافہ قرار دیا۔ اس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ کوفہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حامیوں کی تعداد زیادہ تھی اور کوفہ سے دمشق قریب تھا۔ یہاں سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کی کاروائیوں پر اچھی طرح نظر رکھی جاسکتی تھی۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس تبدیلی سے حرمِ مدینہ کو سیاسی ریشہ دوانیوں اور فتنہ وفساد کی کاروائیوں سے بھی محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے شہید ہونا قبول کرلیا تھا لیکن حرمِ مدینہ میں جنگ سے انکار کردیا تھا۔ دارالخلافہ کی اس تبدیلی کا سیاسی نقصان یہ ہوا کہ سیاسی نقطہ نظر سے مدینہ منورہ پس پشت چلا گیا۔ مدینہ منورہ میں جو صحابہؓ اور تابعین کی بڑی جماعت موجود تھی اسلامی حکومت ان کی سرپرستی، تعاون، خیرخواہی اور خلوص اور دعاؤں سے دور ہوگئی۔

کوفہ (عراق) والوں نے امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی رفاقت کا حق ادا نہ کیا۔ اطاعت وجانثاری کے اس مقام کو نہ پاسکے، جس کا ان سے فطری طور پر تقاضا کیا جاسکتا تھا۔

حوالہ کے طور پر محض چند واقعات کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

❁ جنگِ صفین میں جب شامیوں کو اپنی شکست کا یقین ہوگیا تو وہ ہزاروں کی تعداد میں نیزوں پر قرآن اٹھا کر میدانِ جنگ میں نکل آئے اور صلح کے نعرے لگے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی فوج کو جنگ جاری رکھنے کا حکم دیا اور انہیں سمجھایا کہ یہ شامیوں کی ایک چال ہے، کیونکہ جنگ بندی نہ ہونے کی صورت میں انہیں اپنی شکست کا یقین ہوگیا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فوج کے ایک بڑے گروہ نے جنگ جاری رکھنے سے انکار کردیا اور دھمکی دی کہ اگر انہوں نے کتاب اللہ کو حکم نہ مانا تو ان کا ساتھ چھوڑ دیا جائے گا۔ اشتر اور اس کے ساتھی جنگ جاری رکھنے پر مصر تھے۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ پر دباؤ ڈال کر اشتر کو جنگ بندی قبول کرنے پر مجبور کیا گیا۔ انہوں نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معزول کردینے کی دھمکی بھی دی۔

❁ جب تحکیم کا عہد نامہ لکھا جارہا تھا اور کاتب نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نام کے ساتھ امیر المومنین کے الفاظ تحریر کیے تو حضرت عمروؓ بن العاص نے اعتراض کردیا۔ وہ کہنے لگے ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین نہیں مانتے اس لیے یہ الفاظ کاٹ ڈالے جائیں۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ امیر المومنین کے ساتھی اس اعتراض کو رد کردیتے اور ان الفاظ کو محو کرنے سے انکار کردیتے

Marfat.com

لیکن اشعث بن قیس نے اس اعتراض کو قبول کرلیا اور امیر المومنین کے الفاظ محو کر دیئے گئے۔

❁ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی جانب سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عباسؓ یا اشتر کو حکم بنانے کی تجویز دی لیکن عراق والوں نے ان کی مرضی کے خلاف حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو نامزد کر دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مجبوراً ان کا فیصلہ قبول کرنا پڑا۔

❁ خوارج کو شکست دینے کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عراقیوں کو شام پر حملہ کرنے کے لیے تیاری کا حکم دیا تو وہ ٹال مٹول سے کام لینے لگے۔ جب انہوں نے تھکان کا بہانہ تراشا تو امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اسے مسترد کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نخیلہ کے مقام پر قیام فرمایا اور حکم جاری کیا کہ کوئی آدمی اپنے مکان پر نہ جائے۔ اس کے باوجود رات کی تاریکی میں لوگوں کی ایک بڑی تعداد گھروں کو چلی گئی۔

شہادت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نہروان کی جنگ میں خوارج کو عبرتناک شکست دی تھی۔ سوائے گنتی کے چند افراد کے جو نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گئے تھے، خوارج کو نہروان کی جنگ میں موت کی نیند سلا دیا گیا تھا۔ خوارج کے باقی بچ جانے والے لوگوں نے امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے قتل کا فیصلہ کیا اور امیر المومنین پر حملہ کرنے کے لیے عبدالرحمٰن ابنِ ملجم کوفہ گیا۔ یاد رہے کہ ابنِ ملجم خود مصر کا رہنے والا تھا۔ کوفہ جا کر وہ اپنے دوستوں سے ملاقاتیں کرتا رہا اور حالات کا جائزہ لیتا رہا۔ اس نے اپنے راز سے کسی کو آگاہ نہ کیا۔ اسی دوران اس کی ملاقات شبیب بن شجرہ سے ہوئی۔ شبیب اسے کام کا آدمی نظر آیا۔ ابنِ ملجم نے کوفہ میں اپنی آمد کا مقصد اسے بتا دیا اور اعانت کی درخواست کی۔ شبیب پہلے تو اس کی بات سن کر غصے سے بے تاب ہو کر اسے بُرا بھلا کہنے لگا۔ لیکن ابنِ ملجم نے چکنی چپڑی باتوں سے اسے ایسا شیشے میں اتارا کہ وہ بھرپور تعاون پر آمادہ ہو گیا۔ ان دونوں نے ایک تیسرے آدمی وردان کو بھی ساتھ ملا لیا۔ 17 رمضان المبارک کو شبِ جمعہ تھی۔ ابنِ

Marfat.com

ملجم، شبیب اور وردان رات کے وقت مسجد کے دروازہ کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گئے۔ نماز فجر کے وقت امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے۔ دروازہ سے داخل ہوئے اور فرمایا:

''اے لوگو! نماز نماز''۔

شبیب نے لپک کر تلوار کا وار کیا جو اوچھا پڑا۔ آپ رضی اللہ عنہ آگے نکل چکے تھے تلوار دروازے پر لگی۔ ابنِ ملجم ظالم نے بڑھ کر پیشانی پر وار کیا۔ وردان یہ دیکھ بھاگ کھڑا ہوا اور گھر پہنچ گیا۔ جب اس نے اس واقعہ کا ذکر بعض دوستوں سے کیا تو انہوں نے اسے مار ڈالا۔ شبیب بھی بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔ ابنِ ملجم پکڑا گیا۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اپنے بھانجے ام ہانی کے بیٹے جعدہ کو نماز پڑھانے کی ہدایت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو لوگ اٹھا کر گھر لے گئے۔ اس دوران سورج طلوع ہو چکا تھا۔ ابنِ ملجم کو پیش کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ابنِ ملجم سے پوچھا:

امیر المومنین رضی اللہ عنہ: ''اے ظالم انسان! تجھے کس چیز نے میرے قتل پر آمادہ کیا؟''

ابنِ ملجم: (سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے) ''میں نے اس تلوار کو چالیس روز تک تیز کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہا کہ اس سے وہ شخص مارا جائے جو شرِ خلق ہے۔''

امیر المومنین رضی اللہ عنہ: ''میں دیکھ رہا ہوں کہ تو اسی سے مارا جائے گا۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''اگر میں زندہ بچ گیا تو اس کے ساتھ جو سلوک مناسب سمجھوں گا کروں گا، اگر میں جانبر نہ ہوسکا تو تم اسے قتل کر دینا اور اسی طرح قتل کرنا جس طرح اس نے مجھے قتل کیا...... اے حسن! اگر میں مرجاؤں تو اسی تلوار سے ایک وار میں اس کو قتل کر دینا۔ مثلہ ہرگز نہ کرنا اور سوائے قاتل کے کسی کو نہ مارنا۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کی شہادت کے بعد ان کی ہدایت کے مطابق اسی تلوار سے ایک ہی وار میں اس کا سر قلم کر دیا۔

Marfat.com

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے آخری لمحات

امیر المومنین رضی اللہ عنہ جانبر ہوتے نظر نہ آتے تھے۔ جندب بن عبداللہ حاضر ہوا اور پوچھنے لگا۔

''اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! کیا ہم آپ کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کریں؟''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: ''نہ میں اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ اس سے منع کرتا ہوں۔''

شیر خدا رضی اللہ عنہ نے جب محسوس کیا کہ حیاتِ مستعار کے چند آخری لمحات باقی ہیں تو اپنے بچوں کو طلب کیا اور پند و نصائح کے ایسے جواہرات سے ان کے دامن بھر دیئے جو دینِ متین کی حقیقی اساس ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

- میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔
- تم لوگ دنیا کی محبت کا شکار نہ ہو جانا خواہ وہ تمہیں پوری زیب و زینت کے ساتھ طلب کرے۔
- دنیا کی کسی چیز کے حاصل نہ ہونے پر افسوس نہ کرنا۔
- ہمیشہ حق کہنا اور حق کا ساتھ دینا۔
- یتیم پر رحم کرنا۔
- بے کسوں کو سہارا دینا
- ظالم کے دشمن اور مظلوم کے معین و مددگار رہنا۔
- کتاب اللہ پر عمل کرنا اور اللہ تعالیٰ کے احکام میں ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرنا۔

21 رمضان المبارک 40ھ کو آخری لمحات میں آپ کرم اللہ وجہہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو محمد بن حنفیہ کے ساتھ حُسنِ سلوک اور محمد بن حنفیہ کو بڑے بھائیوں کی

Marfat.com

تعظیم کی وصیت فرمائی اور پھر کچھ دیر سکوت اختیار فرمایا۔ پھر آنکھیں کھولیں اور زبان مبارک پر کلمہ توحید جاری ہو گیا اور کلمہ طیبہ کی رفاقت میں اپنے پروردگار کے حضور حاضر ہو گئے (انا للّٰہ وانا الیہ راجعون)۔

آپ رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک نجفِ اشرف (عراق) میں ہے

سرمہ میری آنکھوں کا ہے خاکِ مدینہ و نجف

فضائل

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایامِ طفلی سے ہی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامنِ عاطفت میں تربیت پائی تھی اور ''جمال ہم نشین درمن اثر کرد'' کے مصداق وہ قدرتاً محاسنِ اخلاق اور حسنِ تربیت کے اعلیٰ پیکر تھے۔ ایامِ طفلی، لڑکپن، شباب اور ڈھلتی جوانی کے سب مراحل زیرِ چشم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طے کیے تھے۔ زمانہ طفلی پاکیزہ، عالمِ شباب پاکیزہ تر اور ڈھلتی جوانی کا زمانہ پاکیزہ ترین تھا۔ نہ کبھی آپ رضی اللہ عنہ کی زبان کلمہ کفر وشرک سے آلودہ ہوئی اور نہ ہی آپ رضی اللہ عنہ کی پیشانی غیر اللہ کے سامنے جھکی۔ دورِ جہالت میں بھی آپ رضی اللہ عنہ کا دامن گناہوں اور آلودگیوں سے پاک رہا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی سیرت کے ہر دو پہلو علمی اور عملی مثالی اور سیرتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آئینہ دار تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے کردار کی رفعت وتقدس کا اندازہ محسنِ انسانیت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے لگایا جاسکتا ہے، جس میں فرمایا:

''علی (رضی اللہ عنہ) کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔''

علم و فضل

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بے پایاں شجاعت کے مالک اور مردِ میدان تو تھے ہی ساتھ علم و

Marfat.com

فضل کے میدان میں بھی ان کا مرتبہ بہت بلند تھا' آپ رضی اللہ عنہ علم کے بے پایاں سمندر تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی علمی رفعتوں اور عظمتوں کے ثبوت کے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان کافی ہے:۔

''میں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) علم کا شہر ہوں اور علی (رضی اللہ عنہ) اس کا دروازہ ہے۔''

آپ رضی اللہ عنہ قرآنِ مقدس کے حافظ تھے اور اس کے معانی و مطالب پر عبور حاصل تھا فصاحت و بلاغت میں بے مثل تھے۔ ''نہج البلاغہ'' جو ان کے خطابت و مکاتیب کا مجموعہ ہے' اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ حد درجہ خوش گفتار اور شیریں بیان تھے۔ فنِ تقریر کے ساتھ فنِ تحریر میں بھی کمال حاصل تھا۔ لکھتے تو کاغذ کا دامن خوش نما پھولوں سے جگمگا اٹھتا۔

آپ رضی اللہ عنہ مملکت علمِ فقہ کے شہر یار اور تاجدار تھے۔ قرآن و سنت سے مسئلہ کا حل تلاش کرنے میں بڑی قدرت حاصل تھی۔ شیخین رضی اللہ عنہم کے ادوارِ خلافت میں بڑے بڑے پیچیدہ مسائل کے حل پیش کیے۔ سیدنا فاروق اعظم نے جو محکمہ افتاء قائم کیا تھا اس کے مفتی اعظم تھے۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عربی زبان پر عبور حاصل تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو عربی قواعد کا موجد قرار دیا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی سرپرستی اور راہنمائی میں آپ رضی اللہ عنہ کے ایک شاگرد نے عربی قواعد پر ایک رسالہ مرتب کیا تھا۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ شعر و سخن میں بھی بلند مرتبہ کے حامل تھے' آپ رضی اللہ عنہ کے اشعار حکمت و دانش کے بھرپور خزانے اپنے دامن میں سمیٹے ہوتے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اشعار سے پھول کھل اٹھتے اور مردہ دل زندہ ہو جایا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اقوالِ زریں آج تک لوگوں کے لیے رشد و ہدایت کی روشنی فراہم کرتے ہیں اور فکر و عمل کی دعوت دیتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے 586 احادیث روایت کی ہیں۔

شجاعت

شجاعت امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پاکیزہ سیرت کا زیور اور کردار کا بنیادی

Marfat.com

وصف تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کی شجاعت کا اعتراف کرتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کو حیدر کرار اور آپ رضی اللہ عنہ کی شمشیر کو ذوالفقار کے خطاب سے نوازا۔ شجاع اس شخص کو قرار دیا جاتا ہے جو مد مقابل کی قوت و جبروت کو خاطر میں لائے بغیر اور حالات کی سنگینی کی پرواہ کیے بغیر حق و صداقت کے احیاء کے لیے جان کی بازی لگا دے اور یہ وصف شیرِ خدا میں بدرجہ اتم پایا جاتا تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے تمام اہم غزوات میں شرکت کی اور جرأت و مردانگی کے ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے جن کے تذکرہ سے تاریخِ اسلام کے اوراق آج تک جگمگا رہے ہیں۔ غزوۂ خندق میں جب عرب کا بڑا شہ زور، پہلوان اور شہسوار گھوڑا دوڑاتے ہوئے خندق عبور کر کے عساکر اسلام کے سامنے پہنچ کر اپنی عظمت کے ترانے گاتے ہوئے لاف زنی کرنے لگا اور مبارزت کے لیے مسلمانوں کو بلانے لگا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی غیرتِ اسلامی، جوشِ مردانگی اور شجاعت کو گوارہ نہ ہوا کہ کافر بار بار ''ھل من مبارز'' کے نعرے بلند کرتا رہے اور غلامانِ مصطفیٰ ﷺ میں سے کوئی اسکے مقابلہ پر نہ نکلے۔ آپ رضی اللہ عنہ سپہ سالار عساکر اسلامی سید عالم ﷺ کی اجازت پا کر اس طرح نکلے جس طرح ''کڑی کمان کا تیر'' اور پھر ذوالفقار حیدری برق تپاک کی طرح بے نیام ہوئی لہرائی اور گھبر نا ہنجار کا سرِ پُر غرور خاک و خون میں غلطاں و پیچاں نظر آنے لگا۔ مصطفیٰ ﷺ اور غلامانِ مصطفیٰ نے نعرہ ہائے تکبیر سے شیرِ خدا کو خراجِ تحسین پیش کیا۔

خیبر کا قلعہ ناعم بے حد مضبوط اور اس کا کمان دار مرحَب بڑا بہادر اور شہ زور تھا۔ عساکر اسلامی نے یہود کی عہد شکنی کی مسلسل وارداتوں کے بعد خیبر پر چڑھائی کی تو کئی روز کی معرکہ آرائیوں کے باوجود قلعہ ناعم فتح نہ ہوسکا۔ ایک روز اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ کل جھنڈا ایسے شخص کے ہاتھ میں دیا جائے گا جو ناعم کو فتح کرے گا۔ اگلی صبح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو طلب کیا تو عرض کی گئی کہ وہ صاحبِ فراش ہیں۔ آنکھیں شدت کے ساتھ دکھتی ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں نہ چل سکتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان پر ایک صحابی بازو سے پکڑ کر لے آئے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آنکھوں پر لعابِ دہن لگا دیا۔ بس پھر کیا تھا! بیماری

جاتی رہی۔ آنکھیں بینا ہوگئیں۔ پرچم تھام کر شیر کی طرح گرجتے ہوئے قلعہ ناعم پر حملہ آور ہوئے۔ مرحب مقابلے پر آیا۔ اس کا سرتن سے جدا کر دیا۔ قلعہ کا وزنی دروزاہ اکھاڑ پھینکا اور جدال وقتال کرتے ہوئے قلعہ پر قابض ہو گئے۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی ابتدا سے انتہا تک شجاعانہ کارناموں سے معمور ہے۔ خاندان بنو ہاشم کی مخالفتوں کی پرواہ کیے بغیر دس سال کی عمر میں بلا خوف وتردد اسلام قبول کیا اور اعلان کر دیا کہ جو میرے آقا سے نبرد آزما ہونے کی کوشش کرے گا میں اس کا مقابلہ کروں گا۔ شجاعت کا اس سے بڑا کارنامہ کیا ہوگا کہ ہجرت کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر سو گئے جبکہ اس حقیقت کا علم تھا کہ خونخوار دشمن خون آشام تلواریں لیے کاشانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھیرے ہوئے ہیں اور صبح جس وقت یلغار کرتے ہوئے وہ مکان میں داخل ہوں گے تو اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لیے ان پر ٹوٹ پڑیں گے۔ غزوہ بدر میں عتبہ وشیبہ نے انفرادی جنگ میں جب انصار کے ساتھ جنگ کرنے سے انکار کر دیا تو یہ علی شیرِ خدا ہی تھے، جو خالقِ کائنات کی قدوسیت کے ترانے گاتے ہوئے خم ٹھونک کر کفر کے سرغنوں کے مقابلہ میں جا کھڑے ہوئے اور اپنی بے مثال شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کو خاک وخون میں تڑپا کر رکھ دیا۔ پہلے اپنے مدمقابل ولید بن عتبہ کا سرتن سے جدا کیا پھر دیکھا کہ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ شیبہ کے ہاتھوں زخمی ہو چکے تھے۔ پیکر شجاعت شیرِ خدا ذوالفقارِ حیدری کو لہراتے ہوئے شیبہ کے سر پر جا پہنچے اور شمشیر کا ایسا جچا تلا وار کیا کہ شیبہ کا جسم دو ٹکڑے ہو گیا۔

غزوۂ احد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جرأت وشجاعت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ دوسرے غزوات کی طرح غزوہ احد میں بھی حیدر کرار نے بے مثال کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دادِ شجاعت پائی۔ دَرہ والوں کی جلد بازی سے جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اچانک دَرہ خالی دیکھ کر مسلمانوں پر زبردست حملہ کر دیا تو سراسیمگی کے حالات پیدا ہو گئے۔ لشکرِ اسلام بکھر گیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشمنوں میں گھر گئے۔ کئی صحابہ رضی اللہ عنہم درجہ شہادت

Marfat.com

پر فائز ہو گئے۔ جیتی ہوئی جنگ حضور ﷺ کے ایک فرمان پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے شکست میں تبدیل ہوتی نظر آئی۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے بے حد مشابہت رکھتے تھے۔ ان کی شہادت کی وجہ سے اور کفار کے پروپیگنڈہ کی وجہ سے مسلمانوں میں بات چل نکلی کہ اللہ کے رسول ﷺ شہید ہو گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ خبر سن کر پریشان ہو گئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں ''جب کفار نے مسلمانوں کو گھیر لیا اور مجھے حضور اقدس ﷺ نظر نہ آئے تو میں بے تاب ہو گیا۔ میں نے دل میں سوچا کہ حضور ﷺ کے فرار ہونے کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ پس میں نے آپ کی تلاش شروع کر دی۔ زخمیوں میں تلاش کیا کہیں نظر نہ آئے۔ پھر شہداء میں ڈھونڈتا پھرا نہ ملے۔ اب میرے دل میں ایک عجیب خیال آیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب کو آسمانوں پر اٹھا لیا ہے۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اس صورتِ حال میں بیٹھ رہنے یا بھاگ جانے سے بہتر یہ ہے کہ دشمنوں میں گھس جاؤں یہاں تک کہ جان دے دوں۔ تلوار لے کر دشمنوں کے لشکر میں گھس گیا۔ میں آگے ہی بڑھتا چلا گیا' یہاں تک کہ میری نگاہ رسول اکرم ﷺ کے مقدس رخِ انور پر پڑی۔ میرا دِل مسرت سے سرشار ہو گیا۔ میں دشمنوں پر وار کرتا راستہ بناتا اپنے آقا کے قدموں میں پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ کفار کا ایک گروہ تلواریں لہراتا ہوا اللہ کے رسول ﷺ کی طرف بڑھتا چلا آتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''علی ان کو روکو'' میں نے تنہا اس جماعت کا مقابلہ کیا۔ کچھ مارے گئے اور کچھ بھاگ کھڑے ہوئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک اور جماعت حملہ کے لیے آگے بڑھی حضور ﷺ نے پھر فرمایا: ''علی ان کو روکو'' میں تنہا پھر اس جماعت کے سامنے ڈٹ گیا اور کسی ایک کو بھی حضور ﷺ کے قریب نہ پھٹکنے دیا۔'' اسی وقت جبرائیل امین حاضر ہوئے اور حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ کی جوانمردی اور بروقت مدد کی تعریف کی۔ حضور ﷺ نے سن کر فرمایا: ''علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔'' جبرائیل امین نے سن کر فرمایا: ''اور میں آپ دونوں میں سے ہوں۔''

فقر وقناعت

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جس عظیم آقا ﷺ کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی اس کے سر پر قناعت کا تاج تھا۔ شیرِ خدا نے اپنے آقا کی یہ سنت خوب اپنائی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے آقا کے نقوشِ پا کو چوم کر اور جھوم کر ان پر چلا کرتے تھے۔ اپنے آقا ﷺ کی فقر وقناعت کو زندگی کا اوڑھنا اور بچھونا بنالیا تھا۔ بستر کی راحتوں سے بے نیاز حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک مرتبہ جو فرش خاک پر سو گئے تو جسمِ اطہر خاک سے اٹ گیا۔ اسی حالت میں محسنِ انسانیت ﷺ نے اپنے محبوب کو دیکھ لیا تو ''ابوتراب'' کی کنیت سے نواز دیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خاتونِ جنت کا رشتہ اللہ کے رسول ﷺ سے طلب کیا اور آپ نے عطا فرما دیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس شادی کے اخراجات کے لیے زرِ نقد کچھ بھی نہ تھا۔ اپنی زرہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فروخت کر کے اخراجات پورے کیے۔ اپنا مکان نہیں تھا۔ ایک صاحب حیثیت اور مال دار صحابیؓ نے جن کے پاس کئی مکان تھے' خوشی خوشی ایک مکان درویش منش حیدر کرارؓ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ گھر میں کئی کئی روز چولہا نہ جلتا تھا۔ فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا خود گھر بھر کا کام کیا کرتی تھیں۔ گھر میں خادمہ نہ تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خود پانی بھر کر لاتے تھے۔ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا چکی پیستی تھیں۔ ہاتھوں میں چھالے پڑ جایا کرتے تھے۔ خوش حالی کا دور بھی دیکھا پھر بھی اکثر جو کی خشک روٹی پر گزارہ کر لیتے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ایک مہمان نے آپ رضی اللہ عنہ کے دستر خوان پر خود لذیز کھانے کھاتے ہوئے جب ان کو خشک روٹی کے ٹکڑے پانی میں بھگو کر کھاتے ہوئے دیکھا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ آپؓ کی نان جویں ضرب المثل بن چکی ہے۔ علامہ اقبالؒ نے مسلمانوں کی زبوں حالی کا ذکر کرتے ہوئے ان کے لیے قوت بازوئے حیدرؓ اللہ تعالیٰ سے طلب کی، فرماتے ہیں:

جسے نان جویں بخشی ہے تو نے   اسے بازوئے حیدرؓ بھی عطا کر

Marfat.com

محنت ومزدوری سے رزقِ حلال کمانے میں عار محسوس نہیں کرتے تھے' ایک دفعہ گھر میں کچھ نہ تھا۔نوبت فاقوں تک پہنچ گئی۔محنت مزدوری کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔اطرافِ مدینہ میں ایک بوڑھی عورت نے کھیت کو پانی دینے پر لگا دیا۔کھیت کو سینچ کر مٹھی بھر کھجوریں حاصل کیں۔مختصر یہ کہ وہ شہنشاہِ فقر تھے۔ان کے خزانے زہد' تقویٰ' قناعت اور صبر کے سکون سے معمور رہا کرتے تھے۔

سادگی

امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی زندگی بہت سادہ تھی۔لباس خوراک۔بودوباش غرضیکہ ہر شعبہ زندگی میں سادگی کا چلن تھا۔خوراک معمولی اور بالکل سادہ تناول فرمایا کرتے تھے۔اکثر جو کی خشک روٹی سے پیٹ بھر لیا کرتے تھے۔بعض اوقات روٹی کے خشک ٹکڑے پانی میں بھگو کر نرم کر کے کھا لیا کرتے تھے۔اکثر وبیشتر نمک کے ساتھ روٹی کھایا کرتے تھے۔ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی نے آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے جو کی روٹیاں' دودھ کا پیالہ اور نمک لاکر رکھا۔آپ رضی اللہ عنہ نے دودھ کا پیالہ واپس کرتے ہوئے فرمایا میرے لیے نمک اور روٹی کافی ہے۔بعض اوقات محض چند کھجوریں کھا کر وقت گزار لیا کرتے تھے۔ایک دفعہ کسی نے فالودہ کا ایک پیالہ آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا کچھ دیر اس کو غور سے دیکھتے رہے اور پھر فرمانے لگے:

''تیری بو میں مہک ہے' رنگ میں حسن ہے اور ذائقہ میں لذت ہے مگر میں تیرا عادی ہونا نہیں چاہتا۔''

آپ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک بدو مالی اعانت کے لیے حاضر ہوا' آپ رضی اللہ عنہ گھر پر موجود نہ تھے۔حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اسے لذیذ کھانا پیش کیا۔اس دوران حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے اور مسجد نبوی کے صحن میں کھانا کھانے لگے۔بدو نے دیکھا کہ ایک شخص روٹی کے خشک ٹکڑے پانی میں بھگو کر کھا رہا ہے۔یہ دیکھ کر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا' میری طبیعت کو گوارہ نہیں کہ میں لذیذ کھانوں سے پیٹ بھروں اور وہ شخص روٹی کے خشک ٹکڑے

Marfat.com

کھائے۔ میں اسے اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے اور فرمایا ''تم کھانا کھاؤ وہ تمہارے ساتھ کھانے میں شریک نہیں ہوں گے وہ میرے باپ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) امیر المومنین ہیں۔'' کھانے کے بعد بدو کو جب آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو اس کا دامنِ امید پُر کر دیا اور وہ خوشی خوشی رخصت ہو گیا۔

خوراک کے ساتھ لباس بھی سادہ استعمال فرمایا کرتے تھے' آپ رضی اللہ عنہ کے پاس اوڑھنے کی ایک چادر تھی' جس سے سر چھپاتے تو پاؤں کھل جاتے۔ پاؤں ڈھانکتے تو سر برہنہ ہو جاتا تھا۔ مدینہ منورہ میں سر چھپانے کے لیے ایک معمولی مکان تھا۔ عمر بھر اس سے بڑھ کر کسی چیز کی خواہش نہ کی۔ عالیشان محلات سے نفرت تھی۔ مدینہ منورہ سے کوفہ تشریف لے گئے تو دارالامارت میں فروکش ہونے کی بجائے ایک میدان میں خیمہ لگایا۔ لوگوں کے اظہارِ تعجب پر فرمایا: ''عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی عالی شان محلات کو حقارت کی نظر سے دیکھا۔ مجھے بھی اس کی حاجت نہیں۔''

آپ رضی اللہ عنہ کی عادات بھی بالکل سادہ تھیں۔ تکلفات بے جا سے پرہیز کرتے تھے۔ نیند آتی تو بلا تکلف فرشِ خاک پر سو جاتے۔

ترکِ دنیا

دنیا بہت پُرکشش ہے۔ انسان اس کی لذتوں کا گرویدہ ہے۔ یہ انسان کو اپنے فریب میں مبتلا کر کے اپنے اشاروں پر رقص کرنے پر مجبور کر دیتی ہے' لیکن وہ لوگ جن کے قلوب اللہ کی محبت اور اس کے ذکر سے معمور ہوتے ہیں' دنیا کی محبت ان میں سما نہیں سکتی۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا شمار ان لوگوں میں ہی ہوتا ہے جو دنیا میں رہ کر اس سے بے تعلق رہے۔ دنیا کی لذتیں ان کے دل میں راہ نہ پا سکیں۔ راتوں کی تنہائیوں میں وہ کئی بار دنیا کو ان الفاظ سے خطاب کرتے ہوئے سنے گئے:

''کیا میرے سامنے بن سنور کر آئی ہے اور مجھ پر کمند ڈالتی ہے؟ میں تجھے ہمیشہ کے لیے

Marfat.com

الگ کر چکا ہوں تیری عمر تھوڑی ہے۔ تیری مجلس حقیر ہے۔ تیری ہلاکت آسان ہے۔ آہ! زادِ راہ کم ہے۔ سفر طویل اور راستہ اجاڑ ہے"۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ دنیا کو سیّدِ عالم ﷺ کے فرمان کے مطابق مردار قرار دیا کرتے تھے۔ جس طرح مردار حرام ہے اسی طرح مردِ مومن کے لیے عاقبت کی فکر اور اللہ کی محبت کو ترک کر کے دنیا کو اختیار کرنا حرام ہے۔ کتے چونکہ مردار پر جھپٹ کر آتے ہیں اس لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دنیا سے محبت کرنے والے کو کتوں کا ہم نشین قرار دیا ہے۔ ان کا ایک حکیمانہ قول مشہور ہے۔ فرماتے ہیں:

"دنیا مردار ہے اور جو اسے حاصل کرنا چاہتا ہے اسے کتوں کی صحبت کے لیے تیار رہنا چاہیے۔"

دنیا سے بے رغبتی کا یہ عالم تھا کہ سیّدہ فاطمہؓ خاتونِ جنت جو معمولی سا جہیز لائی تھیں، کئی سال گزر جانے کے باوجود اس میں ایک چیز کا بھی اضافہ نہ ہو سکا۔ شہنشاہ عرب و عجم، مقصودِ کائنات فخرِ موجودات کی لختِ جگر، خاتونِ جنت جہیز کیا لائی تھیں؟

بان کی چارپائی، چمڑے کا گدا جس میں کھجور کے پتے تھے، ایک چھاگل، ایک مشکیزہ، دو چکیاں اور مٹی کے گھڑے اور...... بس!

شب بیداری

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ شب بیدار اور عبادت گزار تھے۔ عبادت و ریاضت آپ کی زندگی کا مقصد تھا۔ ذوقِ عبادت اپنے آقا سیّدِ عالم ﷺ سے پایا تھا۔ جب نماز کی ادائیگی کے لیے اللہ رب العزت کے حضور کھڑے ہوتے تو دنیا کی کچھ خبر نہ رہتی یہاں تک کہ اپنے جسم پر ہونے والی واردات کی بھی خبر نہ ہوتی۔ ایک دفعہ جسم میں تیر پیوست ہو گیا اس قدر گہرا چلا گیا کہ نکالنا مشکل ہو گیا۔ فرمایا جب میں نماز کے لیے کھڑا ہو جاؤں تو تیر نکال لینا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب تیر نکالا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اف تک نہ کی۔ زبیر بن سعید کا بیان ہے کہ بنو ہاشم میں

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی عبادت گزار نہ تھا۔ سریر آرائے خلافت ہوئے تو عبادت میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ دن بھر امورِ سلطنت میں مصروف رہتے اور رات بھر اپنے خالق کے حضور رکوع وسجوع کے مزے پاتے۔

نماز کے ساتھ ساتھ روزہ بڑی محبت سے رکھتے تھے رمضان کے فرض روزوں کے علاوہ اکثر روزے رکھا کرتے تھے۔ بعض دفعہ یوں بھی ہوتا کہ روزہ افطار کرنے کے لیے گھر میں کچھ نہ ہوتا تو محض پانی یا کھجور سے روزہ افطار کر کے اللہ کا شکر ادا کرتے۔ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے ''حضرت علی کرم اللہ وجہہ بڑے روزہ دار اور عبادت گزار تھے۔ حافظِ قرآن تھے۔'' کہا جاتا ہے کہ گھوڑے کی پشت پر سوار ہوتے اور قرآن پاک ختم کر لیتے۔

خشوع وخضوع کا یہ عالم تھا کہ جب نماز کا وقت قریب آتا امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حالت غیر ہونے لگتی' چہرے کا رنگ بدلنے لگتا' بدن پر کپکپی طاری ہو جاتی۔ ایک دفعہ کسی ساتھی نے پوچھ لیا کہ یہ کیسی کیفیت ہے؟ تو فرمایا: ''اس امانت کے ادا کرنے کا وقت آ گیا ہے' جس کو آسمان و زمین نہ اٹھا سکے۔ پہاڑ جسے اٹھانے سے عاجز آ گئے۔ میرا دل کانپ کانپ جاتا ہے کہ اس امانت کا حق ادا کر سکوں گا یا نہیں۔''

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عشق محض زبانی دعویٰ کا نام نہیں بلکہ عشق اس ذہنی کیفیت کا نام ہے' جس میں مبتلا ہو کر کوئی شخص اپنے محبوب کے لئے تن من دھن کی بازی لگانے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ وہ محبوب کی اداؤں کا اسیر ہو جاتا ہے' وہ محبوب کے نقوشِ پا کو دیکھ کر چلتا ہے اور ان سے سرمو انحراف نہیں کرتا۔ اس کا قلب محبوب کی خیر خواہی سے معمور ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسا ہی عشق تھا اور سیّدنا علی ابنِ ابی طالب رضی اللہ عنہ تو عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سرشار تھے۔ عالمِ طفلی سے ہی صحبتِ حبیبِ کبریا کی بہاریں نصیب تھیں۔ حسنِ عالمتاب کے قرب سے شعلۂ عشق کیوں نہ بھڑکتا!

Marfat.com

شعلہ بھڑکا اور قلب وروح کی گہرائیوں سے مصطفیٰ کریم ﷺ کے عشق سے سرشار ہوگئے اور عشق کا رنگ اتنا گہرا تھا کہ وقت کی اکائیاں اس میں کمی کا باعث نہ بن سکیں' بلکہ ہر گزرتے دن کے ساتھ جوشِ عشق میں اضافہ ہوتا گیا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق تبلیغ دین کے کام کا آغاز گھر سے کیا۔ بنو ہاشم کو پُرتکلف دعوت پر بلایا، اکل وشرب کے ذریعے جب درسِ توحید کا آغاز کیا تولات و منات کے پجاری بھڑک اٹھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جن کی عمر محض نو سال تھی، کمزور بھی تھے اور بیمار بھی لیکن عشقِ حبیبِ کبریا ﷺ سے سینہ معمور تھا۔ اٹھ کر برملا اعانت واطاعت کا دم بھرنے لگے۔ ہجرتِ مصطفوی ﷺ کا وقت آیا تو حضور ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سو جانے کی ہدایت کی اور پوچھا کہ جو کفار گھر کے باہر ننگی تلواریں لیے صبح کے انتظار میں کھڑے ہیں اگر انہوں نے تمہیں میرے مغالطہ میں قتل کر ڈالا تو کیا ہوگا؟

عاشقِ حبیبِ کبریا کا جواب سنیئے۔ عرض کرنے لگے:

"یارسول اللہ ﷺ! میں اس بات پر راضی ہوں کہ میری روح حضور ﷺ کی روح مبارک کی حفاظت میں کام آئے۔ میرا نفس حضور ﷺ کی ذات پر قربان ہوجائے۔ کیا میں زندگی سے بجز اس کے محبت کر سکتا ہوں کہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں گزرے؟" حیدرِ کرار کے عشق کی گہرائی اور گیرائی کا اس امر سے اندازہ کیجیے کہ بات جسم سے آگے روح تک جا پہنچی ہے۔

غزوہ احد میں جب عاشقِ صادق کو میدانِ کارزار میں اپنے پیارے محبوب کا جلوہ نظر نہ آیا اور ساتھ ہی یہ روح فرسا خبر سماعتوں سے ٹکرائی کہ حضور ﷺ شہید کر دیئے گئے تو دنیا اندھیر ہوگئی۔ زندگی وقعت سے محروم ہوگئی۔ ذوالفقارِ حیدری کو لہرا کر کفار کے جمگھٹے میں کود پڑے۔ کشتوں کے پشتے لگاتے ہوئے بڑھتے چلے گئے اور پھر اپنے آقا کو کفار میں گھرے کھڑے پایا۔ شیرِ نر کی طرح جست لگا کر کفار پر ٹوٹ پڑے اور ان کو حضور سے دور ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ اللہ کے رسول ﷺ اس انوکھے جذبہ فدائیت پر تبسم کناں فرمانے لگے۔ "علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔"

Marfat.com

معاہدہ حدیبیہ کی کتابت کے دوران جب سہیل بن عمرو نے حضور ﷺ کے نام کے ساتھ "رسول اللہ ﷺ لکھنے پر اعتراض کیا اور حضور نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو قلم زن کرنے کو کہا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ فدا کار نبی نے عرض کی "آقا! میرا قلم بھلا اس گستاخی کا متحمل ہو سکتا ہے"! حضور ﷺ نے ان کے ہاتھ سے قلم لے کر خود ان الفاظ پر سیاہی پھیر دی۔

مختصر یہ کہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی مہک میں بسا ہوا تھا۔

مہمان نوازی

مہمان نوازی دور جہالت میں بھی اہلِ عرب کا ایک وصف قرار دیا جاتا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے مقدس اسوۂ حسنہ سے اس کو اور زیادہ اجاگر کر دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم جنہوں نے آنحضور ﷺ کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی تھی دیگر اوصافِ حمیدہ کے ساتھ ساتھ مہمان نوازی کے وصف میں بھی درجہ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ گھر میں مہمان آجاتا تو اس کی خاطر و مدارت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے۔ مہمان کو اللہ کی رحمت گردانتے تھے اور جب کوئی مہمان نہ آتا تھا تو اداس ہو جایا کرتے تھے۔

ایک روز حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک جگہ بیٹھے رو رہے تھے جب رونے کی وجہ پوچھی گئی تو فرمانے لگے:

"سات روز سے میرے گھر میں کوئی مہمان نہیں آیا اس لیے رو رہا ہوں۔

عفو و درگزر

انسانی اوصاف و اقدار میں عفو و درگزر کو بہت بلند مقام حاصل ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ

Marfat.com

نے معاشرہ کی بقا کے لیے اس کی اہمیت کو اجاگر بھی کیا اور خود اس کا عملی نمونہ بھی پیش کیا۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اس اعلیٰ اخلاقی وصف میں بہت بلند مقام کے حامل تھے۔ عزیز و اقارب اور دوستوں کی زیادتیوں کو برداشت کر لینا تو کوئی بڑی بات نہیں۔ دشمنوں کو اس وقت معاف کر دینا یا درگزر کرنا جب ان پر پورا اختیار و اقتدار حاصل ہو جائے عظمت کی دلیل ہے۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ وصف اپنے آقا سیّدِ عالم ﷺ سے پایا تھا۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے وہ منظر دیکھا تھا' جب آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے موقعہ پر اپنے جانی دشمنوں کو ''لا تشریب علیکم الیوم'' کہہ کر معاف فرما دیا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قاتل ابنِ ملجم جب آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو فرمایا ''اگر میں زندہ بچ گیا تو اسے معاف کرنا یا سزا دینا خود میرے اختیار میں ہوگا اور اگر میری موت واقع ہو گئی تو اس کو ایک وار سے قتل کرنا جس طرح اس نے مجھے ایک وار سے کیا ہے۔ اس کے اعضاء نہ کاٹنا۔ اس کی لاش کو خراب نہ کرنا۔''

ایک دفعہ ایک کافر کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ برسرِ پیکار تھے۔ بالآخر اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اس کافر پر غلبہ عطا فرمایا۔ آپ اس کی چھاتی پر سوار ہو گئے اور تلوار سے سر قلم کرنے لگے۔ دشمن نے جب موت کو اپنے سر پر منڈلاتے دیکھا تو عالمِ بدحواسی میں ازراہِ بغض و عناد آپ کے پاکیزہ چہرے پر تھوک دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فوراً اس کی چھاتی سے اتر آئے اور اسے جانے کی اجازت دے دی۔ وہ عالمِ حیرانی میں پوچھنے لگا: ''آپ نے مجھے چھوڑ کیوں دیا؟''

فرمایا: ''میں تمہیں محض اللہ کی رضا کے لیے قتل کر رہا تھا' جب تم نے میرے چہرہ پر تھوک دیا تو مجھے غصہ آ گیا۔ اس کے بعد اگر میں تمہیں قتل کرتا تو میرا عمل خالص اللہ کی رضا کے لیے نہ ہوتا اس لئے میں نے عفو و درگزر سے کام لیتے ہوئے تمہیں چھوڑ دیا۔''

معرکہ آرائی کے دوران ایک دفعہ آپ کا ایک حریف ذوالفقارِ حیدری کی تاب نہ لاتے ہوئے گر پڑا اور برہنہ ہو گیا آپ چاہتے تو آسانی سے اس کا سر تن سے جدا کر سکتے تھے لیکن آپ

Marfat.com

نے اس کو چھوڑ دیا تا کہ اس کو شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔

جنگِ جمل جو آپ کو انتہائی عالمِ بے بسی میں سازشیوں کی ریشہ دوانیوں کے نتیجہ میں لڑنا پڑی، اس کے اختتام پر خود جا کر ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عافیت دریافت کی۔ اعلان فرمادیا کہ بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کیا جائے اور کسی کا سامان نہ لوٹا جائے۔ دونوں فریقین کے زخمیوں کی مرہم پٹی کروائی۔ فریقین کے مقتولین کے کفن دفن اور جنازہ کا انتظام کیا۔

خوارج کی زیادتیوں پر بار بار عفوودرگزر کا مظاہرہ کیا۔ ان کے خلاف اس وقت فوج کشی کی جب انہوں نے کھلی بغاوت کا اعلان کر کے بے گناہ مسلمانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹنا شروع کر دیا۔

جنگِ جمل اور صفین میں جن لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی مدد نہ کی بعد میں ان سے کوئی مواخذہ نہ کیا۔ اس سلسلہ میں کئی نام لیے جاسکتے ہیں۔

آخر میں ایک مکالمہ پیش کر رہا ہوں، جو امیر المومنین رضی اللہ عنہ اور خوارج کے مابین ہوا۔ اس کا مطالعہ کرنے سے آپ پر واضح ہو جائے گا کہ خوارج کے خشونت آمیز جوابات پر آپ کرم اللہ وجہہ نے کس طرح صبر و تحمل اور عفوودرگزر کا مظاہرہ کیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ: ''اے لوگو! ہم تمہارے ساتھ جنگ نہیں چاہتے ہمارے بھائیوں کے قاتلوں کو ہمارے حوالہ کر دو تا کہ ہم قصاص لیں اور چلے جائیں۔''

خوارج: ''(تلواریں لہراتے ہوئے) ہم سب ان کے قاتل ہیں، ہم ان کے اور تمہارے خون کو مباح سمجھتے ہیں۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ: ''تم میرے خون کو مباح کیوں گردانتے ہو؟''

خوارج: ''تم لوگوں نے حکم مقرر کر کے کفر کیا ہے؟''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ: ''حکم کے مقرر کرنے پر تم لوگوں نے ہی تو مجبور کیا تھا۔''

خوارج: ''ہم لوگوں نے بھی حکم مقرر کر کے کفر کیا تھا، لیکن ہم توبہ کر کے مسلمان ہو گئے

Marfat.com

ہیں۔ اگر تم بھی توبہ کرو تو ہم تمہارا ساتھ دینے کو تیار ہیں۔"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ: "میں کس طرح اپنے آپ کو کافر قرار دوں میں مومن ہوں۔ ایمان لایا، ہجرت کی، جہاد کیا۔"

خوارج: (چلا کر آپس میں کہنے لگے) "اس سے باتیں نہ کرو اس سے جنگ کرو۔"

اس مکالمہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بردباری اور جذبہ عفوودرگزر پر خوب روشنی پڑتی ہے۔ اس حد تک جانے کے بعد باغی خوارج کے خلاف فوجی اقدام ناگزیر ہو گیا تھا۔

سخاوت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دستِ کرم بہت کشادہ تھا۔ اللہ کی راہ میں دل کھول کر خرچ کرتے تھے۔ ان کے در سے سوالی کبھی خالی نہیں لوٹا کرتا تھا۔ اپنی ضروریات کی پرواہ کیے بغیر مانگنے والے کی جھولی بھر دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ روزہ سے تھے۔ افطار کا وقت قریب تھا کہ دروازے پر ایک سوالی نے دستک دی۔ پتہ چلا سوالی ہے اور بھوکا ہے۔ سامانِ خوردونوش جو افطار کے لیے تیار کیا گیا تھا وہ سوالی کے سپرد کر دیا گیا اور خود پانی سے روزہ افطار کیا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے جود وسخا اور عطا کے نظریہ کا اندازہ اس واقعہ سے کیجیے کہ ایک دفعہ کسی نے حاتم طائی کی سخاوت کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کیا کہ وہ مردِ سخی سوالی کو کبھی خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا تھا اور یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ ایک سوالی حاتم سے ایک دروازہ سے وصول کر کے دوسرے دروازہ پر چلا آیا۔ وہاں سے اسے خیرات ملی پھر تیسرے اور چوتھے دروازہ پر جا کر بھی خیرات پائی۔ حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے واقعہ سن کر فرمایا: یہ کوئی کمال نہیں کمال تو یہ ہے کہ ایک ہی مرتبہ سوالی کو اتنا مل جائے کہ اس کا دامن طلب تنگ ہو جائے۔ اس کی جھولیاں بھر جائیں تاکہ اسے بار دیگر دستِ طلب دراز ہی نہ کرنا پڑے۔

ایک مرتبہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خاتونِ جنت شدید علیل ہو گئیں جی چاہا کہ انار کھاؤں۔ حضرت

Marfat.com

علی کرم اللہ وجہہ بازار سے انار لے کر آرہے تھے کہ راستہ میں ایک سوالی مل گیا' جب اس نے گڑگڑا کر دستِ طلب دراز کیا تو حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے انار اس کے ہاتھ پر رکھ دیا اور خالی ہاتھ گھر چلے آئے۔ تھوڑی ہی دیر گزری ہوگی کہ دروازہ پر دستک کی آواز سن کر آپ نے دروازہ کھولا۔ وہاں ایک آدمی کو کھڑا پایا' جس نے آپ کی خدمت میں انار پیش کیے۔ گنے تو نو تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے واپس کر دیئے کہ یہ ہمارے نہیں ہیں۔

نووارد کہنے لگا کہ پہلے آپ نے لے لیے پھر گن کر واپس کر دیئے اس کی وجہ کیا ہے؟

فرمایا: ''میں نے ایک خیرات کیا تھا مجھے اللہ کے وعدہ پر پورا یقین ہے کہ وہ مجھے دس عطا فرمائے گا۔''

نووارد مسکرا کر کہنے لگا: آپ سچ فرماتے ہیں' انار دس ہی تھے' میں نے ان میں سے ایک آزمائش کے طور پر نکال کر الگ کر لیا تھا۔''

امانت و دیانت

امانت و دیانت کا تعلق صرف درہم و دینار اور سیم و زر سے ہی نہیں' بلکہ اس کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ اگر آپ کے پاس کسی کا کوئی راز ہے تو آپ اس راز کے امین ہیں۔ صاحبِ اقتدار ہیں تو اقتدار بھی قوم کی امانت ہے۔ صاحبِ علم وفن ہیں تو یہ بھی آپ کے پاس امانت ہے۔ رہا یہ سوال کہ امانت و دیانت کا معیار کیا ہے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس اختیار و اقتدار ہے تو وہ اس کو ان لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے استعمال کرے جنہوں نے اسے اقتدار سونپا ہے' یا جن کی خاطر اس کے سپرد اقتدار کیا گیا ہے۔ اگر کسی کے پاس کسی دوسرے کا راز ہے' تو اس راز کو افشا نہ کرے۔ اگر کسی کے قبضہ میں کسی کی دولت ہے تو اس میں خیانت نہ کرے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تربیت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ہوئی تھی' دیگر اوصاف کے علاوہ امانت و دیانت کا وصف بھی بدرجہ اتم ان کی ذات میں پایا جاتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اسی

Marfat.com

وصف کی بنا پر آنحضور ﷺ کے ہجرتِ مدینہ کے وقت آپ رضی اللہ عنہ پر مکمل بھروسہ کرتے ہوئے اہلِ قریش کی تمام امانتیں آپ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے رات بھر ان کی حفاظت کی اور باوجود اس کے کہ کفارِ مکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کے بھی سخت دشمن تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے ہر شخص کی امانت اسے صحیح سلامت لوٹائی اور پھر مدینہ کا رخ کیا۔

بیت المال کے استعمال میں بے حد احتیاط کو عمل میں لایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ گھر کی بدحالی کا خیال کر کے آپ کے غلام قنبر نے بیت المال میں سے کچھ قیمتی ظروف گھر کے لیے اٹھا لیے۔ جب امیر المومنین کو اس کی خبر ہوئی تو غلام کو بُری طرح جھڑک دیا اور فرمایا:

''برتن واپس کرو۔ کیا تم مجھے ہلاکت میں ڈالنا چاہتے ہو؟''

آلِ رسول ﷺ اولادِ علی رضی اللہ عنہ

قدرت کا اصول ہے کہ ہر شخص کی اولاد یا نسل اسی شخص کی پشت میں رکھی جاتی ہے، لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ خاص الخاص فضیلت حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آلِ رسول ﷺ کو آپ رضی اللہ عنہ کی پشت میں رکھا۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے آپ کی اولاد آلِ رسول ﷺ ہے اور رسولِ اکرم ﷺ کی نسل حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے چلی۔ میاں محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آل نبیؐ اولاد علیؑ دی شکل صورت انہاں دی
نام لیا لکھ پاپ نہ رہندے میل اندر دی جاندی

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد آلِ رسول ہے اور شکل وصورت میں حضور اکرم ﷺ سے مشابہت رکھتی ہے۔ ان کا نام لینے سے نہ صرف لاکھوں گناہوں کی بخشش ہوتی ہے بلکہ قلوب سے زنگ دور ہوتا ہے اور دل نور سے منور ہوتے ہیں۔

آپ کرم اللہ وجہہ رسولِ پاک ﷺ کے اہلِ بیت میں بھی شامل ہیں بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کا پورا گھرانہ

Marfat.com

ہی اہلِ بیت ہے۔

بابِ فقر' وارثِ وراثتِ فقر

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ''فقر'' پایا۔ (عین الفقر)
- چار صحابہؓ کو چار صفات حاصل ہیں:

صدق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو، محاسبہ نفس اور عدل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو، سخاوت و حیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اور علم اور ''فقر'' حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو۔ (اسرارِ قادری)

سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں راہِ معرفت کی درخواست پیش کی چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

- ''سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قربِ الٰہی کی سب سے افضل و آسان ترین راہ کی تمنّا کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وحی کا انتظار فرمایا چنانچہ جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور تین مرتبہ کلمہ (کلمہ توحید) کی تلقین کی جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بالکل اسی طرح دہرایا جس طرح کہ جبرائیل علیہ السلام نے ادا کیا۔ اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تلقین فرمائی اور پھر دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس جا کر ان سب کو تلقین فرمائی اور فرمایا: ''ہم چھوٹے جہاد سے لوٹ کر بڑے جہاد کی طرف آتے ہیں۔'' یعنی جہاد بالنفس کی طرف آتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے جو تمہارے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔'' تم اس وقت تک اللہ کی محبت نہیں جیت سکتے جب تک کہ اپنے اندرونی دشمنوں نفسِ امارہ، نفسِ لوامہ اور نفسِ ملہمہ کو زیر نہیں کر لیتے اور تمہارا وجود اخلاقِ ذمیمہ و بہیمیہ مثلاً زیادہ کھانے پینے، زیادہ سونے اور لغویات وغیرہ کی محبت اور عاداتِ وحشیانہ مثلاً قہر و غضب، گالی گلوچ اور مار پیٹ وغیرہ

Marfat.com

اور اخلاقِ شیطانیہ مثلاً کبر وعجب وحسد وکینہ اور ان جیسی دیگر بدنی وقلبی آفات سے پاک نہیں ہو جاتا کیونکہ وجود جب ان آلائشوں سے پاک ہو جاتا ہے تو وہ گناہوں کی اصل سے پاک ہو جاتا ہے اور مطہرین وتوابین میں شمار ہونے لگتا ہے جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے: اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ (بے شک اللہ تعالیٰ توابین ومطہرین سے دوستی رکھتا ہے۔ سورہ البقرہ 222) جو آدمی محض ظاہری گناہ سے توبہ کرتا ہے وہ اس آیتِ مبارکہ کے تحت نہیں آتا۔ وہ تائب ہے تواب نہیں ہے کہ لفظ تواب مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس سے مراد خواص کی توبہ ہے۔ پس وہ بخش دیا جاتا ہے۔ جو شخص محض ظاہری گناہوں سے توبہ کرتا ہے وہ اس آدمی کی مثل ہے جو اپنی فصل سے خودرو گھاس کی محض شاخیں کاٹتا ہے اور اُسے جڑ سے نہیں اکھیڑتا جس سے گھاس لامحالہ مزید بڑھ جاتی ہے۔ اس کے برعکس تمام گناہوں اور اخلاقِ ذمیمہ سے پکی سچی توبہ کرنے والا توّاب اُس شخص کی مثل ہے جو خودرو گھاس کو جڑ سے اکھیڑ دیتا ہے تو پھر وہ گھاس شاذ ونادر ہی اگتی ہے۔ اس کے بعد تلقین کا آلہ تلقین پانے والے طالب کے دِل سے ماسویٰ اللہ کے ہر نقش کو مٹا دیتا ہے کیونکہ جس نے کڑوا درخت نہ کاٹا اُس نے اس کی جگہ شیریں درخت نہ پایا پس اے اہلِ دیدار! اس سے عبرت حاصل کرو تاکہ تم فلاح پاؤ اور مقصود کو حاصل کرو۔ (فصل نمبر 5، سر الاسرار)

روایات میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں راہِ فقر کے حصول کے لیے تلقین کی خواہش کا اظہار کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا ''یا رسول اللہ ﷺ ہمیں وہ راستہ بتایئے جو خدا تعالیٰ سے بہت قریب اور نہایت افضل اور سہل الوصول ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''اے علیؓ خلوت اور تنہائی میں اپنے اللہ کے ذکر کی مداومت کیا کر۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ ''ہم کس طرح ذکر کریں؟ فرمایا ''اپنی دونوں آنکھیں بند کر لو اور مجھ سے تین مرتبہ سن اور پھر تو بھی تین مرتبہ سنا۔ پس آنحضرت ﷺ نے اپنی آنکھیں بند کر کے بلند آواز سے تین مرتبہ کلمہ طیبہ ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ'' پڑھا اور آپ رضی اللہ عنہ نے سنا۔ اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ نے آنکھیں بند کر کے تین مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ

Marfat.com

والسلام نے سنا۔ اس روز سے یہ ذکر صوفیہ میں جاری ہو گیا۔ (ریحان القلوب۔ شریف التواریخ)

یعنی سب سے پہلے کلمہ طیبہ کی باطنی و حقیقی تلقین آنحضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمائی اور توحید کی تعلیم دے کر مرتبہ وحدت پر پہنچایا۔

سیر لاقطاب، شریف التواریخ اور تواریخ آئینہ تصوف میں منقول ہے کہ ایک روز حضرت رسول اکرم ﷺ کی محفل اقدس میں چاروں اصحابِ کبار رضی اللہ عنہم بیٹھے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ہم کو شبِ معراج میں جو خرقہ فقر جنابِ ربانی سے عطا ہوا تھا وہ اگر تم کو پہنایا جائے تو اس کا حق کس طرح ادا کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا "یا حضرت میں صدق اختیار کروں گا۔" پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھی یہی پوچھا' انہوں نے عرض کیا "میں عدل اختیار کروں گا۔" پھر یہی سوال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا' انہوں نے کہا "میں حیا اور تحمل کروں گا۔" پھر جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے یہی سوال کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر خرقہ فقر مجھے عطا ہو تو میں اس کے شکریہ میں پردہ پوشی اختیار کروں گا' لوگوں کے عیب ڈھانپوں گا اور ان کی تقاصیر سے درگزر کروں گا۔" اس پر آنحضرت (ﷺ) نے نہایت خوش ہو کر فرمایا "اے علی (رضی اللہ عنہ) جس طرح رضائے مولیٰ و رضائے محمد (ﷺ) تھی اس طرح سے تو نے جواب دیا ہے۔ پس یہ خرقہ تیرا ہی حق ہے' اُسی وقت آپ رضی اللہ عنہ کو خرقہ فقر پہنایا اور بشارت دی کہ تم شہنشاہ ولایت ہو اور میری تمام امت کے پیشوا ہو۔"

بے شک عفو و درگزر اور عیب پوشی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بہترین صفات ہیں بقول میاں محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ:

پردہ پوشی کم فقر دا میں طالب فقراواں
عیب کسے دے پھول نہ سکاں ہر ہک تھیں شرماواں

اور اگر امانتِ فقر کا وارث ان صفات سے متصف نہ ہو تو کسی انسان کو فقر کی راہ پر آگے نہ بڑھا سکے کہ انسان خطاؤں اور عیوب کا منبع ہے۔ امانتِ فقر کے وارث کا سب سے زیادہ ان صفات کا

Marfat.com

حاصل ہونا ضروری ہے تا کہ امت کے طالبانِ راہِ حق کے عیب ڈھانپ کر ان کو اس راہ پر چلا سکے۔

ایک اور روایت میں منقول ہے کہ ایک روز حضرت جبرائیل علیہ السلام چار عدد کلاہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے اور کہا کہ یہ جناب باری تعالیٰ نے بھیجی ہیں کہ ان کو اپنے سر پر رکھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے یک ترکی کلاہ سر پر رکھی اور پھر وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھی، پھر دوترکی کلاہ اپنے سر پر رکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پہنا دی۔ پھر کلاہ سہ ترکی سر پر رکھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائی پھر کلاہ چہار ترکی خود زیبِ سر فرما کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سر پر اپنے مبارک ہاتھ سے رکھی اور فرمایا ''اے علی رضی اللہ عنہ مجھے حکم تھا کہ میں کلاہ چہار ترکی تجھے پہناؤں، یہ تیری کلاہ ہے، جس شخص کو تو اس کے لائق جانے کہ وہ اس کا حق بجالا سکے گا اُس کو عطا کرنا۔ (اسرار الاولیاء، شریف التواریخ، تواریخ آئینہ تصوف)

اس قول سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وہ کلاہ امانت کے طور پر پہنائی گئی اور وہ ان کے توسط سے ان کے حکم سے، ان کی مرضی سے آگے امت کو منتقل ہوگی اور بلاشبہ اس کلاہ سے حقیقتاً مراد امانتِ فقر و امانتِ الٰہیہ ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت شریف اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ O (الرعد۔ 7) ترجمہ: ''(اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لیے راہِ راست دکھانے والے۔'' نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ میں ڈرانے والا ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ''آپ رضی اللہ عنہ راہ بتانے والے ہیں اور آپ سے ہدایت پانے والے ہدایت پائیں گے۔'' اسی ضمن میں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تا قیامت طالبانِ حق کو ہدایت سے سرفراز فرماتے ہیں، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جو تمام مسالک اور سلاسل میں یکساں مقبول ہیں، فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ سے وصل اور وصال کے دو طریقے اور راستے ہیں ایک نبوت کا طریقہ اور راستہ ہے۔ اس طریق سے اصلی طور پر واصل اور موصل محض انبیاء علیہم السلام ہیں اور یہ سلسلہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر ختم ہوا۔

Marfat.com

دوسرا طریقہ ولایت کا ہے۔ اس طریق والے واسطے (وسیلے) کے ذریعے (اللہ سے) واصل اور موصل ہوتے ہیں۔ یہ گروہ اقطاب، اوتاد، ابدال، نجبا وغیرہ اور عام اولیاء پر مشتمل ہے اور اس طریقے اور راستے کا واسطہ اور وسیلہ حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ کی ذاتِ گرامی ہے اور یہ منصبِ عالی آپؓ کی ذاتِ گرامی سے متعلق ہے اور اس مقام میں حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قدم مبارک حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کے سر پر ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم اس مقام میں حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ شامل اور مشترک ہیں۔

(مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلفاء

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مشہور چار خلفاء تھے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ اور حضرت امام کمیل رضی اللہ عنہ۔ ان کو تصوف میں چار پیر ارشاد یا چار خلفاء طریقت کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ان چار اکابرین سے چودہ بڑے سلاسل جاری ہوئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی نعمت سینہ بہ سینہ تمام مشائخ سلسلہ کے ذریعے آج تک اُمت میں چلی آرہی ہے۔

حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کا سلسلۂ روحانیت آئمہ اہلِ بیت کے ذریعے ہر زمانے میں جاری رہا ہے یہاں تک کہ بڑے بڑے اکابرینِ صوفیاء مثل حضرت فضیل بن عیاض، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہم نے آئمہ اہلِ بیت سے روحانی فیوض حاصل کیے اور بلند روحانی مدارج تک رسائی حاصل کی۔

سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مشہور خلیفہ حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ ہیں جن سے آپ کرم اللہ وجہہ کے تمام سلاسل کا آغاز ہوا۔ حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کے بہت خلفاء تھے جن میں سے دو زیادہ مشہور ہیں۔ حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حبیب عجمی

Marfat.com

رحمتہ اللہ علیہ، جن کے فیضِ تربیت سے تصوف کے چودہ بڑے خانوادے (سلاسل) وجود میں آئے۔ حضرت عبدالواحد بن زید رحمتہ اللہ علیہ سے پانچ خانوادے اور حضرت شیخ حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ سے نو خانوادے جاری ہوئے۔ یہ تمام سلاسل آج کل جمع ہو کر سلسلہ قادری، سلسلہ سہروردی اور سلسلہ چشتی میں ظاہر ہیں اور سلسلہ قادری کو فقر کی بدولت تمام سلاسل پر فوقیت حاصل ہے۔

خلیفہ راشد پنجم

امیر المومنین
سیّدنا حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ

آخری اور پنجم خلیفہ راشد امیر المومنین سیّدنا حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ خاتونِ جنت سیّدنا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور بابِ فقر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بڑے صاحبزادے اور فرزندِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے مناقب بیشمار ہیں کہ بیان سے باہر ہیں۔ جن کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے باغ کے دو پھول قرار دیا، وہ حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ، قربِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لحاظ سے کسی طور ایک دوسرے سے کم نہ تھے۔ دونوں کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ سے دونوں سے یکساں محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ دونوں کے نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجویز کیے، دونوں کو وقتِ پیدائش اپنا لعابِ دہن چکھایا۔ خود دونوں کے عقیقے کیے، دونوں کی پیدائش پر یکساں مسرت کا اظہار کیا۔ دونوں ہی دوشِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوار رہے۔ دونوں کو گود مبارک میں لیا۔ دونوں کی پرورش اور تربیت پر ایک جتنی توجہ دی اور دونوں کے متعلق فرمایا کہ "حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں" اور فرمایا "اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما۔" دونوں کو ہی جنت کے نوجوانوں کا سردار قرار دیا۔

شباہتِ ظاہری میں بھی دونوں حضرات آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مشابہ تھے۔ صحابہ

Marfat.com

کرام رضی اللہ عنہم کی روایات کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک جسم کے اوپر کے نصف حصہ یعنی شکل وصورت میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بالکل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے اور بقیہ نصف حصے میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کے لیے بے چین ہوتے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ساتھ ساتھ کھڑا کر کے دیکھ لیتے اور دونوں کے دیدار سے دیدارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پالیتے۔ شباہتِ ظاہری کے گواہ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں تو شباہتِ باطنی وروحانی کی گواہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ حدیث مبارکہ ہے کہ ''حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں۔'' یعنی دونوں ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمانی وروحانی وارث ہیں۔ فقر کی وراثت میں سے جو حصہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو ملا وہی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بھی ملا کیونکہ دونوں کو ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''خود سے'' قرار دیا۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی قرار دیا۔ ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ مبارکہ میں ایک بھی ایسا واقعہ یا جملہ نہیں ملتا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں شہزادوں میں سے ایک کو دوسرے پر فوقیت دی ہو۔ جو عمل ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ کیا اگر وہ امتی کریں گے تو خلافِ سنت اور خلافِ رضائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگا۔

روایت میں ہے کہ ایک بار حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ وامام حسین رضی اللہ عنہ نے تختی لکھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس آئے اور پوچھا کہ فیصلہ فرمائیں کہ ہم دونوں میں سے کس نے اچھا لکھا ہے۔ بڑے بڑے فیصلے کرنے والے باب العلم پریشان ہوگئے کہ اگر ایک کے خط کو اچھا کہتے ہیں تو دوسرے کی دل شکنی ہوتی ہے۔ فرمایا یہ فیصلہ تو میں نہ کر پاؤں گا۔ بہتر ہوگا تم اپنی والدہ کے پاس جاؤ۔ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہم حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تاکہ فیصلہ ہو سکے کہ کس کی لکھائی اچھی ہے لیکن وہ بھی لاجواب ہوگئیں اور فرمایا اس کا فیصلہ تو تمہارے نانا حضور ہی بہتر فرما سکتے ہیں۔ دونوں شہزادے نانا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے

Marfat.com

اور فیصلے کی درخواست کی۔ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام کائنات کا علم رکھنے کے باوجود اس سوال پرشش و پنج میں پڑ گئے۔ کس طرح ایک کی تحریر کو دوسرے سے بہتر قرار دے کر اپنے ایک شہزادے کی دل شکنی کرتے۔ فرمایا اچھا میں اس سلسلے میں جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کرتا ہوں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے۔ سلام عرض کرتے ہوئے کہا ''آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کا فیصلہ تو میرے بس میں بھی نہیں البتہ اللہ ہی اس کا فیصلہ بہتر فرما سکتا ہے۔ اللہ نے یہ ایک جنتی سیب بھیجا ہے۔ میں اوپر سے یہ سیب پھینکوں گا جس کی تختی پر گرے گا اس کی تحریر اچھی ہوگی۔'' حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اوپر سے وہ سیب پھینکا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ سیب دو ٹکڑے ہو کر آدھا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی تختی پر گر گیا اور آدھا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی تختی پر۔ (نزہت المجالس)

یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی دونوں شہزادوں کے درجات برابر ہیں اور وہ بھی ایک کو دوسرے پر فوقیت نہیں دیتا۔

ولادتِ باسعادت

سبطِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بابِ فقر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے گلشن کے پھول، زہرا رضی اللہ عنہا کے لعل حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ یکم رمضان المبارک کی شب مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ یہ سال 3ھ تھا۔ امام علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تاریخِ ولادت 15 رمضان 3ھ تحریر فرمائی ہے۔

اسمِ مبارک

آپ رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی حسن رضی اللہ عنہ، کنیت ''ابو محمد'' اور القاب ''مجتبیٰ''، ''تقی''، ''زکی''، ''سید''، ''شبیہ الرسول'' ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پانچ ماہ خلافت کی ذمہ داریاں بھی ادا کیں اس لیے آپ رضی اللہ عنہ کو

Marfat.com

خلیفہ پنجم بھی کہا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ پر خلافت ختم ہوگئی اس لیے آپ الخلفاء بالنص (خلافت کو ختم کرنے والے) بھی ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے دریافت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس فرزند کا نام کیا رکھا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ 'حرب' رکھا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ "نہیں یہ حسن ہے۔" بعض روایات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ دیر خاموش رہے یہاں تک کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام ہے اور پیغام ہے کہ ان کا نام حسن رکھا جائے۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام حسنؓ رکھا۔

لعابِ دہن و ادائے عقیقہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے نواسے کی ولادت پر اپنی بیٹی سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا میرے فرزند کو لاؤ۔" حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ایک زرد رنگ کے کپڑے میں ملبوس آپ رضی اللہ عنہ کو خدمت میں حاضر کیا۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر فرمائی اور آپ رضی اللہ عنہ کے مبارک دہن میں اپنا لعابِ دہن ڈال کر گھٹی کی رسم ادا کی۔

ساتویں روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود عقیقہ فرمایا اور آپ رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے بال منڈوائے اور حکم دیا کہ ان بالوں کے ہم وزن چاندی خیرات کی جائے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عقیقہ کرتے وقت یہ دعا فرمائی "اے میرے اللہ اس کی ہڈی بعوض مولود کی ہڈی کے ہے اور اس کا گوشت بعوض اس کے گوشت کے ہے اور خون اس کا بعوض خون اس کے ہے اور بال اس کے بعوض مولود کے بال ہیں۔ اے اللہ اس قربانی عقیقہ کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کی آل کو بچانے والا بنا۔ (جامع ترمذی، تذکرۃ الہمام)

Marfat.com

شباہتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

روایاتِ صحیحہ میں کثیر مقامات پر یہ تذکرہ موجود ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا حسن و جمال اپنے نانا جان حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ تھا۔ صحیح بخاری میں عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ''پس ایک مرتبہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نمازِ عصر پڑھ کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ نکلے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے کندھے پر اٹھالیا اور فرمایا میرے ماں باپ قربان اس بچے پر' یہ میرے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت مشابہ ہیں۔ یہ علی رضی اللہ عنہ کے مشابہ نہیں۔'' یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بہت مسکرائے۔ (بخاری شریف)

کنز العمال میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت موجود ہے ''جو شخص کسی ایسے کو دیکھنا چاہے کہ جو گردن سے لے کر روئے مبارک تک سرورِ دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سب سے زیادہ مشابہ ہے وہ میرے حسن (رضی اللہ عنہ) کو دیکھ لے۔'' (کنز العمال)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی بھی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ نہ تھا۔

زمانۂ طفولیت

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ چھ سال اور چار مہینے اپنے نانا حضور سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایہ عاطفت میں رہے اور سات سال سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جیسی طاہرہ ماں کی آغوش کے زیر تربیت رہے اور تقریباً عرصہ 37 سال اپنے والد بزرگوار سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے فیوض و برکات سے مستفیض رہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی پاکیزہ ہستیوں کی آغوش میں پرورش پانے

Marfat.com

والے امام جلیل میں یقیناً وہی تاثیر ہوگی جو ان عظیم ہستیوں میں ہے۔

روایات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے بے شمار محبت و الفت کے ثبوت موجود ہیں۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "میں حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو اس وقت سے محبوب رکھتا ہوں جب میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ریش انور میں انگلیاں ڈال رہے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں دے کر فرماتے ہیں "اے اللہ میں اسے اپنا محبوب رکھتا ہوں تو بھی اسے اپنا محبوب رکھ۔ (انوار الابصار)

دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اے اللہ مجھے حسن سے پیار ہے تو بھی ان سے پیار فرما اور جو کوئی ان سے محبت کرے تو اس کے ساتھ محبت فرما۔"

طبقات ابنِ سعد میں صحیح سند کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں "میں نے دیکھا اس حال میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حالتِ سجدہ میں تشریف لے جاتے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کی کمر مبارک پر سوار ہو جاتے۔ جب تک آپ رضی اللہ عنہ خود نہ اترتے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت تک سجدہ میں ہی رہتے اور میں نے دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع فرماتے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک پاؤں کے درمیان میں گھس جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع سے اٹھ کر سجدہ میں نہ جاتے جب تک وہ دوسری جانب سے نکل نہ جاتے۔"

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کندھے مبارک پر اپنے نواسے امام حسن رضی اللہ عنہ کو بٹھائے ہوئے ہیں تو ایک شخص نے کہا "اے بیٹے تو کیسی اچھی سواری پر سوار ہے" تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سن کر فرمایا "یہ سوار بھی تو کیا اچھا ہے۔" اسی لیے حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو راکبِ دوشِ نبوت کہا جاتا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کا یہ لقب مشہور ہے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ اکثر اپنے نانا جان کے

مبارک کندھوں پر مدینہ طیبہ کی گلیوں میں سیر کرتے تھے۔

وہ حسنؓ مجتبیٰ سید الاسخیا
راکبِ دوشِ عزتؑ پہ لاکھوں سلام[1]

اس محبت والفت کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ظاہری و باطنی تربیت بھی فرماتے رہے۔ پہلے سے ہی پاکیزہ قلب نگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نورِ محمدی خوب خوب اخذ کرتا اور نورانی جلا پا کر علم و معرفتِ الٰہی سے فیض یاب ہوتا رہتا۔ طبرانی اور معجم کبیر میں روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''میں نے اپنے بیٹے حسن (رضی اللہ عنہ) کو حلم عطا فرما دیا ہے۔'' حلم اخلاقِ حسنہ میں سے ایک اعلیٰ ترین صفت ہے جس میں صبر' استقامت' برداشت' تحمل' حکمت و قناعت کی تمام اعلیٰ صفات شامل ہیں۔

زہد' تقویٰ' عشقِ الٰہی اور اللہ کے تمام تر پسندیدہ اوصاف' قرب و محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدولت آپ رضی اللہ عنہ میں ظاہر ہوئے۔

خشیتِ الٰہی

بارگاہِ رسالت کے پروردہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ جب بارگاہِ ربوبیت میں نماز کے لیے تیاری فرماتے تو دوران وضو آپ رضی اللہ عنہ کے جسم کا ایک ایک عضو کانپنے لگتا تھا اور رنگ زرد ہو جایا کرتا تھا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ سے آپ رضی اللہ عنہ کی اس حالت کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''جو بھی رب العرش کے حضور کھڑا ہو اس پر یہ حق ہے کہ اس کا رنگ (اللہ کی عظمت کے سبب سے) زرد ہو جائے اور جوڑ جوڑ کانپنے لگے۔'' حضرت امام جعفر صادقؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ جب نماز پڑھتے تو آپ رضی اللہ عنہ کا بدن لرزتا اور رنگ زرد ہو جایا کرتا تھا۔

---

[1] امام احمد رضا خان

Marfat.com

طبقات ابنِ سعد میں ہے کہ جب بھی آپ رضی اللہ عنہ تلاوتِ قرآن کے دوران یا ایھا الذین امنو پڑھتے تو فرماتے لبیك اللّٰھم لبیك ''اے میرے اللہ میں حاضر ہوں' میں حاضر ہوں'' کیفیت یہ تھی کہ ہر آیت کو نہایت غور و تدبر کے ساتھ پڑھتے۔ جب جنت و دوزخ کا تذکرہ پڑھتے تو تڑپتے تھے اور بعد موت کے احوال پڑھتے تو زار و قطار رونے لگتے۔

روایات اس بات پر شاہد ہیں کہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ہمیشہ حج کے لیے پیدل مدینہ سے مکہ تشریف لے جایا کرتے تھے۔ سواری کی اونٹنیاں ہمراہ ہوتیں لیکن آپ رضی اللہ عنہ اس پر سوار نہ ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ چلتے چلتے آپ رضی اللہ عنہ کے پاؤں مبارک میں ورم آ جاتا لیکن آپ رضی اللہ عنہ سواری پر سوار نہ ہوتے اور فرماتے ''مجھے اپنے پروردگار سے شرم آتی ہے کہ اس سے ملاقات کو حاضر ہونے جاؤں اور سواری پر سوار ہو کر جاؤں۔'' اکثر قافلے جو ساتھ ہوتے آپ رضی اللہ عنہ کی تعظیم میں سواری سے اتر جاتے لیکن آپ رضی اللہ عنہ ان سے فرماتے ''تم ایسا نہ کرو تم میں کمزور بھی ہیں۔'' وہ ہچکچاتے تو آپ رضی اللہ عنہ اصرار کر کے ان کا راستہ تبدیل کرا دیتے تاکہ آپ رضی اللہ عنہ کو پیدل چلتے دیکھ کر انہیں سواری پر سوار ہونے میں ہچکچاہٹ نہ ہو۔

پیکرِ حلم

علامہ الحفاظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مروان آپ رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا دشمن تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کو مختلف اذیتیں دیا کرتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے لیے گستاخی کے کلمات بھی استعمال کرتا تھا لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ اس کے جواب میں خاموشی اختیار فرمائی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا تو مروان بہت زور زور سے رونے لگا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا کل تک تو تو اپنے ظلم و ستم سے ان کا کلیجہ خون کیا کرتا تھا آج روتا ہے۔ کہنے لگا ''میں ان پر ظلم ڈھایا کرتا تھا جن کا حلم پہاڑ کے برابر تھا۔''

ایک بار حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ ایک غلام

Marfat.com

سالن کا برتن لے کر آیا۔ برتن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا اور سالن آپ رضی اللہ عنہ پر گر گیا۔ غلام یہ واقعہ دیکھ کر گھبرایا اور جھٹ یہ آیت پڑھی:

وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ

ترجمہ: غصہ کو پی جانے والے

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں نے غصہ کو پی لیا۔" اس نے پھر آیت کا اگلا حصہ پڑھا:

وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ

ترجمہ: اور لوگوں سے درگزر کرنے والے

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے معاف کیا" اس نے آیت کا تیسرا حصہ پڑھا:

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ

ترجمہ: احسان کرنے والوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جاؤ میں نے تمہیں آزاد کیا۔" (روح البیان)

مقامِ فقر

فقر میں آپ رضی اللہ عنہ کا مقام اذا تم الفقر فهو الله (جہاں فقر مکمل ہوتا ہے وہیں اللہ ہوتا ہے) ہے۔ جیسا کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کے بارے میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ (فقر) میں کمال امامین پاک حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ (محک الفقر کلاں)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو فقر میں نظرِ کامل اور تصوف کی باریکیوں کو بیان کرنے میں پورا حصہ حاصل

Marfat.com

ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی وصیت میں فرمایا:

علیکم بحفظ السرائر فان اللہ مطلع علَی الضمائر

ترجمہ: باطن کے اسرار کی حفاظت کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھیدوں کو جاننے والا ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حقائق معرفت اور طریقت کے ایسے بلند درجے پر فائز تھے کہ سلطان الفقر دوم حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ جیسے بلند پایہ عارف باللہ بھی دقیق مسائل کے حل کے لیے آپ رضی اللہ عنہ سے رجوع کرتے تھے۔ ایک خط میں حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا ''اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند تقدیر کے بارے میں ہماری حیرت اور استطاعت کے بارے میں ہمارے اختلاف میں آپ کی کیا رائے ہے؟ تاکہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ آپ کی رائے کس بات پر قائم ہے کیونکہ آپ نسل در نسل اولیاء کرام کی اولاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علم سے آپ کو تعلیم دی گئی ہے اور آپ لوگ اللہ کی طرف سے لوگوں پر گواہ ہیں۔''

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس خط کے جواب میں لکھا ''اس مسئلہ کے متعلق میری رائے یہ ہے کہ جو شخص اس بات پر ایمان نہیں رکھتا کہ ہر نیک اور بُرے کام کی تقدیر اللہ کی جانب سے ہے وہ گمراہ ہے۔ نہ تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت جبراً کی جاتی ہے اور نہ ہی اس کی نافرمانی کسی مجبوری کے تحت کی جاتی ہے اور نہ ہی وہ اپنی مملکت میں اپنے بندوں کو مہلت دیتا ہے۔ تاہم وہ اُن تمام چیزوں کا مالک ہے جن کا اس نے اپنے بندوں کو اختیار دیا ہے اور ان سب چیزوں پر اس کی قدرت ہے جن پر اُس نے اپنے بندوں کو قادر بنایا ہے۔ لہٰذا اگر وہ اطاعت کا ارادہ کریں تو وہ ان کو روکتا یا فرمانبرداری کرنے سے ہٹاتا نہیں اور اگر وہ نافرمانی کا ارتکاب کریں اور پھر وہ اُن پر احسان فرمانا چاہے تو اُن کے اور معصیت کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور اگر ایسا نہ کرے تو اس نے ان کو معصیت پر نہ تو مجبور کیا ہے اور نہ ہی نافرمانی کا ارتکاب ان پر جبراً لازم کیا ہے۔ اس نے تو ان پر یہ سب کچھ بتا کر اپنی حجت قائم کر دی ہے کہ انہیں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قوت بخش دی گئی ہے اور ان کے لیے اس امر کے اختیار کرنے کی، جس کی اُس نے انہیں دعوت دی ہے اور اس کام

Marfat.com

کے ترک کرنے کی جس سے انہیں منع کیا ہے، آسانی پیدا کر دی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہی حجت غالب ہے۔ (کشف المحجوب)

فہم وفراست

ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک مقدمہ پیش کیا گیا جس میں ایک ہی قتل کا اعتراف دو ملزمان کر رہے تھے۔ ایک قاتل کو لوگ پکڑ کر لائے تھے اور دوسرا خود پیش ہوا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پہلے ملزم سے اس کے اعتراف کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ جن حالات میں میری گرفتاری ہوئی میرے پاس اعترافِ جرم کے سوا کوئی راستہ نہ تھا۔ اگر میں انکار کرتا تو کوئی یقین نہ کرتا۔ واقعہ پوچھنے پر اس نے بتایا کہ میں قصاب ہوں میں نے جائے وقوعہ کے قریب ایک بکرے کو ذبح کیا۔ گوشت کاٹ رہا تھا کہ مجھے رفع حاجت کی غرض سے کچھ دور جانا پڑا۔ ابھی میں فارغ ہوا ہی تھا کہ میری نظر پاس پڑی ایک لاش پر پڑی۔ اسی دوران وہاں کچھ اور لوگ بھی جمع ہو گئے۔ میرے خون آلود ہاتھ اور میری چھری دیکھ کر وہ سمجھے کہ میں ہی قاتل ہوں کیونکہ میرے سوا وہاں اور کوئی موجود نہ تھا۔ اگر میں انکار کرتا تو کوئی میری بات کا یقین نہ کرتا لہٰذا مجھے مجبوراً اعتراف کرنا پڑا۔ جب اعترافِ جرم کرنے والے دوسرے شخص سے پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ ''میں ایک اعرابی ہوں'' مفلس ہوں مال کی طمع میں اس شخص کو قتل کیا۔ مال ابھی نکال نہ پایا تھا کہ لوگوں کے آنے کی آہٹ سنی۔ میں چھپ گیا۔ میں نے دیکھا کہ لوگ اس بے گناہ شخص کو میرے کیے ہوئے قتل کی بنا پر گرفتار کر کے لے جا رہے ہیں۔ مجھے سخت رنج ہوا اس لیے میں نے خود کو پیش کر دیا۔

تمام واقعہ سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی اس مقدمے کے متعلق کیا رائے ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ اگر اس

Marfat.com

شخص نے ایک کو ہلاک کیا ہے تو ایک شخص کی جان بھی بچائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

وَمَنْ اَحْیَاهَا فَکَاَنَّمَآ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا

ترجمہ: ''جس نے ایک شخص کی جان کو بچالیا اس نے گویا سب لوگوں کی جان کو بچالیا۔'' حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اس فہم وفراست پر بہت خوشی ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے مشورہ کے مطابق اس اعرابی کو معاف کر دیا اور مقتول کا خون بہا بیت المال سے ادا کرنے کا حکم دیا۔

سخاوت

روایات اس بات پر شاہد ہیں کہ سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے دربار اقدس سے کبھی کوئی خالی نہ گیا اور ہر وقت سخاوت کا دروازہ کھلا رہتا۔ حضرت علی بن عثمان ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک اعرابی آپ رضی اللہ عنہ کے در پر آیا اور گالیاں بکنے لگا۔ پیکرِ حلم نے سب کچھ برداشت کرتے ہوئے کہا ''اے اعرابی کیا تجھے بھوک لگی ہے یا پیاس یا کوئی اور مصیبت تجھے لاحق ہے مجھے بتا تاکہ میں تیری مدد کروں۔'' آپ رضی اللہ عنہ نے غلام کو حکم دیا کہ درہموں کی ایک تھیلی اس اعرابی کو لا کر دے دو اور اعرابی سے فرمایا کہ معاف کرنا گھر میں اس وقت صرف یہی کچھ موجود تھا اور کچھ موجود ہوتا تو میں تمہیں دینے سے دریغ نہ کرتا۔ جب اس اعرابی نے آپ رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو بے اختیار پکار اُٹھا ''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے ہیں اور میں تو آپ رضی اللہ عنہ کے حلم اور بردباری کا تجربہ کرنے آیا تھا۔'' حقیقت شناس اولیاء ومشائخ کی یہی صفت ہوتی ہے کہ لوگوں کی مدح اور مذمت ان کے نزدیک برابر ہوتی ہے۔ (کشف المحجوب)

ابوالحامد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تنگدستی کی شکایت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے پچاس ہزار اشرفیاں دیں۔ وہ

Marfat.com

اشرفیاں اس سے اٹھائی نہ گئیں تو اس نے مزدور کو بلوایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مزدور کی اجرت بھی خود ادا کی۔

کسی نے سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ حضور آپ کبھی سائل کو خالی نہیں لوٹاتے خواہ آپ رضی اللہ عنہ خود فاقہ سے ہوں۔ فرمایا "میں خود بارگاہِ الٰہی کا فقیر ہوں۔ اس لیے مجھے شرم آتی ہے کہ میں خود گدا ہو کر کسی حاجت مند کو اپنے ہاں سے محروم لوٹاؤں۔" (ابنِ عساکر)

شجاعت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہدِ خلافت میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بہت سے کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔ جنگِ جمل کی فتح آپ رضی اللہ عنہ کی تیغ زنی کی مرہون منت تھی۔ جنگِ صفین میں بھی آپ رضی اللہ عنہ کی شمشیر آبدار نے خوب جوہر دکھائے۔ آپ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں بھی شامل تھے جنہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بلوائیوں سے حفاظت کی غرض سے ان کے گھر کا کئی دن تک پہرہ دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنی پیٹھ پر لاد کر اناج اور پانی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر تک پہنچاتے رہے۔

خلافت

جب امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ ابنِ ملجم کی زہر آلود تلوار سے زخمی ہو گئے تو لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے بسترِ رحلت پر پوچھا کہ کیا آپ کے بعد ہم حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "میں نہ تم کو اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ ہی روکتا ہوں۔ تم لوگ اس کو زیادہ سمجھ سکتے ہو۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنے افضل الناس فرزند کو بھی اپنے بعد خلیفہ نامزد نہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں خلیفہ کے انتخاب کا معاملہ عام مسلمانوں کی رائے پر چھوڑ دیا۔ عوام کے لیے نواسۂ رسول سے بڑھ کر اور کون عزیز ہو سکتا تھا۔ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کے ساتھ ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کی دیگر خصوصیات اور اوصاف بھی آپ

Marfat.com

رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین کے عہدے کے لیے موزوں قرار دیتے تھے۔ چنانچہ سب نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک پر بیعت کرلی۔ مسندِ خلافت پر متمکن ہوتے ہی خطبہ ارشاد فرمایا ''لوگو! کل تم سے ایک ایسا شخص بچھڑا ہے کہ نہ اگلے ان سے بڑھ سکے اور نہ پچھلے ان کو پا سکیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگوں میں ان کو اپنا علم مرحمت فرما کر بھیجا کرتے تھے۔ وہ کسی جنگ میں ناکام نہیں لوٹے۔ میکائیل علیہ السلام اور جبرائیل علیہ السلام چپ وراست ان کے جلو میں ہوتے تھے۔''

اسی دوران اہلِ شام نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کرتے ہوئے ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ ان دونوں گروہوں میں جب تصادم کی صورتحال پیدا ہونے لگی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا ''صلح جنگ سے بہتر ہے اور مناسب یہی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ مجھے خلیفہ تسلیم کرلیں اور میرے ہاتھ پر بیعت کرلیں۔''

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ خلافت کے چنداں خواہشمند نہ تھے۔ منصب خلافت آپ رضی اللہ عنہ کے لیے باعثِ عزت نہ تھا بلکہ آپ رضی اللہ عنہ خود خلافت کے لیے عزت کا سبب تھے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی مسند نشینی کے پانچ ماہ دس دن بعد ربیع الاوّل 41 ھ میں خلافت سے دست برداری اختیار کر لی۔ اس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو پیشگوئیاں پوری ہوگئیں۔ ایک یہ ''میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی۔'' ربیع الاوّل 11 ھ سے ربیع الاوّل 41 ھ تک۔ اگر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے عرصہ خلافت کو نہ گنا جائے تو یہ مدت ساڑھے انتیس سال بنتی ہے یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیش گوئی کے مطابق حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے برحق خلیفہ تھے۔ دوسری پیشگوئی یہ پوری ہوئی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو پیار کرتے ہوئے فرمایا ''میرا یہ بیٹا سیّد ہے اس کی وجہ سے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں اختلاف ختم ہو جائے گا۔'' (بخاری)

چنانچہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ان شرائط پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہوگئے:

1. کسی عراقی کو محض پرانی دشمنی کی بنا پر گرفتار نہ کیا جائے اور بلا استثناء سب کو امان دی

Marfat.com

جائے۔

2. حضرت علی رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع نہ کی جائے گی۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دست بردار ہونے کی پہلی وجہ تو یہی تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ مسلمانوں میں تصادم نہ چاہتے تھے' دوسرے یہ کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ خلافت نہ چھوڑتے تو آلِ رسول کے توسط سے ہی خلافت میں وراثت کی رسم چل پڑتی۔

مصالحت کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے کوفہ آنے سے قبل آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے خطاب فرمایا اور ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! ہم تمہارے امراء اور مہمان ہیں، ہم تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے پلیدی دور فرمادی ہے اور انہیں پاک صاف فرمادیا ہے۔''

یہ کلمات آپ رضی اللہ عنہ نے بار بار دہرائے یہاں تک کہ ہر شخص رونے لگا۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ ہمارے درمیان جو کچھ طے پایا ہے اس کے بارے میں لوگوں کو آگاہ کیجئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فی البدیہہ خطبہ ارشاد فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

''اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوّل کے ساتھ تمہیں ہدایت دی اور ہمارے آخر کے ذریعے تمہارے خون معاف فرمائے۔ بہت ہی دانا وہ شخص ہے جس کے دِل میں خوفِ خدا ہے اور بدکار بہت ہی عاجز ہے۔ یہ معاملہ جس میں میرا اور امیر معاویہؓ کا اختلاف تھا اس میں یا تو وہ مجھ سے زیادہ حق دار ہیں یا میں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصلاح اور تمہارے خونوں کی حفاظت کے لیے میں اپنے حق سے دستبردار ہوگیا ہوں پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا'' مجھے معلوم نہیں شاید کہ یہ آپ کے لیے آزمائش ہے اور ایک وقت تک فائدہ ہے۔''

جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ رضائے الٰہی کے لیے ظاہری خلافت سے دستبردار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے اہلِ بیت کو اس کے عوض خلافتِ باطنیہ عطا فرمادی۔ اور

Marfat.com

اس کے ساتھ ہی خلافتِ ظاہرہ (حکومت) اور خلافتِ باطنیہ علیحدہ علیحدہ ہوگئیں اور آج تک دوبارہ یکجا نہ ہوسکیں۔

امرِ خلافت سے دستبردار ہونے کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ یہاں آپ احیائے دین کی سرگرمیوں میں مشغول ہوگئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کا سالانہ وظیفہ ایک روایت کے مطابق ایک لاکھ درہم مقرر کیا جس کا بیشتر حصہ راہِ خدا میں خرچ ہوجاتا اور آپ رضی اللہ عنہ قناعت وفقر کی زندگی میں خوش رہتے۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات ''میرا یہ بیٹا مسلمانوں کے دو گروہوں میں اختلاف ختم کرے گا'' کا آپ رضی اللہ عنہ کو اس قدر پاس تھا کہ جب آپ رضی اللہ عنہ کو زہر دیا گیا' جس سے آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے قاتل کا نام بھی کسی پر ظاہر نہ کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے قتل کے قصاص میں پھر سے مسلمانوں کے درمیان تصادم ہوجائے۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے زہر دینے والے فرد کا نام پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا ''نام جان کر کیا کرو گے'' انہوں نے جواب دیا ''قصاص لوں گا'' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میرا گمان صحیح ہے تو اللہ خود بدلہ لے گا اور اگر غلط ہے تو میں کسی کا ناکردہ گناہ میں پکڑا جانا روا نہیں سمجھتا۔'' لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے قاتل کا نام تک نہ بتایا۔ لوگ مختلف قیاس آرائیاں کرتے رہے۔ کبھی آپ رضی اللہ عنہ کی بیوی جعدہ بنتِ اشعث کو موردِ الزام ٹھہراتے کبھی کہتے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایما پر ایسا ہوا۔ واللہ علم بالصواب۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے قاتل کا نام لینے سے گریز کیا تو یقیناً اس میں کچھ حکمت پوشیدہ ہوگی۔ لہٰذا امت کو بھی اس سے گریز کرنا چاہیے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت 49ھ میں ہوئی۔ مہینے کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے بعض کتب میں ربیع الاوّل اور بعض میں صفر لکھا ہے۔ لیکن ''صفر'' پر زیادہ مورخ متفق ہیں۔ تاریخ کے بارے میں بھی 7 صفر یا 28 صفر میں اختلاف ہے۔ تہذیب التہذیب میں مرقوم ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے انتقالِ پرملال پر مدینہ میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ گلیوں میں سناٹا چھا گیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی

میں فریاد و فغاں کرتے تھے اور پکار پکار کر کہتے تھے "لوگو! آج خوب رولو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے محبوب دنیا سے اٹھ گئے۔"

آپ رضی اللہ عنہ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں پانچ بیٹیاں اور بارہ بیٹے روایت کیے جاتے ہیں جن میں سے چار بیٹوں حضرت سیّدنا ابوبکر بن حسن رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا عمر بن حسن رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا قاسم بن حسن رضی اللہ عنہ نے سانحہ کربلا میں جام شہادت نوش کیا۔[1]

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے انتہائی غلط طور پر کثرتِ ازدواج منسوب کی جاتی ہے اور بدطنیت دشمنانِ اہلِ بیت نے کبھی آپ رضی اللہ عنہ سے 70 کبھی 100 ازواج منسوب کی ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل ناممکن بات ہے۔ اوّل تو اتنی ازواج کی موجودگی میں اولاد کی تعداد صرف 17 ہونا ممکن نہیں۔ دوسرے اتنی ازواج کے لیے کثرت سے طلاق جیسا مکروہ فعل دہرانے کی ضرورت ہے کہ ایک وقت میں چار سے زائد ازواج جائز نہیں۔ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایسے افعال کو منسوب کرنے کا خیال بھی مکروہ معلوم ہوتا ہے۔ یہ وہ پاکیزہ ہستی ہیں جنہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے باغ کے پھول اور جنت کے نوجوانوں کے سردار قرار دیا ہے۔ اگر ہم ان جیسے اعمال کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے تو کم از کم ان کے متعلق بدگمانیاں دلوں میں پال کر دلوں کو مزید غلاظت میں مبتلا تو نہ کریں۔ آقا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محبوبین کی صرف محبت وعقیدت ہی قلوب کو تقویت بخشتی ہے اور دنیا و آخرت میں کامیابی کا باعث ہوتی ہے۔

دل میں ہے مجھ بے عمل کے داغ عشقِ اہلِ بیتؓ
ڈھونڈتا پھرتا ہے ظلِ دامنِ حیدرؓ مجھے

---

[1] امیر المومنین حضرت سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کے نام پہلے دو خلفاء حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نام مبارک پر رکھے اس سے آپ رضی اللہ عنہ کی خلفائے راشدین سے محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

Marfat.com

خلفائے راشدین

خلفائے راشدین ماہتابِ ہدایت آقائے دو جہان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روشن ستارے ہیں جن کے ادوار اُمتِ مسلمہ کے سنہری اور بہترین ادوار ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی اور حضرت امام حسن رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین محبوبانِ محبوبِ خدا ﷺ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہم کی شانِ بے مثال ہے اور اپنے آقا ﷺ کے لائے ہوئے دینِ اسلام کو دنیا میں استحکام عطا کرنے اور پھیلانے کے لیے آپ سب کی جدوجہد شاندار اور بے مثال ہے۔ خلفائے راشدین نے اس دنیا کو ایک فلاحی ریاست کا نہ صرف پہلی بار تصور دیا بلکہ اس کو بہترین صورت میں قائم کر کے بھی دکھایا۔ آج بھی یورپ اور سیکنڈے نیوین ممالک میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وضع کردہ قوانین لاگو ہیں اور تمام دنیا میں رائج فلاحی ریاستیں ان خلفائے راشدین کی قائم کردہ اسلامی ریاست سے متاثر ہو کر ہی قائم کی گئی ہیں۔

خلفائے راشدین کی حیاتِ مبارکہ کا ہر پہلو خواہ وہ ظاہری ہو یا باطنی، مذہبی ہو یا اخلاقی، سیاسی ہو یا معاشرتی، مسلمانوں کے لیے لائقِ تقلید ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے فلاح پا جاؤ گے“۔

خادم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس نے پانچوں خلفائے راشدین کی حیاتِ مبارکہ، اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ہاں ان کے مقام اور شان، اسلام کے لیے ان کی جدوجہد اور کاوش پر ایک مفصل اور جامع کتاب تصنیف فرمائی ہے جو ان تمام پہلوؤں کا مکمل جائزہ انتہائی خوبصورتی سے پیش کرتی ہے۔ خصوصاً خلیفہ پنجم حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق ایسی جامع تحریر اب سے پہلے نہیں لکھی گئی۔ طالبانِ حق کے لیے ایک نایاب کتاب ہے تاکہ وہ اس سے راہنمائی حاصل کر کے اُن کے راستہ پر چل سکیں۔

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ
سلطان الفقر (رجسٹرڈ) پبلیکیشنز

سلطان الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور

سلطان الفقر ہاؤس

4/A-ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 54790
Tel: 042-35436600, 0322-4722766

ISBN: 978-969-9795-10-7

9789699795107

• www.tehreek-dawat-e-faqr.com • www.sultan-ul-faqr.com
E-mail: sultanulfaqr@tehreekdawatefaqr.com

Marfat.com